مکمل و مدلل

حبیب الفتاویٰ

جدید ترتیب، تعلیق و تخریج

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و صدر مفتی، بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجرپور، اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ و مجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی و حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری

تفصیلات

نام کتاب	:	مکمل ومدلل حبیب الفتاویٰ (جلد دوم)
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
باہتمام	:	محمد طیب قاسمی مظفرنگری
کمپوزنگ	:	سیّد عبدالعلیم۔ 7017984091-6396271354
سن اشاعت	:	ستمبر 2020
ناشر	:	مکتبہ طیبہ دیوبند۔ 9412558230

ملنے کے پتے
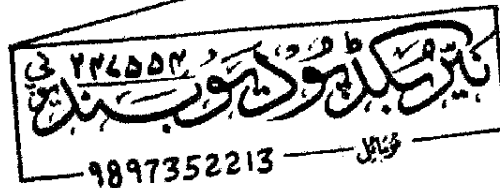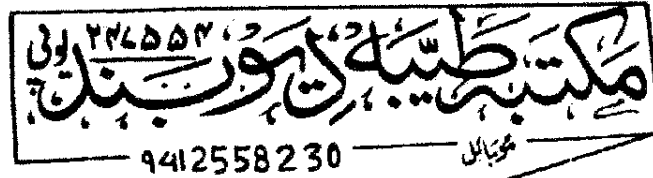
whatsapp: 9897352213

Mob: 9557571573

عرض ناشر

دیوبند جو علوم وفنون کا مرکز ہے یہاں کتب خانے ہمیشہ سے دینی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔

انہیں کتب خانوں میں ایک **کتب خانہ مکتبہ طیبہ** بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات تفسیر، حدیث فقہ وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ رقم کی ہے۔

مکتبہ طیبہ آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے حبیب الفتاویٰ مکمل مدلل جدید ترتیب تعلیق تخریج کے ساتھ شائع کرنے جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں بلکہ آپ کے معتمد خاص اور مجاز ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جب اس نے اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفر نگری

21/ اگست 2020

JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM MUHAZZABPUR, P.O. SANJARPUR
DISTT. AZAMGARH Pin: 223227 (U.P.) INDIA
Mob: 0091 9450546400 Email: muftihabibullahqasmi@yahoo.com

محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدہم!
مالک مکتبہ طیبہ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کیے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دئے جاتے رہے۔

میرے ایک دوست نے انھیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے "حبیب الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

یہ معلوم کرکے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ اپنے کتب خانہ "مکتبہ طیبہ دیوبند" سے اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں اور بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی اجازت دیتا ہوں بلکہ اس کی اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

والسلام

۱۰ ربیع محرم الحرام
۱۴۳۴ھ

من كبار فضلاء دار العلوم ديوبند الهند، شيخ الحديث و صدر مفتي المؤسس ورئيس الجامعة الاسلامية مهذب فور اعظم جراه اتر ابراديش الهند، ورئيس دارالافتا والقضاء والبحوث الاسلاميه، و صاحب الفتاوىٰ المسمى "بحبيب الفتاوىٰ" والمقالات العلميه والفقهيه والتصانيف المتداوله، وعضو المجمع الفقه الاسلامي الهند، وصاحب الدعوة والارشاد المجاز من كبار مشائخ الهنديه

اجمالی فہرست

✪✪✪

فہرست مضامین

✪✪✪✪

باب الامامة

نابینا کی امامت درست ہے یا نہیں؟

سوال (۱۷۶): ایک متقی، پرہیزگار اور طہارت ونظافت کا پورا پورا اہتمام کرنے والے نابینا شخص کی امامت نماز کے متعلق مندرجہ ذیل امور کی وضاحت احکام اسلامی کی روشنی میں واضح فرمائیں، عنایت ہوگی۔

(۱) کیا اس کو پنج وقتہ نمازوں کا امام مستقل بنایا جاسکتا ہے؟

(۲) مستقل اگر کوئی امام مقرر نہ ہو تو اگر کسی وقت کوئی دوسرا شخص اس سے اہل تر موجود نہ ہو تو کیا اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔

(۳) حافظ قرآن ہو تو کیا اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے میں کوئی کراہت ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نابینا کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ **ویکرہ تنزیھًا امامة عبد او أعرابي وفاسق وأعمى الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم**۔ (الدر المختار ص ۵۲۳ ج ۲) (۱) لیکن اگر نابینا مسائل سے اچھی طرح واقف ہو اور طہارت وغیرہ کا خیال رکھتا ہو اور ہر طرح سے محتاط ہو تو پھر بلا کراہت اس کے پیچھے نماز ادا کرنا درست ہے۔ چونکہ اعمیٰ کی امامت کی وجہِ کراہت صاحب ہدایہ نے دو بیان کی ہے: (۱) نجاست سے نہیں بچتا۔ (۲) اس کو بڑھانے سے جماعت سے لوگ متنفر ہوں گے۔ **ویکرہ تقدیم العبد الخ والاعمٰی لانه لا یتوقّٰی النجاسة الخ ولان فی تقدیم هؤلاء تنفیر الجماعة فیکرہ**۔ (ہدایہ باب الامامۃ ص ۱۱۰ ج ۱) (۲)

اور صاحب مجمع الانہر نے اور بھی علتیں بیان کی ہیں۔ **وتکرہ امامة العبد والاعرابي والأعمٰی لأنه لا یتوقّٰی النجاسة ولا یهتدی الی القبلة بنفسه**

ولا یقدر علی استیعاب الوضوء غالبًا (کما فی الدرر الخ **مجمع الانہر علی ملتقی الابحر** ج۱ص ۱۰۸) (۳) غرضیکہ یہ سب وجوہات اگر نابینا میں نہ ہوں تو بلا کراہت نماز جائز ہے اور علامہ شامی نے عبداللہ ابن ام مکتومؓ اور عتبانؓ کی امامت کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ **لکن ورد فی الاعمٰی نص خاص هو استخلافه** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **لابن ام مکتوم وعتبان علی المدینة وکانا اعمیین الخ** (ردالمحتار ج۱ص ۵۲۳)(۴)

اور اگر نابینا سے افضل واصلح کوئی نہ ہوتو پھر اس نابینا کو ہی امام بنانا افضل ہے چنانچہ صاحب مجمع لکھتے ہیں **وفی البرهان لو لم یوجد بصیر افضل منه یکون هو اولی لاستخلاف النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **ابن ام مکتوم علی المدینة حین خرج الی تبوك وکان اعمیٰ** (مجمع الانہر ج۱ص ۱۰۸) (۵) جوحکم تمام نمازوں کا ہے وہی تراویح کا بھی ہے۔ لہٰذا کراہت وعدم کراہت کی جو وجوہات تمام نمازوں کے لئے ہیں وہی تراویح کے لئے بھی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار: ۲/ ۳۵۵۔ مکتبہ اشرفیہ۔

(۲) ہدایہ: ۱/ ۱۲۲۔ تھانوی۔

(۳) مجمع الانہر: ۱/ ۶۳۔ ۱۶۲ فقیہ الآمۃ۔

(۴) الدرالمختار: ۲/ ۳۵۶۔ اشرفیہ۔

(۵) مجمع الانہر: ۱/ ۱۶۳۔ فقیہ الامۃ۔

داڑھی کٹانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۷۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں جوشخص داڑھی کٹاتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

لحیہ کی مقدار شرعی ایک قُبضہ ہے ایک قُبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا یا ایک قبضہ ہو جانے کے بعد ایک قبضہ سے کم کروانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں درمختار وفتح القدیر میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت الفاظ موجود ہیں غرضیکہ جو شخص مقدار شرعی داڑھی نہ رکھتا ہو کٹواتا ہو وہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء درست نہیں فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجدا مامًا غیره وبعد اسطر قال تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالك وروایة عن احمد (درمختار ج۱ص ۵۲۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الدرالمختار: ۱/ ۵۶۰۔ مکتبہ کراچی۔

بأن تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب علهم إهانة شرعاً۔ (الدرالمختار: ۱/ ۵۶۰۔ مکتبہ کراچی)

(۳) تكره إمامة الفاسق العالم لعدم إهتمامه بالدين وأجاز الإمامة لمثله يقوله عليه السلام۔ ولا يؤمن فاجب مؤمناً الّا أن لقهوه بسلطان يخاف سيفه أوسوطه۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/ ۱۲۰۵۔ مکتبہ دار الفكر۔

ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه الإمامة۔ وتحته فى الطحطاوى۔ والمداد الفاسق بالجارحة لا بالعقيدة۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ دار الکتاب دیوبند)۔

عالم فاسق احق بالامامت ہے یا جاہل غیر فاسق

سوال (۱۷۸): فاسق عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے یا جاہل غیر فاسق۔ فاسق کے پیچھے ادائیگی کا کیا حکم ہے مفصل جواب مع ادلہ مطلوب ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عالم فاسق احق بالامامت ہے هكذا فی الشامی فی باب الاذان جلد اول۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ويكره أذان جنب وإقامته وإقامة محدث لا أذانه على المذهب وأذان أمرأة وخنثى وفاسق ولو عالماً لكنّه أولى بإمامة وأذان من جاهل تقي. (شامی ص: ۳۹۲ رج: ۱، باب الأذان) کراچی۔

ولم أرلهم ما إذا لم يوجد إلّا جاهل بالأوقات تقي و عالم بها فاسق أيّهما أولى وقد قال في الإمامة أنّ الفاسق أولى من الجاهل. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق: ص: ۲۶۳ ج: ۱ باب الأذان) زکریا بک ڈپو۔

و كذا في النهر الفائق: ص: ۱۷۹ ج: ۱۔ باب الأذان) زکریا بک ڈپو۔

مودودی امام کی اقتداء کا حکم

سوال (۱۷۹): بعض لوگ دیوبندی مکتب فکر کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے اور بعض لوگ جماعت سلامی سے تعلق رکھنے والوں کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے حالانکہ ان میں سے کسی کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر وہ لوگ جماعت کے وقت خود یا اپنے ہم نواؤں کو لے کر الگ نماز پڑھتے ہیں ایسی صورت

میں چند لوگوں کا جماعت سے الگ ہو کر الگ جماعت کرنا یا اکیلے پڑھنا درست ہے ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ایسا کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں کیسا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ تو صاحب واقعہ ہی سے پوچھنے کی بات ہے کہ وہ کیوں نہیں پڑھتے جہاں تک نماز کی صحت وعدم صحت کا سوال ہے تو اگر نماز و جماعت کی صحت کے تمام شرائط موجود ہوں تو نماز کی صحت میں کیا کلام ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) **عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم. براً كان أو فاجراً. وإن عمل الكبائر:** (ابوداؤد ج:۱ص:۳۴۳ بلال)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة. لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي. كذا في الخلاصة. (ہندیہ: ج:۱، ص:۱۴۱) زکریا۔ (فتاویٰ قاضی خان: ج:۱ص:۸۰ دارالکتب العلمیۃ۔

وان تقدموا جاز لقوله عليه السلام. صلوا خلف كلِّ بر و فاجر. (تبیین الحقائق: ج:۱ ص:۱۳۴) مکتبہ امدادیہ ملتان۔

بد کردار نسبندی شخص کی امامت کا حکم

سوال (۱۸۰): بکر کا کردار نہایت خراب ہے اس کو اس امید پر کہ وہ تائب ہو کر نیکی کی طرف راغب ہوگا مؤذنی کے لئے ایک مسجد میں رکھ لیا گیا لیکن اب بھی وہ افعال قبیحہ وبد سے باز نہیں آتا کیا بکر کا مؤذنی کرنا اور ہم لوگوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے

جبکہ اس کی نسبندی بھی ہو چکی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عن ابن عباس ؓ قال قال رسول الله ﷺ لیؤذن لکم خیارکم ولیؤمکم قراء کم (رواہ ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴، **وهکذا فی المشکوۃ ج ۱ ص ۱۰۰ (۱) الفصل الثانی باب الامامہ طحطاوی علی المراقی ص ۱۰۶)(۲)**

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے اذان وہ دے جو تم میں اچھے اور نیک مانے جاتے ہوں اور تمہاری امامت وہ کرے جو تم میں سب سے اچھا قاری ہو اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ مؤذن سمجھ دار نیک متقی عالم بالسنۃ عالم بدخول اوقات الصلوٰۃ مواظب علی الاذان ہونا چاہئے **وینبغی ان یکون الموذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنة کذا فی النهایة الخ** (عالمگیری ج ۱ ص ۵۳، (۳)) **وهکذا فی الطحطاوی علی المراقی ص ۱۰۶)** (۴) اور اگر مؤذن فاسق ہو تو اس کی اذان مکروہ ہے **ویکره اذان الفاسق ولا یعاد وهکذا فی الذخیرہ الفتاوی الهندیه ج ۱ ص ۵۴۔** نہ معلوم افعال قبیحہ و بد کیا ہیں۔ بہر حال اگر وہ افعال فسق کے درجہ میں ہوں تو ایسے مؤذن کی اذان مکروہ ہے افہام و تفہیم کریں اگر باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر دوسرا مؤذن اس کی جگہ رکھ لیں۔ باقی رہی نسبندی کی بات تو اگر اپنی رضامندی اور خوشی سے اس نے نسبندی کروائی ہے تب تو وہ فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے **کذا فی الشامی کراهة تقدیمه کراهة تحریم (۵)** اور اگر اس کی نسبندی زبردستی کردی گئی تو وہ معذور ہے اور حد فسق سے خارج ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) **عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله علیه وسلم لیؤذن لکم**

خیارکم ولیؤمکم قراء کم۔ (مشکوٰۃ ص: ۱۰۰ ج: ۱) اَبوداوٗد ص: ۹۴ ج: ۱ بلال۔

(۲) وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنة کذا فی النهایة۔ (فتاویٰ عالمگیری ص: ۵۳ ج: ۱) رشیدیہ۔

(۳) ویکره آذان الفاسق ولا یعاد وهکذا فی الذخیرة۔ (فتاویٰ عالمگیری ص: ۵۴ ج: ۱) رشیدیہ

(۴) ویستحب أن یکون الموذن صالحا عالما بالسنة أوقات الصلوٰة علی الوضوء۔

(حاشیۃ الطحطاوی ص: ۱۹۷) دارالکتاب دیوبند۔

(۵) شامی ص: ۵۶۰ ج: ۱ کراچی۔

مرد کے لئے صرف عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۱): عورتوں کے لئے مرد کی امامت جائز ہے یا نہیں ایک آدمی ہے جو اپنے گھر کی چند عورتوں کو جمع کر کے امامت کرتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود اکیلا ایک کمرے میں ہوتا ہے اور عورتیں دوسرے کمرے میں یا اسی کمرے میں پردہ کے پیچھے ہوتی ہیں اس طرح سے وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرتا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

مرد عورت کی امامت کرسکتا ہے جائز ہے مرد ایک کمرہ میں ہو اور عورتیں دوسرے کمرہ میں اس طرح بھی امامت جائز ہے بشرطیکہ امام ومقتدی کے درمیان دوصف کی مقدار سے زائد فاصلہ نہ ہو اسی طرح امام کی آواز صاف سنائی دیتی ہو کذا فی الطحطاوی علی المراقی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ونیة الرجل الإمامة شرط لصحة اقتداء النساء به۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص: ۲۹۰) دارالکتاب

إمامة الرجل للمرأة جائزة إذا نوى الإمام إمامتها۔ (الہندیہ ص:۱۴۳ج:۱، زکریا)
إمامة الرجل للمرأة جائز اذا نوى الامام امامتها۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۲۷۸/ ج:۲) زکریا۔

جو امام غلط دعوتوں میں شریک ہو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۸۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک دولت مند مسلمان جامع مسجد کے پیش امام کے پاس آئے اور ان کو ساتھ لے کر اپنے مکان پر لے گئے اس کے بعد محلہ کے ایک ایماندار آدمی کو بلا لائے ان دونوں آدمیوں کے سامنے بہ ہوش وحواس اپنی بیوی کو جو دس بچوں کی ماں ہے طلاق دے دیا اس کی برادری نے پیش امام سے دریافت کیا کہ اس نے صحیح طلاق دے دیا پیش امام نے بتایا کہ طلاق دے دیا اور طلاق ہوگئی وہ شخص بلا حلالہ کئے ہوئے اپنی بیوی کو جو طلاق کے بعد بیوی نہیں رہی اسے اپنے مکان میں رکھ لیا پیش امام کی شہادت پر برادری والوں نے اس شخص کو برادری سے خارج کر دیا ایک سال کے بعد وہی شخص اس نے مسلمانوں کو دعوت دی کچھ لوگ دولت مند سمجھ کر اس کے یہاں کھانا کھائے سمجھدار لوگوں نے کھانے سے انکار کر دیا مگر پیش امام صاحب نے ان کے یہاں کھانا کھایا کیا پیش امام صاحب کے لئے یہ کھانا جائز ہے پیش امام صاحب کے محلے میں ایک ہندو کی ترہی پڑی وہ انسان سود خور بھی تھا اس میں پیش امام صاحب شریک ہو کر پوڑی کچوڑیاں اڑائیں کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مذکور فی السوال امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے **لقوله عليه الصلوٰة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر** (مراقی الفلاح ص ۱۶۵ ابو داؤد ج ۱ ص ۳۴۳

نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۶) (۱)

امام صاحب کو سمجھائیں کہ اس انداز کی دعوتوں میں شرکت نہ کیا کریں شفقت ومحبت سے سمجھانے پر انشاء اللہ اثر ہوگا ویسے امام کو رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار نمازیوں کو ہوتا ہے باہم صلاح ومشورہ سے کام لیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابي هريرة: الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان أو فاجرا والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًّا كان أو فاجرا وإن عمل الكبائر والصلوٰة واجبة على كل مسلم برا كان او فاجر وإن عمل الكبائر۔ (ابوداؤد: ج:۱ ص: ۳۴۳)

وكذا في اعلاء السنن: ۳۔ ۴۔ ص: ۱۶۹۔ ادارۃ القراء والعلوم الاسلامیہ پاکستان۔

(۳) مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص: ۳۰۳۔ دار الکتاب۔

(۴) نصب الرایۃ: ج: ۲ ص: ۲۶۔ قدیم۔

حکومت سے وابستہ مدارس کے مدرسین کی امامت

سوال (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مدارس حکومت سے وابستہ ہیں اور ان کا الحاق اس شرط پر ہوتا ہے کہ مدرسہ میں وہی چھٹیاں منائیں گے جو حکومت کہے اور وہ نصاب چلائیں جو حکومت سے منظور شدہ ہو ان کا الحاق غلط مدرسین کی تعداد لکھا کر اور طلباء کی غلط تعداد لکھا کر ہوتا ہے اور غلط تنخواہیں جو مدرسین کو دیتی ہے رشوت وغیرہ دے کر ہوتا ہے آیا یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں اور ایسے مدرسین امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

کذب وخداع حرام ہے (۱) لیکن مدرسین کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ ان کی حق المحنت ہے البتہ احتیاط چاہئے اگرچہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے **لقوله عليه السلام صلوا خلف كل بر وفاجر۔** (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) **عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ ليس منا من غُشا۔** (رواہ أبو داوٗد ص: ۴۸۹ رقم: ۳۴۵۳)

(۲) **عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا خلف كل بر وفاجرٍ وجاهدوا مع كل بر وفاجرٍ۔** (رواہ الدار قطنی ص: ۴۴ / ج: ۲ دار الایمان)

وإذا استأجر الذمى من المسلم داراً يسكنها فلا بأس بذلك وإن شرب فيها الخمر۔۔۔۔ ولم يلحق المسلم في ذلك بأس لأن المسلم لا يؤاجرها لذالك۔ (ہندیۃ ص: ۴۴۵ ج: ۴ رشیدیۃ)

وجاز بيع عصير عنبٍ ممن يعلم أنه يتخذه خمراً لأن المعصية لا تقوم بعينه، بل بعد تغيره۔ وقيل يكره لإعانته على المعصية۔ (الدار المختار ص: ۲۴۶ / ج: ۲۔ دار الکتاب)

جھوٹی گواہی دینے والے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال (۱۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ اگر کوئی پیش امام دو فریق کے باہمی تنازعہ میں بلا علم کچہری میں جا کر گواہی دے اور اسے یہ بھی نہ معلوم ہو کہ دوسرا فریق ہندو ہے یا مسلمان ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے

مسئلہ کی تشریح کریں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جائز ہے لقوله عليه الصلوٰة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر مراقی الفلاح(۱) ص ۱۶۵، اخرجه الدار قطنی فی سننه ص ۱۸۵۔

كما صرح به العلامة الزيلعی فی نصب الرايه ج ۲ ص ۲۶ وهذه الرواية بلفظ آخر فی سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۴۳ باب فی الغزوة مع ائمة الجور كتاب الجهاد۔ (۲)

عن ابی هريرة ؓ قال قال رسول الله ﷺ الجهاد واجب عليكم مع كل امير برا كان او فاجرا والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًا كان او فاجرا وان عمل الكبائر

والصلوٰة واجبة على كل مسلم برا كان او فاجرا وان عمل الكبائر الخ لیکن اس فعل سے احتراز ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم۔

الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان او فاجرا والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا كان أو فاجرا وإن عمل الكبائر۔ والصلوٰة واجبة على كل مسلم برا كان أو فاجر وإن عمل الكبائر۔ (ابوداؤد ج:۱ص:۳۴۳) مکتبہ بلال دیوبند۔ وفی سنن الدادر قطنی ص:۴۴ ج:۲۔ دارالایمان۔

وكذا فی اعلاء السنن: ۳۔ ۴ ص:۱۶۹۔ کراچی۔

نصب الرایہ: ج:۱ص:۴۶۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص: ۳۰۳۔

ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فلو محرز ثواب الجماعة لکن لا ینال مثل ما ینال خلف تقی۔ (الفتاویٰ الھندیہ ج: ۱ص: ۱۴۱، مکتبۃ زکریا)

صلوٰۃ معادہ میں شریک ہونے والوں کی نماز نہیں ہوتی

سوال (۱۸۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ امام پر سجدہ سہو واجب ہوا اور سجدہ سہو بھول کر سلام پھیر دیا، پھر نماز کا اعادہ کیا۔ جماعت میں کچھ مسبوق بھی تھے، بعض نیت توڑ کر جماعت ثانیہ میں داخل ہو گئے اور بعض اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کر کے داخل ہوئے اور بعض ایسے لوگ بھی داخل ہوئے جو جماعت اولیٰ میں شریک نہ تھے۔ ہر ایک کے مسئلہ کو مع حوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیں کہ کس کی نماز ہوئی اور کس کی باطل ہوئی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورتِ مسئولہ میں اصل فرضیت پہلی جماعت سے ساقط ہو چکی ہے۔ اعادۂ نماز محض مجبر ومکمل ہے، لہٰذا وہ مسبوق جو نیت توڑ کر جماعت ثانیہ میں شریک ہوا ہے اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی، نہ پہلی نماز صحیح ہوئی نہ دوسری۔ پہلی تو اس وجہ سے کہ اس نے مکمل نہیں کیا توڑ دیا اور دوسری اس وجہ سے کہ یہ شخص فرض ادا کرے گا اور یہ فرض نہیں بلکہ مکمل فرض ہے۔ لہٰذا یہ تیسری مرتبہ پھر فرض ادا کرے اسی طرح ان لوگوں کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی جو لوگ جماعت اولیٰ میں شریک نہیں تھے۔ چونکہ یہ حضرات فرض ادا کریں گے اور جماعت ثانیہ فرض نہیں ہے بلکہ مکمل فرض ہے۔

البتہ اس مسبوق کی نماز ادا ہو جائے گی جس نے نیت توڑ کر جماعت ثانیہ میں شرکت نہیں کی بلکہ پہلی نماز مکمل کر کے شریک ہوا ہے۔ پہلی نماز جو امام کے ساتھ ادا کی ہے اس کی صحیح ہو گئی اور جو نقصان تھا جماعت ثانیہ میں شرکت کے بعد پورا ہو گیا، لہٰذا اس کو دوبارہ پھر

نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

کل صلوۃ أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها والمختار أنَّه جابر للأول لأنَّ الفرض لا یتکرر الخ (درمختار ج ۱ ص ۴۲۵-۴۲۶)(۱)

وهکذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح والمختار ان المعادة لترك واجبة نفل جابر والفرض سقط بالاولی لان الفرض لا یتکرر کما فی الدرر وغیره ویندب اعادتها لترك السنة ص ۱۳۴۔(۲)

وهکذا فی الدر المنتقی (۳) شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۸۸ ترك الواجب لا یفسد الصلوۃ وهو المختار لکن یوجب سجود السهو لو سهوًا والاثم لو عمدًا فتعاد وجوبًا وان لم یعدها یکون فاسقًا آثمًا وهکذا کل صلوۃ ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها والمختار انها جابرة للاول لان الفرض لا یتکرر قال المصنف وغیره الخ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص: ۱۸۲۔ ۱۸۳/ ج: ۲)

(۲) (حاشیہ الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۴۸ دار الکتاب)

(۳) الدر المنتقی بشرح المنتقی مع مجمع الأنہر ص: ۱۳۳/ ج: ۱۲ مکتبہ فقیہ الامت۔

وکذا فی البحر الرائق (ص: ۳۱۳/ ج: ۱) ایچ ایم سعید کمپنی۔

وکذا فی النہر الفائق: ص: ۲۱۱/ ج: ۱) زکریا۔

کیا فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز واجب الاعادہ ہے؟

سوال (۱۸۶): اگر داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز نہیں جائز ہے تو نماز کب سے اور کتنی دہرائی جائے گی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر یہ ہے کہ متقی امام تلاش کیا جائے اور اگر فاسق داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ **صلوا خلف کل بر وفاجر** (حدیث) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عنه أبي هريرة رضى الله عنه قال: أنه رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلوا خلف كل بر وفاجرٍ وصلوا على كل برو فاجرٍ۔ وجاهدوا مع كل برٍّ وفاجرٍ وصلوا على كل ميتٍ۔ (سنن الدارقطنی ص ۲/ ۴۴۔ رقم: ۱۷۴۷)

صلى خلف فاسق أو مبتدع فال فضل الجماعة وفاد أن الصلاة خلفهما أولى من الإفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقيٍ۔ (شامی: ۲/ ۳۰۱۔ زکریا)

وتجوز إمامة الأعرابي۔۔۔ والفاسق۔۔۔ إلّا أنها تكره۔ (ہندیہ: ۱/ ۵۵) زکریا۔

ہکذا فی: البحر الرائق ۱/ ۳۴۸۔ زکریا۔

حلبی کبیری ص: ۴۷۹ دار الکتاب۔

صرف عورتوں کی جماعت کا حکم

سوال (۱۸۷): عورتوں کا مردوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنا یا صرف تنہا عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ **ویکرہ تحریمًا جماعة النساء ولو فی التراویح** (درمختار(۱) ج۱ ص۳۸۰ کذا فی مجمع الانہر ص۱۰۸)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۳۰۵/ج: ۲۔زکریا۔

(۲) مجمع الأنہر ص: ۱۰۸/ج: ۱۔قدیم۔الفتاویٰ الھندیۃ ص: ۸۵/ج: ۱۔رشیدیۃ۔

طحطاوی علی المراقی ص: ۱۶۶۔دار الکتاب۔

العنایۃ علی ہامش فتح القدیر ص: ۳۶/ج: ۱دار الفکر۔

التاتارخانیۃ ص: ۲۶۴/ج: ۲۔زکریا۔

البحر الرائق ص: ۶۳۴/ج: ۱۔سعید۔

داڑھی کتروانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۱۸۸): اگر کوئی شخص اپنی داڑھی کو کترواتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مکروہ ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، **کراھة تقدیمه کراھة تحریم** (شامی)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار: ۱/ ۵۶۰۔ مکتبہ کراچی۔

بأن تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب علهم إهانة شرعاً۔ (الدر المختار: ۱/ ۵۶۰۔ مکتبہ کراچی)

تكره إمامة الفاسق العالم لعدم إهتمامه بالدين وأجاز الإمامة لمثله يقوله عليه السلام۔ ولا يؤمن فاجب مؤمناً الّا أن لقهوه بسلطان يخاف سيفه أو سوطه۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/ ۱۲۰۵۔ مکتبہ دار الفکر۔

ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه الإمامة۔ وتحته فى الطحطاوى۔ والمراد الفاسق بالجارحة لا بالعقيدة۔ (حاشیۃ الطحطاوی: ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ دار الکتاب دیوبند)۔

عالم، فاسق اور جاہل میں امامت کا حقدار کون ہے؟

سوال (۱۸۹): اگر عالم فاسق ہو اور داڑھی نہ کتروانے والے جاہل مطلق نہ ہوں بلکہ فرائض وواجبات کو جانتے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے، نماز عالم پڑھائے یا جاہل؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جاہل کے مقابلہ میں عالم اگرچہ فاسق ہو، امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ ويكره اذان جنبو اقامته واقامة محدث لا اذانه على المذهب واذان امرأة وخنثى وفاسق ولو عالما لكنه اولى بامامة واذانٍ من جاهل تقى (در مختار ج ۱ ص ۲۶۳ باب الاذان) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص: ۳۹۲ / ج: ۱، باب الأذان) کراچی۔

ولم أرلهم ما إذا لم يوجد إلّا جاهل بالأوقات تقي و عالم بها فاسق أيّهما أولى وقد قال في الإمامة أنّ الفاسق أولى من الجاهل۔ (منحة الخائق على هامش البحر: ص: ۲۶۳ ج: ۱ باب الأذان) زکریا بک ڈپو۔

و كذا في النهر الفائق: ص: ۱۷۹ ج: ۱۔ باب الأذان) زکریا بک ڈپو۔

داڑھی کتروانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۱۹۰): شروع میں داڑھی کتروا رہا تھا لیکن اب نہیں کترواتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

توبہ کرنے کے بعد فسق ختم ہو جاتا ہے لہٰذا اب نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، امام بنا سکتے ہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وفيه إشارة إلى أنهم لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه۔ (حلبی کبیر: ص ۵۱۳، مکتبہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ويكره أن يكون الإمام فاسقاً، ويكره للرجال أن يصلوا خلفه۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ص: ۲۵۰ / ج: ۲، مکتبہ زکریا دیوبند)۔

قال الرملي ذكر الحلبي في شرح منية المصلي إن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم۔ (منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ص: ۳۴۹ ج: ۱، ایچ ایم سعید کراچی)

بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا۔ (الفتاویٰ الشامی ص:۵۶۳ ج:۲ مکتبۃ اشرفیۃ)۔

وکذا فی الطحطاوی ص ۳۰۳ مکتبہ دار الکتاب دیوبند۔

فاسق کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۱۹۱): زید کسی مدرسہ کا معلم ہے اور وہ فاسق معلن ہے اور اس میں دوسرے حضرات بھی موجود ہیں جو فاسق معلن نہیں ہیں اور زید ان حضرات کی امامت کرتا ہے اور یہ حضرات اس کو کچھ کہتے بھی نہیں، ایک آدمی کچھ کہتا ہے تو یہی حضرات اس کو ملامت کرتے ہیں لیکن وہ شخص اپنی نماز کا اعادہ کرلیتا ہے حالانکہ اگر زید کو منصب امامت سے اتار دیا جائے تو کسی قسم کا فساد لازم نہیں آئے گا، تو آیا ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان حضرات کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔ اعادہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے **کراهة تقدیمه کراهة تحریم** (شامی والطحطاوی ص ۱۶۵) (۱) لہٰذا متقی پرہیزگار کو امام بنایا جائے لیکن اگر امام فاسق کے پیچھے نماز ادا کی جائے تو واجب الاعادہ نہیں، نماز ہوجائے گی **لقوله علیه الصلوٰة والسلام صلوا خلف کل برّ وفاجر (رواه الدار قطني وابوداؤد** ج۱ ص ۳۴۳/ **اخرجه الامام الزیلعی فی نصب الرایة** ج۲ ص ۲۶) لیکن امام متقی کے پیچھے پڑھنے پر جو ثواب ہے وہ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے پر نہیں ملے گا (۲) **کذا فی الدر المختار وفی البحر عن المحیط صلّی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماع (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰة خلفهما اولیٰ من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الخ** (شامی ج۱ ص ۳۷۷) (۳) تاہم امام کے فاسق ہونے کی وجہ سے جماعت ترک کرکے گھر میں تنہا نماز پڑھنے کی

اجازت نہیں البتہ اگر دوسری مسجد میں جماعت مل سکتی ہو تو فاسق امام کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کرے لیکن اس کا خیال رہے کہ جانے کا انداز ایسا ہو کہ فتنہ فساد پیدا نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۲) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان أو فاجرا۔

والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا كان أو فاجرا وان عمل الكبائر۔

(سنن ابی داؤد ج:ا ص:۳۴۳) مکتبہ بلال دیوبند۔ سنن الدارقطنی ص:۴۴ ج:۲۔ دارالایمان۔

(۲) نصب الرایہ ج:۲ ص:۲۶۔

(۳) شامی ص:۳۰۱۔ ج:۲۔ زکریا۔

حاشیہ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۰۳۔ وشامی ص:۵۶۰۔ ج:ا۔ کراچی۔

الفتاویٰ الہندیہ ج:ا ص ۱۴۱۔

نابینا کی امامت کا حکم

سوال (۱۹۲): نابینا فرض نماز کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نابینا کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ کسی بینا کے پیچھے نماز ادا کی جائے، لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ نابینا مسائل سے واقف نہ ہو محتاط نہ ہو طہارت کا خیال نہ رکھتا ہو اور اگر مسائل سے واقف ہو، محتاط ہو، نظافت کا خیال رکھتا ہو تو اس صورت میں بلا کراہت نماز درست ہو جاتی ہے، بلکہ بعض مرتبہ اس کو امام بنانا افضل ہے اگر اس سے اعلم وانظف کوئی نہ ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ ابن ام مکتوم وعتبان کو مسجد نبویؐ کا

امام بنایا تھا۔

ویکرہ تنزیھًا امامة عبدٍ وأعرابی وفاسق وأعمیٰ الا ان یکون اعلم القوم در مختار ج۱ص۳۷۶ قوله ای غیر الفاسق تبع فی ذالك صاحب البحر حیث قال قید کراھة امامة الاعمیٰ فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ اه لٰکن ورد فی الاعمیٰ نص خاص ھو استخلافهٗ ﷺ لابن ام مکتوم وعتبان علی المدینة وکانا اعمیین (رد المحتار ج۱ص۳۷۶)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی: ۲/ ۳۵۵۔ مکتبہ اشرفیہ۔

ہدایہ: ۱/ ۱۲۲۔ تھانوی۔

مجمع الانہر: ۱/ ۱۶۳۔ ۱۶۲ فقیہ الأمۃ۔

الدر المختار: ۲/ ۳۵۶۔ اشرفیہ۔

مجمع الانہر: ۱/ ۱۶۳۔ فقیہ الامۃ۔

مسجد کا امام اگر نابینا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۹۳): مسجد کا امام حافظ قرآن ہے لیکن نابینا ہے اس کے پیچھے لوگ نماز ادا کرتے ہیں، لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نابینا کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے صحیح مسئلہ سے آگاہ کیا جائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر نابینا آدمی صفائی ستھرائی کا خیال رکھتا ہے یا اس کے ساتھ کوئی آدمی ہے جو اس کی

صفائی ستھرائی کی نگہداشت رکھتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ **ویکرہ تنزیھًا امامة عبد واعرابی وفاسق واعمیٰ (۱) (قال ابن العابدین) ھکذا ذکرہ فی النھر بحثًا اخذا من تعلیل الاعمیٰ بانہ لا یتوقی النجاسة** (الدر المختار مع رد المحتار ج ا ص ۳۷۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) درالمختار ص ۸۳ ج: ۱، دار الکتاب دیوبند۔

(۲) ردالمحتار ص: ۶۰۔ ۵۵۹/ج: ۱۔ کراچی۔

قولہ و کرہ امامہ العبد والا عرابی والفاسق والمبتدع ولا عمی وولد الزنا۔

(البحر الرائق ج:۱ مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی)

وتکرہ إمامة العبد والأعرابی والأعمی والفاسق والمبتدع وولد الزنا۔ (مجمع الانھر ص۳۔ ۱۶۲ ج:۱ مکتبہ فقیہ الأمة دیوبند۔

(تبیین الحقائق ص۱۳۴ ج:۱، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)

(۴) (حاشیۃ الطحطاوی ۳۔ ۳۰۲ مکتبہ دار الکتاب دیوبند)۔

وھکذا فی الفقہ الإسلامی وأدلتہ ص۱۲۰۶ ج:۲ مکتبہ دار الفکر۔

(۶) **وھکذا فی الفتاویٰ الھندیہ ص۱۴۳ ج:۱، مکتبہ زکریا۔**

عالم فاسق اور جاہل متقی میں کون امامت کا اہل ہے؟

سوال (۱۹۳): ایک مسجد میں دو شخص ہیں دونوں نماز پڑھانے کے اہل ہیں ایک عالم فاسق ہے اور دوسرا جاہل متقی ہے سوال یہ ہے کہ امام کس کو بنایا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر جاہل متقی نماز کے احکامات سے واقف ہے تو اسی کو امام بنایا جائے عالم فاسق کو امام نہ بنایا جائے **وكره امامة الجاهل اذلو كان عالمًا تقيًا لا تكره امامته لان الكراهة للنقائص ولذا كره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين. فتجب اهانته شرعًا فلا يعظم بتقديمه** (۱) (مراقی الفلاح ص ۲۰۳ کذافی ردالمحتار ج ۱۲ص ۳۷۶)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) طحطاوی ص: ۳۰۳ دارالکتاب۔

(۲) وكراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً۔ (شامی ص۳۵۶ ج:۲ أشرفيه)۔

ويكره أن يكون الإمام فاسقاً ويكره للرجال أن يصلوا خلفه۔ (تاتارخانيه ص۳۴۹ ج:۱ زكريا)۔

إن كراهة تقديم الفاسق كراهة تحريم لعدم اعتناءه بأمور دينية وتساهله في الإنسان بلوازمه فلا يبعد عنه الإخلال ببعض شروط الصلاة۔ (حلبى كبيرى ص۵۱۳ دار الكتاب)۔

وتجوز إمامة الأعرابي والفاسق إلا أنها تكره۔ (الفتاوىٰ الهندية ۱۴۳ ج:۱ زكريا)۔

چغلخور کو امام بنانا کیسا ہے؟

سوال (۱۹۵): چغلخور کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

چغل خور کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ وکذا تکرہ خلف نمام الدر المختار (۱) ص ۳۷۸ وکذا کرہ امامۃ الفاسق وذلك کنمام مراء وشارب خمرا (الطحاوی علی المراقی ص ۲۰۴)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص ۳۵۹۔۳۶۰ ج:۲۔اشرفیہ۔

ویکرہ تنزیها إمامة الأمرد الصبیح.... وشارب الخمر و آکل الربا والنمام۔ (الفقه الإسلامی وأدلته ص۱۲۱۰ ج:۲) دار الفکر المعاصر۔

(۲) وکرہ إمامة الفاسق... وذلك کنمّام ومراء وشارب خمر۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص۳۰۳ دار الکتاب)۔

وکذا إمامة النمام والمرائی والمتصنع وشارب الخمر۔ (مجمع الأنهر: ص:۱۶۳ ج:۱)، مکتبه فقیه الأمّة۔

حنفی کی اقتداء شافعی امام کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟

سوال (۱۹۶): امام شافعی المسلک ہے وہ اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھتا ہے کچھ حنفی بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، حنفی کا شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

اگرامام احناف وشوافع کے درمیان اختلافی مسائل کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے ورنہ نہیں اور اگر اس سلسلے میں شک ہو کہ آیا امام اختلافی مسائل کی رعایت کرتا ہے یا نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ **وکذا تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ وعدمها لم یصح وان شك کرہ** (الدرالمختار(۱) ج اص ۳۷۸ کذافی الهندیہ(۲)ص ۸۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار ص ۸۳ ج:۱، دار الکتاب۔

(۲) الاقتداء بشافعي المذهب انّما يصحّ اذا كان الامام يحافي مواضع الخلاف الخ۔ (هندية ص۸۴ ج:۱، رشيدية)۔

ذهب عامّة مشائخنا إلى الجواز إذا كان يحتاط موضع الخلاف والإفلا والمعنى: أنّه يجوز في المراعي بلا كراهة وفي غيره معها۔ (ردالمحتار س۵۶۳ ج:۱، كراچى)۔

الاقتداء بشافعي المذهب قالوا: لا بأس به إذا لم يكن متعصباً۔ (التاتارخانيه ص۲۴۹ ج:۲، زكريا)۔

أما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز مالم يعلم منه۔ (ص۵۱۶ حلبى كبير سهيل اكيڈمی)۔

دو امام میں سے ایک اصلح اور اعلم ہے امامت کا اہل کون ہے؟

سوال (۱۹۷): ایک مسجد کا بانی ہے اس نے ایک امام مقرر کیا لیکن نمازیوں نے مل کر ایک دوسرا امام متعین کر دیا اور نمازیوں کا متعین کردہ امام بانی کے امام سے اصلح اور

اعلم ہے اب ایسی صورت میں قوم کی امامت کا زیادہ حق کس کو حاصل ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نمازیوں کا متعین کردہ امام جب کہ وہ اعلم اور اصلح بھی ہے امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

وسیجئ فی الوقف ان القوم اذا عینوا مؤذنًا وامامًا وکان اصلح مما نصبه البانی فهو اولیٰ ذکره فی الفتح عن النوازل اقرّه (شامی ج ۱ ص ۲۶۸ (۱) کذا فی البحر (۲) ج ۵ ص ۲۶۹-۲۷۰ کتاب الوقف وکذا فی الفتح ج ۵ ص ۴۴۲ الوقف) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۲) تنازع اهل المحلة والبانی فی.... أو نصب المؤذن أو الامام فالاصح۔ أن البانی أولى به إلا أن يريد القوم ما هو أصلح منه۔ (البحر الرائق ج:۵،ص:۲۴۹،ایچ ایم سعید)۔

(۳) وکذا فی فتح القدیر ج:۵ ص:۴۴۲، ایچ ایم سعید۔

وفی نصب الامام والمؤذن تكلموا فيه۔ قال الصدر الشهيد المختار ان البانی أولى۔ وفی النوازل۔ به تأخذ الا اذا كان القوم يريدون من هو اصلح ممن يريد البانی فحينئذٍ هو أولى۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية: ج:۸ ص:۱۸۱، زكريا)۔

(۱) و كذا فی حاشية ابن عابدين ج:۶، ۶۰۔۶۵۹ اشرفیہ۔

امرد کو امام بنانے کا حکم

سوال (۱۹۸): ایسا شخص جس کی داڑھی نہ نکلی ہو وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر امرد جاذبِ نظر ہے تو اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ وہ **كذا تكره خلف**

امرد الظاهر انها تنزیهیه ایضًا الظاهر ایضًا کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنة الدر المختار مع رد المختار ج ا ص ۳۷۸۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (الدر المختار مع الشامی ص ۳۵۹ ج: ۲، اشرفیہ)۔
وکذا فی الفقه الاسلامی ص ۱۲۱۰ ج:۲، دار الفکر۔
وکذا فی الموسوعة الفقهیه ص ۲۵۴ ج:۶ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیه الکویت۔
وکذا فی الفقه علی المذاهب الاربعة ص ۳۳۵ ج:۱، سلمان عثمانا اینڈ کمپنی دیوبند۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۰۳۔ دار الکتاب۔

ایک مقتدی کہاں کھڑا ہو اگر بائیں کھڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۹۹): دو آدمی جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے آئے ایک امام بن گیا اور دوسرا مقتدی۔ مقتدی کو امام نے اپنے بائیں طرف کھڑا کیا سوال یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو اس کو دائیں کھڑا کرنا چاہئے یا بائیں اور اگر کوئی بائیں طرف کھڑا کر دے تو نماز کے اندر کراہت ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر مقتدی ایک ہو امام کو چاہئے کہ اس کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرے اور اگر کسی نے بائیں طرف کھڑا کر دیا تو مکروہ ہے۔ **ومن صلی مع واحد اقامه عن یمینه ولو**

قام عن یسارہٖ جاز ویکرہ (مجمع الانہر ج ا ص ۱۰۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنهر ج:۱، ص:۱۶۵ فقیه الأمة دیوبند.

ویقف الواحد ولو صبیا، أما الواحدة فتتأخر محاذیا أی: مساویا الیمین إمامه علی المذهب، ولا عبرة بالرأس بل بالقدم، فلو صغیراً فالأصح والم یتقدم أکثر قدم المؤتم لاتفسد فلو وقف عن یساره کره اتفاقا، وکذا یکره خلفهٗ علی الأصح.

(فتاویٰ شامی ج: ۲ص: ۳۶۸) اشرفیه

لحدیث ابن عباس أنه قام عنه یسار النبی صلی الله علیه وسلم فأقامه عنه لمینه.

(رواه البخاری فی کتاب: صلوٰۃ الجمعة، باب یقوم عن یمین الإمام بحدائه سواء إذا کانا أثنین رواه المسلم فی کتاب: صلوٰۃ المسافرین، باب: الدعاء فی صلوٰۃ اللیل وقیامه (الحدیث: ۷۶۳).

ناجائز کاروبار والے کے یہاں کھانے والے امام کی اقتداء کا حکم

سوال (۲۰۰): ایک شخص کا ناجائز کاروبار ہے اور مسجد کے امام صاحب ان کے گھر کا کھاتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مذکور فی السوال امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ **صلوا خلف کل بر وفاجر (۱)**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلوا خلف كل بر و فاجرٍ وصلوا على كل بر و فاجرٍ وجاهدوا مع كل برٍّ وفاجرٍ وصلوا على كل۔ (سنن الدار قطني: ص۴۴ ج:۲، رقم: ۱۷۴۷، دار الإيمان۔

صلى خلف فاسق أو مبتدع: قال فضل الجماعة أفاد أنّ الصلوة خلفهما أولى من الإفرار لكن لا ينال كما ينال خلف تقيٍ۔ (شامی ص:۳۰۱ ج:۲، مکتبہ زکریا)۔

وتجوز إمامة الأعرابي.... والفاسق.... إلّا أنّهما تكره۔ (هندية: ص۵۵ ج:۱، مکتبہ زکریا)۔

ہکذا فی البحر الرائق ص:۳۴۸ر ج:۱،مکتبہ زکریا)۔

حلبی کبیری:ص ۴۷۹۔ دار الکتاب۔

بے داڑھی والے کے پیچھے داڑھی والوں کی نماز کا حکم

سوال (۲۰۱): اگر کوئی شخص داڑھی نہ رکھے اور نماز پڑھائے اس کے پیچھے داڑھی بھی رکھے ہوئے نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

داڑھی کی مقدار ایک قبضہ ہے ایک قبضہ تک پہنچنے سے پہلے کٹوانا یا ایک قبضہ ہو جانے کے بعد ایک قبضہ (مٹھی) سے کم کروانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں ہے۔

درمختار و فتح القدیر میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت الفاظ لکھے ہیں چنانچہ درمختار میں ہے۔

واما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احدٌ واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم ج ۲ ص ۱۱۳ کتاب الصوم لہٰذا ایسا کرنے والا شخص فاسق ہے۔(۲)

اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (کذا فی الشامی ج ا ص ۵۲۳) قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد اماماً غیره وبعد اسطر تکره امامته بکل حالٍ بل مشی فی شرح المنیة علیٰ انه کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلاً عند مالك وراية عن احمد الخ لہٰذا کسی دوسرے متشرع ومتدین شخص کو امام بنائیں لیکن اگر اس گناہ کے ارتکاب کے باوجود اس کے پیچھے نماز ادا کرلی تو نماز ہو جائے گی البتہ ایسے شخص کو امام بنانے کی صورت میں سب کو مکروہ تحریمی کے ارتکاب کا گناہ ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۴۱۸ ج: ۲۔ کراچی۔

(۲) (شامی ص ۵۶۰ ج: ۱) کراچی۔

ویکره أن یکون الامام فاسقاً ویکره للرجال أن یصلّوا خلفه۔ (تاتار خانیه ص ۲۵۰ ج: ۲) زکریا۔

وکذا فی حلبی کبیری: ص ۵۱۳) سہیل اکیڈمی۔

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۳۰۳۔ دار الکتاب۔

قال الرملی ذکر الحلبی فی شرح منیة المصلی أنّ کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم۔ (منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ص ۳۴۹ ج: ۱)

عورتوں کی امامت مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۲۰۲): عورتوں کے لئے مرد کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ ایک آدمی ہے جو اپنے گھر کی چند عورتوں کو جمع کر کے امامت کرتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود اکیلا

ایک کمرے میں ہوتا ہے اور عورتیں دوسرے کمرے میں یا اسی کمرے میں پردہ کے پیچھے ہوتی ہیں اس صورت سے وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرتا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ **المستفتی:** مولانا سیف الدین قاسمی اے ون ریسٹ ہوٹل جنگلی گھاٹ انڈمان

الجواب: حامدًا ومصليًا

مرد عورت کی امامت کرسکتا ہے جائز ہے، مرد ایک کمرہ میں ہو اور عورتیں دوسرے کمرہ میں اس طرح بھی امامت جائز ہے بشرطیکہ امام اور مقتدی اور مقتدیہ کے درمیان دو صف کی مقدار سے زائد کا فاصلہ نہ ہو، اسی طرح امام کی آواز صاف سنائی دیتی ہو، **كذا فى الطحطاوى على المراقى.** (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) حاشية الطحطاوی ج: ۳۰۴۔ دار الکتاب۔

وکذا فی حلبی کبیر۔ (ج:۱/ص:۵۱۹) سہیل اکیڈمی۔

إمامة الرجل للمرأة جائزة اذا نوى الامام امامتها ولم يكن فى الخلوة أما إذا كان الامام فى الخلوة فإن كان الامام لهن أو ببعضهن محرماً فانه يجوز۔ (الفتاویٰ الہندیۃ :۱/ ۱۴۳، زکریا)۔

تكره إمامه الرجل لهن فى بيتٍ ليس معهنّ رجل غيره ولا محرم منه أو زوجته او آمته، أما اذا كان معهن واحد ممن ذكر أو أمهن فى المسجد لا يكره۔ (الدر المختار مع الشامی ج:۲/ص:۳۶۸، اشرفیہ)

شرابی امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال (۲۰۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ذیل کے مسئلہ میں

۱- ایک شرابی امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فاسق کی امامت مکروہ ہے بایں وجہ اس کے پیچھے نماز بھی مکروہ ہے۔ کذا فی الشامی مع الدر ج ۱ ص ۳۷۶ ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق (قوله فاسق) ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر الخ وفی الدر المختار ص ۳۷۸ و کذا تکرہ خلف امرد وسفیه الی ان قال وشارب الخمر الخ (۱) لیکن اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی البتہ متقی امام کے پیچھے پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے اتنا فاسق کے پیچھے نہیں ملے گا، تاہم تنہا پڑھنے سے اچھا یہ ہے کہ فاسق ہی کے پیچھے پڑھ لے کہ جماعت کا ثواب مل جائے، وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (قوله فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰة خلفهما اولیٰ من الانفراد ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الخ شامی مع الدر ج ۱ ص ۳۷۷۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی مع الدر المختار ص ۵۵۹، ایچ ایم سعید)

(۲) شامی ص: ۵۶۰ / ج: ۱ کراچی۔

ویکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمی وولد الزنا۔ الخ۔ (هدایة ج: ۱ ص: ۱۲۲)

ویکرہ امامة العبد والاعمی والاعرابی وولد الزنا۔ الجاهل، الفاسق الخ۔ (حاشیة الطحطاوی ص ۳۰۲) دار الکتاب دیوبند۔

عالم فاسق اور جاہل غیر فاسق میں احق بالامامت کون ہے؟

سوال (۲۰۴): فاسق عالم امامت کا زیادہ مستحق ہے یا جاہل غیر فاسق، فاسق کے پیچھے ادائیگی کا حکم کیا ہے؟ مفصل جواب مع ادلہ مطلوب ہے۔

المستفتی محمد عبداللہ مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور اعظم گڈھ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عالم فاسق احق بالامامۃ ہے ہٰکذا فی الشامی فی باب الاذان جلد اول۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویکرہ اذا جنب وإقامة واقامة محدث لا اذانه علی المذهب الصحیح۔ واذان امرأة وخنثی وفاسق۔ ولو عالما لکنه اولی با مامة آذان من جاهل تقی۔ (شامی ص۳۹۲ ج:۱، باب الآذان کراچی)۔

ولم أرلم ما إذا لم یوجد الا جاهل بالاوقات تقی و عالم بها فاسد أبهما أولی وقد قال فی الإمامة أن الفاسق أولی من الجاهل۔ (منحة الخالق علی هامس البحر ص۲۶۳ ج:۱، ایچ ایم سعید)۔

و کذا فی النهر الفاسق: ص:۱۷۹ ج:۱، باب الآذان زکریا۔

فاسق کی امامت کا حکم

سوال (۲۰۵): زید ایک جگہ امامت کے عہدے پر فائز ہے اس حال میں کہ اس نے اپنی بیوی کو چار سال سے چھوڑ دیا ہے یعنی نہ اس کے پاس وہ جاتا ہے اور نہ خرچ دیتا ہے نہ اس کی خبر لیتا ہے حالانکہ اس کی بیوی مالدار ہے وہ کہتی ہے کہ آپ ہمارے گھر

میں رہئے سب خرچ وغیرہ میں دوں گی لیکن وہ اس بات پر بھی تیار نہیں ہوتا نیز اسی چار سال کے عرصہ میں اس کی کچھ اخلاقی شکایات بھی سنی گئی ہیں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ شکایات یہاں تک بڑھ گئی کہ مار پیٹ اور قتل کا اندیشہ ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

شخص مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے **لقوله عليه الصلوٰة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر** (۱) جب تک چار عینی شاہد نہ ہوں متہم نہیں کیا جاسکتا لیکن جب مار پیٹ وقتل کا اندیشہ ہے تو بطور خیر خواہی یہ عرض ہے کہ شخص مذکور کو چاہئے کہ از خود امامت چھوڑ دے تاکہ فتنہ کا دروازہ مسدود ہو جائے۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

۲۵/۱۰/۱۴۰۲ھ

التعليق والتخريج

(۲) ولأن فى تقديم هؤلاء تنفير الجماعة فيكره وإن تقدموا أجاز لقوله عليه السلام صلوا خلف كل بر وفاجر (الهداية ص ۱۲۲ ج:۱، تهانوى).

وکذا فی فتح القدیر ص: ۵۔ ۳۰۴/ج: ۱۔ (دار إحياء التراث العربي، بيروت)۔

وکذا فی البنایہ ص ۳۹۴ ج: ۲، دار الفکر۔

(۱) سنن الدار قطنی ص: ۴۴/ج: ۲، رقم: ۱۷۴۷۔ دار الایمان۔

وکذا فی الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵۔ ۱۲۰۵/ج: ۲ دار الفکر۔

داڑھی کٹوانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

سوال (۲۰۶): جو شخص داڑھی کٹواتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی ارشاد احمد پرتاب پوری پوسٹ کٹھری ضلع فیض آباد (مقیم حال دوبئی)

الجواب: حامدًا ومصلیًا

لحیہ کی مقدار شرعی ایک قُبضہ ہے ایک قُبضہ تک پہونچنے سے پہلے کٹوانا یا ایک قبضہ ہو جانے کے بعد ایک قبضہ سے کم کروانا کسی کے نزدیک بھی مباح نہیں، درمختار و فتح القدیر میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت الفاظ مذکورہ ہیں غرضیکہ جو شخص مقدار شرعی داڑھی نہ رکھتا ہو، کٹواتا ہو وہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء درست نہیں، فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

وفی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدیٰ بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد امامًا غیره وبعد اسطر قال تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلًا عند مالک ﷺ وروایة عن احمدؒ (رد المحتار ج ا ص ۵۲۳)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ویکره امامة عبد و اعرابی وفاسق واعمی وتحته فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة۔ الخ۔ (شامی مع الدر المختار ص۵۵۹ ج:۱، ایچ ایم سعید۔

(۲) شامی ص: ، ج: ۔ کراچی۔

ویکره تقدیم العبد والأعرابی والفاسق والاعمی وولد الزنا۔ الخ۔ (هدایة ص۱۲۲ ج:۱)۔

ویکره إمامة العبد والأعمی والأعرابی وولد الزنا الجاهل، والفاسق۔ (حاشیة الطحطاوی ص۳۰۲)۔ دار الکتاب۔

جن کی امامت کا حکم

سوال (۲۰۷): جن کی امامت صحیح ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جن کی امامت صحیح ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز صحیح ہوگئی۔

"والجماعة سنّة مؤكدة للرجال واقلها اثنان واحد مع الامام ولو مميز او ملكا أو جنيا فى مسجد او غيره وتصح امامة الجنّى لانه مكلف" (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/ ۳۷۳)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الدر المختار ص ۸۲ ج:۱، اشرفیہ۔

وتصح إمامة الجنى۔ (الدر المختار مع الشامى ص:۵۵۴ ج:۱، کراچی)۔

أنه سئل عن الجن هل تصح الصلاة خلفه؟ فقال نعم۔ لأنهم مكلفون والنبى مرسل إليهم۔ (آكام المرجان فى أحكام الجان الباب السادس والعشرون ص:۶۱ دار الكتب العلمية)۔

شرابی کی امامت کا حکم

سوال (۲۰۸): شرابی امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فاسق کی امامت مکروہ ہے بایں وجہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (کذا فی

الشامی مع الدر: ۱/۳۷۶) ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق (قوله فاسق) لعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر ......الخ. (وفی الدر المختار: ۳۷۸) وکذا تکرہ خلف امرد وسفیه الی ان قال وشارب الخمر ......الخ.

لیکن اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا تو نماز ہو جائے گی البتہ متقی امام کے پیچھے پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے اتنا فاسق کے پیچھے نہیں ملے گا۔ تاہم تنہا پڑھنے سے اچھا یہ ہے کہ فاسق ہی کے پیچھے پڑھے کہ جماعت کا ثواب تو مل جائے۔

وفی النهر من المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (قوله) نال فضل الجماعة افاد ان الصلوٰة خلفهما اولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی الخ (شامی مع الدر: ۱/۳۷۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۳۷۶ ج: ۱ نعمانیہ۔

عن أبی هریرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم: صلوا خلف کل بر وفاجرٍ۔ (سنن الدار قطنی: ۲/۲۴ دار الکتب العلمیة)۔

إمامة صاحب الهویٰ والبدعة مکروهة۔ (بدائع الصنائع ص ۳۸۷ ج: ۱۔ زکریا)۔

وکون الکراهة فی الفاسق تحریمیة۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۰۱۔ دار الکتاب)۔

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اجعلوا أئمتکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین الله عز وجل۔ (سنن الدار قطنی ص ۴۷ ج: ۲۔ دار الکتب العلمیة)۔

امامت کی تنخواہ کا حکم

سوال (۲۰۹): اگر کوئی امام مقررہ وقت پر پانچوں وقت کی نمازیں پڑھانے کے لئے تنخواہ لے یا دیا جائے تو کیا یہ درست ہے اور اس تنخواہ پانے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

امامت کی تنخواہ لینا جائز ہے لیکن بڑھیا بات یہ ہے کہ اگر اللہ پاک نے وسعت دی ہو تو بغیر تنخواہ کے پڑھائے۔

التعليق والتخريج

(۱) ولا تصح الإجارة لأجل الطاعات ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة۔ (الدر المختار مع الشامي ص:۵۵ ج:۶۔ کراچی)۔

(۲) والمفتى به عند متأخري الحنفية جواز الاستئجاد لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان۔ (الموسوعة الفقهية ص۲۱۵ ج:۶۔ وزارة الأوقاف)۔

(۳) ويفتى اليوم بالجواز على الإمامة وتعليم القرآن والفقه۔ (ملتقى الأبحر ص۱۶۲ ج:۲۔ مؤسسة الرسالة)۔

والفتوىٰ اليوم على الجواز: وفي الروّضةِ: في زماننا يجوز للإمام والمؤذن والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق ص:۲۰ ج:۸۔ سعيد)۔

غیر امام کے پیچھے امام کی نماز کا حکم

سوال (۲۱۰): امام صاحب نے حکم لگا رکھا ہے کہ اگر انہیں آنے میں دیر ہو جائے تو پانچ منٹ تک انتظار کیا جائے اگر اس درمیان میں کوئی دوسرا نماز پڑھاتا ہے تو امام صاحب کو ناگوار ہوتا ہے اور اسکے پیچھے نماز نہیں پڑتے ایک بار مسجد میں ایسا

ہو چکا ہے، جماعت ہو رہی تھی اور امام صاحب نے الگ نماز پڑھی امام صاحب کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

یہ حکم ایک نظم وانتظار برقرار رکھنے کے لئے ہے اتنی مراعات تو امام صاحب کو دینی ہی چاہئے مقتدیوں کو چاہئے کہ اس کا لحاظ رکھیں لیکن اگر مقتدی حضرات وقت پر جماعت کھڑی کردیتے ہیں تو امام صاحب کے لئے مناسب نہیں کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد فوراً بنالیں اور دوسری جماعت شروع کردیں بلکہ جو نماز پڑھا رہا ہو اس کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ کسی امام کو بلا وجہ شرعی ہٹادینا بہتر نہیں ویسے امام صاحب کو رکھنے نہ رکھنے کا اختیار متولی مسجد کو ہے اور اگر متولی نہ ہو تو کثرت آراء کے ذریعہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ امام مذکور کے بارے میں جتنی باتیں دریافت کی گئیں ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں جس سے امام کو ہٹانے کا جواز ہو باقی افہام وتفہیم اپنی جگہ پر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۱): زید ایک مسجد کا امام ہے عالم یا قاری یا حافظ نہیں ہے صرف مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی اردو تصنیفات کا مطالعہ کر رکھا ہے جس کی بناء پر اپنے آپ کو کسی پایہ کے عالم سے کم نہیں سمجھتا ہے قرآن میں اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو ٹوکنے پر جھگڑا کرنے کو تیار رہتا ہے اور رہر وہ طریقہ اپناتا ہے کہ کوئی اس کی غلطی پر روک ٹوک نہ کرے جبکہ مقتدیوں میں سے اچھا قرآن پڑھنے والے عالم موجود ہیں تو ایسے لوگ کیا کریں جبکہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن میں ایسی غلطی ہے جو نماز میں بھی نقص پیدا کردے گی اور امام کو بتا بھی نہیں سکتے ہیں تو ایسے لوگ جو امام سے افضل ہیں امام کی اقتدا کریں یا تنہا نماز پڑھیں اور ایسے امام کی امامت کا کیا حکم ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کسی دیندار عالم کو بلا کر اس کے سامنے امام صاحب سے نماز پڑھوائیے اگر واقعۃً امام صاحب ایسی غلطی کرتے ہیں جس سے نماز میں نقص پیدا ہو جاتا ہے تو افہام وتفہیم کے ذریعہ ان کو اس سے روکئے اور اگر وہ کہیں جا کر قرآن کریم کی تصحیح کرائیں تو بہتر ہے ورنہ عامۃ المسلمین کی رائے سے دوسرا امام مقرر کریں بہر حال کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جس سے آپس میں کشیدگی اور لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے۔(۱)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبد الحلیم عفی عنہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

عن أبي مسعود البدري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤم القوم أقرؤهم بكتاب الله وأقدمهم قراءة... الخ۔ (سنن أبي داؤد ص:۸٦ ج:۱۔ مکتبہ بلال)۔

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة ومعنى الحسن بالتلاوة أن يكون عالماً بكيفية الصلاة۔ (شامی ص:۵۵۷ ج:۱۔ کراچی)

(۳) لا يجوز إمامة الذى لايقدر على التكلم ببعض الحروف إلا لمثله إذا لم يكن فى القوم من يقدر على التكلم بتلك الحروف۔ (الفتاویٰ الهندية ص۸٦ ج:۱، رشيدية)۔

”حلف بے ایمانوں کے لئے نہیں“ کہنے والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۲): زید و بکر کے درمیان کسی زمین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی زید نے بکر سے کہا کہ آپ حلف اٹھالیں تو بات مان لی جائے گی اس پر اصغر علی نے۔ اس وجہ سے کہ زید نے اس سے پہلے کسی واقعہ پر حلف کا اعتبار نہیں کیا تھا۔ کہا کہ حلف کی کیا قیمت ہے،

حلف ایمانداروں کے لئے ہے بے ایمانوں کے لئے نہیں، تالا ساہو کے لئے ہے چور کے لئے نہیں اصغر علی کے اس کہنے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی امامت واقتداء درست ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

اصغر علی کے کلام میں کوئی ایسا جملہ نہیں جس سے ان کی تکفیر لازم آتی ہو لہٰذا یہ مسلمان ہیں، مومن ہیں، ان کی امامت بھی درست ہے، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی درست ہے، کسی مسلمان کو خواہ مخواہ کافر بنانے کے چکر میں پڑنا انتہائی قبیح ہے اس حرکت سے توبہ کرنا لازم ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي زر رضي الله عنه قال أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك۔

(صحيح البخاري كتاب الأدب ص:۸۹۳ ج:۲۔ قديم)

قال ابن نجيم "وفي الفتاوىٰ الصغرى: الكفر شئ عظيم فلا أجعل المؤمن كافراً متى وجدت رواية۔ (البحر الرائق ص:۲۱۰ ج:۵۔ رشيدية)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلوا اخلف كل بروفاجرٍ۔ (سنن الدار قطني ص:۴۴ ج:۲۔ مكتبه دار الايمان)۔

ڈیلر کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۳): سرکار غریب کسانوں کو کچھ رقم دو قسط میں کھانے کمانے کی غرض سے دیتی ہے نصف رقم نقد کیش دیتی ہے، اور نصف رقم کا فرنیچر دیتی ہے، فرنیچر دینے والے کو

ڈیلر کہتے ہیں فرنیچر کا بھگتان ڈیلر ہی کو ملتا ہے، ڈیلر سیل ٹیکس ادا کر کے فرنیچر کی رقم سرکار سے وصول کرتا ہے غریب کسان فرنیچر نہ لے کر ڈیلر کے ذریعہ فرنیچر کی رقم وصول کر کے اپنے کاروبار میں لگانا چاہتا ہے ڈیلر لوگوں سے سیل ٹیکس لیکر اس کا کام کر دیتا ہے، سیل ٹیکس کے علاوہ ڈیلر گھوس اور رشوت نہیں لیتا ہے بلکہ غریبوں کی ہمدردی میں اس کام کو کرتا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ اگر ڈیلر، اس کام کو نہ کرے تو غریب کسانوں کی رقم نیتا لوگ گھوس و رشوت میں کھا جائیں گے۔ ڈیلر کبھی کبھی امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتا ہے مصلیان مسجد کہتے ہیں کہ ڈیلر جو کام کرتا ہے، وہ غلط ہے لہٰذا ہم ڈیلر کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں ڈیلر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) أخذ الجائزة من السلطان قال بعضهم: يجوز مالم يعلم أنه يعطيه من حرامٍ قال محمد وبه نأخذ. (الفتاوىٰ الهندية ص ۳۴۲ ج:۵ رشيدية).

عن أبي هريرة رضی الله عنه قال أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلوا خلف كل برو فاجرٍ. (سنن الدار قطنى ص:۴۴ ج:۲. مكتبه دار الإيمان).

عن مرثد بن أبي مرثد وكان بدرياً قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن سركم أن تقبل صلاتكم فليؤمكم خياركم فانه وفد بينكم وبين ربكم. (المعجم الكبير للطبراني، ص:۳۲۸. ج:۲۰). دار إحياء التراث العربي.

ٹخنہ تک جبہ پہن کر امام کے نماز پڑھانے کا حکم

سوال (۲۱۴): امام صاحب جب نماز پڑھاتے ہیں تو جبہ پہنے رہتے ہیں اس سے ان کا ٹخنہ ڈھکا رہتا ہے اور جب سجدے میں جاتے ہیں تو ہاتھ سے اوپر کر کے سجدہ کرتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت تو نہیں ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز ہو جائے گی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي زر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا يفظر إليهم ولا يز كيهم ولهم عذاب أليم۔ قال فقراءها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أبوداؤد: خابوا وخسروا من هم يا رسول الله؟ قال: المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب۔ (صحيح للمسلم ص۷۱ ج:۱، رقم الحديث: ۱۰۶)۔

ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق وفي الشامية لعل المراد به من برتكب الكبائر۔ (شامی ص:۵۵۹ ج:۱۔ کراچی)

و كون الكراهة في الفاسق تحريمية۔ (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۳۰۱ دار الكتاب)۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند۔ص:۱۱۷/ج:۳۔

فاتحہ نہ پڑھنے والے امام کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۵): ایک حافظ صاحب ایک گاؤں میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور گاؤں کی مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں ایک روز گاؤں کے کچھ لوگ مٹھائی مسجد میں تقسیم کرنے کے لئے لائے حافظ صاحب سے لوگوں نے مٹھائی پر فاتحہ کرنے کے لئے کہا تو حافظ صاحب نے انکار کیا اور کہا کہ دوسرے لوگ کر دیں لیکن لوگ بضد ہو گئے اور یہاں تک کہا کہ آپ کو تنخواہ اسی لئے دیا جاتا ہے تو حافظ صاحب نے غصہ میں آ کر یہ کہہ دیا کہ آپ لوگ خنزیر کا گوشت کھانے کے لئے کہیں تو کیا ہم کھائیں گے یہ ہم سے ہرگز نہیں ہوسکتا اس پر لوگ برہم ہو گئے اور اتنا برہم ہوئے کہ کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز ہی نہیں پڑھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ نماز ہی نہیں ہوگی اور کچھ مولوی حضرات بھی ان جاہلوں کا ساتھ دے رہے ہیں اور اس بات کو لیکر حافظ صاحب کو گاؤں سے نکالنا چاہ رہے ہیں اور گاؤں میں بہت کشیدگی ہے اور کچھ لوگ حافظ صاحب کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور خوش نہیں اور حافظ صاحب کو اقرار ہے کہ ہم کو نہیں کہنا چاہئے تھا لیکن غصہ میں وہ لفظ نکل گیا اور حافظ صاحب نے خدا تعالیٰ سے توبہ بھی کرلیا ہے لیکن لوگوں کا کہنا ہے کہ توبہ خدا سے لوگوں کے سامنے کیجئے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حافظ صاحب اپنے اس قول سے اس لائق ہو گئے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے؟ اور امامت کر سکتے ہیں یا نہیں اور اس قول سے توبہ خدا سے لوگوں کے سامنے ضروری ہے؟ یا تنہائی میں کرلینا کافی ہے اور حافظ صاحب کا قول صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

مروجہ فاتحہ خلاف سنت وشریعت ہے (۱) لہٰذا حافظ صاحب کا انکار کرنا بجا ہے۔ لوگوں کا فاتحہ پر اصرار کرنا غلط تھا ان لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے جو ایک خلاف سنت وشریعت عمل پر مصر تھے۔ جو حضرات فاتحہ پر مصر افراد کا ساتھ دے رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس عمل سے توبہ کریں اور حافظ صاحب کی دل آزاری کی ہے لہٰذا ان سے معافی مانگیں۔ ویسے

حافظ صاحب کے پیچھے صرف اس وجہ سے کہ فاتحہ نہیں پڑھا نماز پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں نماز جائز ہے۔ البتہ حافظ صاحب کو چاہیئے کہ ازخود ایسی جگہ کو چھوڑ دیں جہاں کے لوگ اس درجہ نامعقول ہوں۔ لیکن صرف اس وجہ سے لوگ امام صاحب کو ہٹانا چاہیں تو ان کا یہ عمل غیر شرعی ہوگا۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ ایاکم ومحدثات الأمور فإن شر الأمور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالہ۔ (سنن ابن ماجہ ص: ٦۔ باب اجتناب البدع والجدل النسخۃ الھندیۃ)۔

(۲) امداد الفتاویٰ ص: ٣٠٦ ج: ٥۔ قدیم۔

فتاویٰ محمودیہ ص ٢٩٠ ج: ٥۔ میرٹھ۔

کفایت المفتی ص: ٢١٩/ج: ١۔ قدیم۔

فتاویٰ رشیدیہ ص ١٤٥٤۔ قدیم۔

معذور کی امامت وخطبہ کا حکم

سوال ١٦٩: جامع مسجد اعظم گڑھ کے امام قاری محمد عمر صاحب کے پیر میں درد رہتا ہے جس کی وجہ سے عرصہ سے وہ خطبہ بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور پہلی رکعت پر کھڑے ہو کر چند آیتیں پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور پوری نماز بیٹھ کر پڑھاتے ہیں، بہت سے لوگوں کو اعتراض ہے کہ جب دوسرے اشخاص مل سکتے ہیں جو نماز پڑھا سکیں تو کیوں ایسے امام صاحب سے نماز پڑھوائی جائے جو معذور ہیں، مہربانی فرما کر اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ اولی کیا ہے اور اس طرح لوگوں کی نماز میں کوئی خرابی تو نہیں ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بیٹھ کر خطبہ دینا جائز ہے لیکن خلاف سنت ہے ''**واما سنتها فخمسة عشر وثانيها القيام هكذا فى البحر الرائق ولو خطب قاعدا او مضطجعا جاز هكذا فى فتاوى قاضى خان**'' (عالمگیری: ۱/۱۴۶) (۱)

اسی طرح معذور کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا بھی جائز ہے نیز کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کے لئے ان کی اقتدا بھی جائز ہے ''**ويصح اقداء القائم بالقاعد الذى يركع ويسجد لا اقتداء الراكع والساجد بالمومى هكذا فى فتاوى قاضى خان**'' (الفتاوی الہندیہ: ۱/ ۸۵) (۲)

تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسا امام رکھا جائے جو کھڑا ہو کر خطبہ دے اور نماز پڑھائے۔ موجودہ خطیب صاحب کو چاہئے کہ خوشی سے ممبر چھوڑ دیں تا کہ اختلاف وانتشار نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) **أمّا سننها فخمسه عشر: أحدها الطهارة وثانيها القيام هكذا فى البحر الرائق ولو خطب قاعداً أو مضطجعاً جاز هكذا فيا فتاوىٰ قاضى خان۔ (هندية ص۲۰۷ ج:۱) زكريا جديد۔**

وفى مجمع الأنهر ص: ۲۴۲ ج:۱) فقيه الأمت۔

وفى قاضى خان ص: ۱۱۳ ج:۱، زكريا جديد۔

(۲) **ويصحّ اقتداء القائم بالقاعد الذى يركع ويسجد لا اقتداء الراكع والساجد بالمومى هكذا فى قاضى خان۔ (هنديه ص: ۱۴۲ ج:۱) زكريا جديد۔**

وكذا فى الشامى ص: ۴۰۶/ ج: ۲۔ اشرفيه۔

وفى البحر الرائق ص: ۳۶۴/ ج: ۱ سعيد۔

نیم اعرج کی امامت کا حکم

سوال ۱۷۰: زید معذور ہے یعنی ایک پیر کا اتنا لنگڑا ہے کہ وہ اگر کسی چیز کا سہارا لے کر چلتا ہے تو بآسانی منزل مقصود طے کر لیتا ہے اور اگر کسی چیز کا سہارا لیکر نہیں چلتا ہے تو اس میں کچھ پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ جب وہ راستہ چلتا ہے تو پیر ان کا زمین پر یعنی ٹیکتا ہوا چلتا ہے جیسا کہ کچھ حصہ زمین پر پڑتا ہے اور کچھ حصہ زمین سے الگ رہتا ہے اب ان صورتوں میں زید کی پیش امامی کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

"**وکذا اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره أولی**" (تاتار خانیه(۱) شامی: (۲) ۱/۸۷۲، عالمگیری: (۳) ۱/۸۵)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نماز ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے آدمی کو امام بنایا جائے جس کے دونوں پاؤں صحیح ہوں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لو کان بقَدَمِهٖ عرج یقوم ببعض قَدَمِهٖ یجوز وغیره أولی۔ (تاتار خانیه ص:۲۵۰ ج:۲) زکریا۔

(۲) شامی ص:۴۰۸ ج:۲ اشرفیہ۔

(۳) لو کان لقدم الإمام عوج وقام علی بعضها یجوز وغیره أولی۔ (هندیة ص:۱۴۲ ج:۱) زکریا جدید۔

البحر الرائق ص:۳۶۵ ج:۱ سعید۔

تبیین الحقائق ص:۱۴۳ ج:۱ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

سنیما باز شخص کی امامت کا حکم

سوال (۲۱۸): بکر پابند شرع ہے وہ جانتا ہے کہ محلہ کا امام سنیما دیکھنے والا غیبت خور، ریڈیو سنتا ہے جس سے بکر محلہ کا ہوتے ہوئے مسجد میں نماز باجماعت نہیں پڑھتا ہے ایسا امام اور بکر تارک جماعت سے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے (کذا فی الشامی) (۱) لیکن اس حالت میں جماعت ترک کرنے کی اجازت نہیں، اگر قریب کی کسی دوسری مسجد میں باجماعت نماز ادا کرلی جائے (۲) تو ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ شرعی ثبوت فراہم کرکے نمازیوں کے ذریعہ ایسے امام کو الگ کردیا جائے، البتہ اس کا خیال ضروری ہے کہ فتنہ نہ پیدا ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) کراهة تقديمه كراهة تحريم۔ (شامی ص:۳۵۶ ج:۲) اشرفیه۔

كذا فی الدر المختار: وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع قال فضل الجماعة (قوله فال فضل الجماعة) أفاد أنّ الصلاة خلفهما أولى من الانفراد لكن لاينال كماينال خلف تقي ورع۔ (شامی ص:۳۵۸ ج:۲) اشرفیه۔

(۲) إنّ الفاسق إذا تعذّر منعه يصلى الجمعة خلفه وفى غيرها ينتقل إلى مسجد آخر وعلل له فى المعراج بأنّ فى غير الجمعة يجد إماماً غيره۔ (البحر الرائق ص:۳۴۹ ج:۱) سعید۔

وفی حلبی کبیری ص:۵۱۳۔ سہیل اکیڈمی لاہور۔

وفی ہندیہ ص:۱۴۱۔۱۴۳/ ج:۱ ز کریا جدید۔

امرد بالغ کو امام بنانے کا حکم

سوال (۲۱۹): کسی بالغ حافظ قرآن امرد کو جس کے چہرہ پر ابھی داڑھی نہ نکلی ہو کسی مسجد کا مستقل امام مقرر کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

زید عفی عنہ شاہ گنج

الجواب: حامدًا ومصلیًا

امرد کو امام بنانا روح شریعت ذوق طریقت کے خلاف ہے، امرد کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے ”**الا بالضرورة، وكذا تكره خلف امرد سفيه ومفلوج وفى الشامى لانه محل الفتنة**“ (ردالمحتار: ۱/ ۵۶۲) (۱)

لہٰذا غیر امرد امام تلاش کرلیا جائے تو احوط وانسب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) **وكذا تكره خلف أمرد وسفيه ومفلوج، و تحته فى الشامية: لأنّه محل الفتنة۔ (شامی ص: ۳۵۹ ج: ۲)۔ اشرفیه**

وفی الفقه علی المذاهب الأربعة ص ۳۳۵ / ج: ۱) سلمان عثمان اینڈ کمپنی۔

الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۰۳۔ دار الکتاب۔

الفقه الاسلامی وادلته۔ ص: ۱۲۱۰ / ج: ۲۔ دار الفکر المعاصر۔

الموسوعة الفقهية ص: ۲۵۳ / ج: ۶۔ کویت۔

شرٹ پہن کر امامت کرنے کا حکم

سوال (۲۲۰): کوئی شخص امامت کرے اور وہ خود نماز کی پابندی نہ کرے، پائنٹ اور شرٹ پہن کر امامت کرے جبکہ امام صاحب کو کئی بار یعنی دو بار ٹوکا گیا کہ امام صاحب آپ امامت کرتے ہیں، شرٹ پہن کر ٹھیک نہیں ہوتا ہے، جبکہ کرتا پائجامہ گھر پر موجود ہونے پر شرٹ پہن کر کے امامت کرتے ہیں، لہٰذا یہ امامت شرٹ پہن کر کے ٹھیک ہے یا نہیں شرعی حکم کیا ہے مطلع فرمادیں۔

امام صاحب کی کل نمازیں جو امام صاحب پڑھتے ہیں فجر چار رکعت نماز میں پڑھتے ہیں ظہر دس رکعتیں نماز میں پڑھتے ہیں عصر چار رکعت مغرب پانچ رکعت عشاء نو رکعتیں ہیں۔

اگر کبھی امام صاحب کی فجر کی نماز قضاء ہوگئی تو امام صاحب صرف فرض کی قضاء پڑھتے ہیں سنت بالکل ہی نہیں کبھی بھی نہیں پڑھتے اگر ظہر کی نماز کسی وجہ سے چھوٹ گئی تو ایک آدھ گھنٹے کے بعد پڑھتے ہیں تو کل آٹھ ہی رکعت ورنہ دس جب جماعت سے پڑھتے ہیں تب! عصر اور مغرب کی نمازیں تو اتوار اور بدھ کو چھوٹ ہی جاتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بازار کرتے ہیں۔

ہیئت سے نہ مولوی ہیں نہ حافظ بلکہ تھوڑی سی تعلیم ہے امامت کرتے ہیں، ان کے نانا امامت کرتے تھے جب بیمار پڑے تو ان کو بنادیا لہٰذا کتنے آدمیوں کو کراہت ہوتی ہے لیکن مجبوری کی وجہ سے بول نہیں پاتے ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

نوٹ: کوئی شخص ایسا ہو کہ صرف عید اور بقرعید کی نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھتا ہو تو اس حال میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں کیا حکم ہے مطلع فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس صورت میں امام صاحب کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے یعنی نماز ہو جائے گی ہاں امام صاحب کے لئے مناسب یہ ہے کہ لباس (۱) شرعی اختیار کریں تا کہ منصب امامت کی توہین

نہ ہو، اور امام صاحب کے لئے خود نماز کا پابند ہونا تو بہر حال ضروری ہے، اگر امام صاحب کے پاس شرٹ کے علاوہ کوئی کرتا نہ ہو تو مقتدیوں کو چاہئے کہ امام صاحب کو اپنی طرف سے شرعی کرتا بنوا کر ہدیہ کر دیں تا کہ امامت کے وقت لازماً پہن لیا کریں، یہ سب باتیں تو ان کی ایمانداری پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کا اتنا تو اہتمام کرتے ہیں، بہت سے لوگ تو یہ بھی نہی کرتے۔ فجر کی نماز میں دو رکعت سنت مؤکدہ اور دو رکعت فرض ،ظہر کی نماز میں چار رکعت فرض اور فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ اور فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ اور باقی نوافل ہیں ضروری نہیں، اسی طرح عصر کی نماز چار رکعت ہے اس سے پہلے سنت غیر مؤکدہ ہے واجب نہیں، مغرب کی تین رکعت فرض اور دو رکعت سنت مؤکدہ باقی نفل ہے، عشاء کی نماز چار رکعت فرض دو رکعت سنت مؤکدہ اور تین رکعت وتر باقی نوافل ہیں، سنت غیر مؤکدہ اور نوافل اختیاری ہیں، جی چاہے پڑھے جی چاہے نہ پڑھے، البتہ بہتر یہ ہے کہ پڑھ لیا جائے لیکن اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر طعن و تشنیع جائز نہیں۔

فجر کی نماز اگر قضاء (۲) ہوگئی اور زوال سے پہلے اس کو ادا کیا تو سنت کے ساتھ اس کی قضاء کرنی چاہئے اور اگر زوال کے بعد ادا کیا تو فجر کی سنت کا پڑھنا ضروری نہیں اور اگر ظہر کی نماز چھوٹ جائے اور قضاء ہونے سے پہلے اس کو ادا کیا جائے تو چار رکعت سنت چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت یعنی دس رکعت پڑھنا ضروری ہے، ظہر سے پہلے اور بعد کی سنتیں مؤکدہ ہیں، لہٰذا اس کے چھوڑنے پر گناہ ہوگا، البتہ اگر ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا اور نماز قضاء ہوگئی تب صرف چار رکعت کی قضاء ہے، سنت کی قضاء نہیں، کسی بھی نماز کی قضاء ہو جانے کے بعد اس کو ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے اس لئے وقت نکال کر فوت شدہ نمازیں پڑھ لینی چاہئے۔

امامت کے لئے حافظ اور پورا مولوی ہونا شرط اور ضروری نہیں (۲) ہے، البتہ نماز کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، اگر امام صاحب نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوں تو ٹھیک ہے، لوگوں کو کراہت کیوں ہوتی ہے؟ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ ان کو ہٹانا ہی چاہتے ہیں؟ یا

یہ چاہتے ہیں کہ امام صاحب اور دیندار ہو جائیں اگر لوگ امام صاحب کی اور دینداری چاہتے ہیں تو امام صاحب سے ادب کے ساتھ درخواست کرنا چاہئے کہ بعض چیزیں آپ کی لوگوں کو ناگوار ہوتی ہیں ان کو آپ تبدیل کر دیں بے وجہ فتنہ وفساد اچھی بات نہیں ہے، ہاں اگر امام صاحب از خود امامت سے سبکدوش ہو جائیں تو ان کا یہ عمل محمود ہوگا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی امامت سے لوگ کسی امر دینی کی وجہ سے ناراض ہوں تو امام کو امامت چھوڑ دینی چاہئے، اور اگر لوگوں کی وجہ ناراضگی بغض وعناد اور عداوت و دشمنی ہو تو مقتدیوں کو ان صفات رزیلہ سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

ضرور نماز جنازہ پڑھنی چاہئے کیونکہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہے، اور نماز جنازہ اس کا حق ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ (۴) "**صلوا علی کل بر وفاجر**" ہر نیک و بد پر نماز جنازہ پڑھو لہٰذا وہ نماز جنازہ کا مستحق ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلاثة أثواب قمیص وازار وعمامة۔ (هندیه ص:۱۱۶ ج:۱) زکریا جدید (وفی حلبی کبیری ص۲۱۶) سعید اکیڈمی لاهور۔ (وفی التاتارخانیه ص:۲۰۳ ج:۱)۔ زکریا۔

(۲) لم تقض سنّة الفجر الّا إذا فاتت مع الفرض فتقضی تبعاً للفرض سواء قضاها مع الجماعة أو وحده لأنّ الأصل فی السنّة أن لا تقضی لاختصاص القضاء بالواجب وقیّد بسنّة الفجر لأنّ سائر السنن لا تقضی بعد الوقت الاتبعا ولامقصوداً وقضی التی قبل الظهر فی وقته۔ (البحر الرائق ص:۷۴ ج:۲) وفی مجمع الأنهر ص۲۱۱۔ ۲۱۲، ج:۱) فقیه الامت (وفی الشامی ص:۶۲۲۔ ۶۲۳ ج:۲) اشرفیه۔

(۳) أعلم باحکام الصلاة الحافظ مابه سنّة القراء ة ویجتنب الفواحش

الظاهرة... أحق بالإمامة۔ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص:۲۹۹) دار الکتاب (وفی الشامی ص:۳۵۰ ج:۲) اشرفیه (وفی البحر الرائق ص:۳۴۷ ج:۱) سعید۔

(۴) ويصلى على كلّ مسلم مات بعد الولادة، صغيراً كان أو كبيراً ذكراً كان أو أنثى، حرًّا كان أو عبداً إلّا البغاة وقطاع الطريق ومَن بمثل حالهم۔ (هنديه ص:۲۲۴ ج:۱) زکریا جدید (وفی الشامی ص۱۲۵۔ ۱۲۶ ج:۳) اشرفیه (وفی التاتارخانیه ص:۵۳ ج:۳) زکریا۔

امام نے نسبندی کرالی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

سوال (۲۲۱): امام صاحب نے نسبندی کرالیا ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے کچھ لوگوں کو اعتراض ہے کہتے ہیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوگی اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے حالانکہ امام صاحب کو معقول تنخواہ اور کھانا بھی ملتا ہے خلاصہ کریں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو اور جھگڑا فساد سے بھی لوگ پرہیز کریں۔

ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کی جائے یا نہیں جس کے پیچھے دل رجوع نہ ہو اور دل کراہت کرے چاہے وہ کسی بھی مسلک کا ہو۔

مسجد کے اندر قرآن خوانی، نکاح خوانی، محفل میلاد، درود سلام پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز جنازہ وقت ضرورت مسجد کے اندر پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر خوشی سے نسبندی کروائی ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، (۱) اور اگر زبردستی ان کی نسبندی کر دی گئی تو وہ معذور ہیں، تاہم توبہ واستغفار کے بعد امامت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دل کے رجوع نہ ہونے کی وجہ کوئی وجہ شرعی ہو تب تو یہ اچھی بات ہے اور اگر کوئی دنیوی غرض ہو تب یہ اچھی بات نہیں۔

مسجد میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ صرف مسجد ہی میں تلاوت نہ کرے بلکہ گھر میں بھی تلاوت کا معمول رکھنا چاہئے۔

مسجد میں نکاح مستحب (۲) ہے مسجد میں تقریر بھی کی جاسکتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعظ و نصیحت مسجد میں ثابت ہے۔

مسجد نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہے اور نماز میں ہر نمازی درود و سلام پڑھتا ہی ہے۔
نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا اس طور پر کہ جنازہ بھی مسجد میں ہو مکروہ ہے۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویکره امامة عبد وفاسق فإن أمکن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلّا فالاقتداء أولى من الإنفراد۔ (شامی ص:۵۵۹ ج:۱) کراچی۔ (وفی الهندية ص:۱۴۱۔ ۱۴۳ ج:۱) زکریا جدید۔ (وفی التاتارخانيه ص:۲۵۰۔ ۲۵۲ ج:۲)۔ زکریا۔

خصاء بني آدم حرام بالاتفاق۔ (هنديه ص:۴۱۲ ج:۵) زکریا (وفی التاتارخانيه ص:۲۰۸ ج:۱۸) زکریا۔ (وفی البحر ص۳۴۹ ج:۱) سعید۔

(۲) ويندب إعلانه وتقديم خطبة و كونه في المسجد۔ (شامی ص:۸ ج:۳)۔ کراچی (وفی البزازيه ص:۱۰۱ ج:۱) زکریا جدید۔

قال عليه الصلوٰة والسلام: علنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدّف۔ (ترمذی شریف ص:۲۰۷ ج:۱)۔

(۳) وكرهت تحريماً وقيل تنزيهاً في مسجد جماعة هو أی الميت فيه وحده أو مع القوم۔ (شامی ص:۱۴۸/ ج:۳) اشرفیه۔

(وكذا في الهندية ص:۲۲۶ ج:۱) زکریا جدید۔

(وكذا في مجمع الأنهر ص۲۷۲ ج:۱) فقيه الأمت۔

عیب دار آدمی کو امام بنانا کیسا ہے؟

محترمی سلام مسنون!

سوال (۲۲۲): (۱) کیا نمازی کی امامت عیب دار آدمی نہیں کرسکتا ہے؟ کیا نامرد آدمی کو عیب دار کہا جا سکتا ہے؟

(۲) اگر ہاں تو کیا ایسا آدمی امامت کرسکتا ہے؟ ابو محمد خان

الجواب: حامدًا ومصلیًا

طبعی یا شرعی کوئی بھی ایسا عیب جس سے اکثر لوگوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت ہو، ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہئے امام ایسا ہو جو باعث تکثیر جماعت ہو ایسا امام جو باعث تقلیل جماعت ہو شرعاً مطلوب نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولوا أمّ قوماً وهم له كارهون. إنّ الكراهة لفساد فيه أو لأنّهم أحق بالإمامة منه كره له ذلك تحريماً لحديث أبي داؤد: لا يقبل الله صلاة من تقدّم قوماً وهم له كارهون. (شامی ص:۳۵۴ ج:۲) اشرفیه.

وکذا فی الہندیہ ص: ۱۴۴/ ج: ۱، زکریا جدید۔

وفی البحر الرائق ص: ۳۴۸/ ج: ۱، سعید۔

وفی النہر الفائق ص: ۲۴۲/ ج: ۱، زکریا بک ڈپو۔

امام کی تعیین کا مسئلہ

سوال (۲۲۳): ہمارے یہاں مسجد میں امام متعین نہیں اگر چہ جماعت سے نماز ہوتی ہے لیکن جو بھی حاضرین میں سے پڑھا دے، فرق مراتب بھی نہیں غرض سوال یہ ہے کہ کسی امام کا متعین کر لینا مسنون اور زیادتی ثواب کا باعث ہے یا جس طرح جماعت غیر متعین امام کے پیچھے ہوتی ہے وہ مسنون ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مقصدِ مشروعیتِ جماعت اور تعامل اہل مدینہ ومکہ کا تقاضا یہی ہے کہ کوئی امام مقرر کرلیا جائے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے زمانہ میں امام ومؤذن مقرر کیا ہے اس کے بغیر مسجد کا نظم وانتظام صحیح رہ نہیں سکتا، (۱) دو صحابی سفر میں جا رہے تھے حضور پاک ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک اذان دیدے اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امام بن جائے، جب سفر میں آپ نے اتنا اہتمام فرمایا تو حضر میں بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ اہتمام فرماتے ہوں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الأحق بالإمامة..... إذا اجتمع قوم ولم يكن بين الحاضرين صاحب منزل .... ولا فيهم ذو وظيفة وهو إمام المحل ولا ذو سلطان. فالاعلم بأحكام الصلاة (تحته في حاشية الطحطاوي) فصاحب البيت والمجلس وإمام المسجد احق بالإمامة من غيره وإن كان نعير أفقه وأقرأ وأورع وأفضل منه. (حاشية الطحطاوي على المراقي ص:۲۹۹) دار الكتاب.

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم. قال لا يحلّ لرجل يؤمن بالله

والیوم الآخر أن یقوم قوماً إلّا بإذنهم "الخ". (تحفة الأحوذی ص۶۲ ج:۲) شرکة القدس قاهرہ مصر۔

وفی بذل المجهود ص: ۴۸۰ ج: ۳۔ مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی۔

البانی للمسجد أولی من القوم بنصب الإمام والمؤذن فی المختار إلّا إذا عیّن القوم أصلح ممّن عیّنه البانی. (شامی، کتاب الوقف ص۴۳۰ ج:۴) کراچی۔

واعلم أن صاحب البیت ومثله إمام المسجد الراتب أولی بالإمامة من غیره مطلقا أی، وإن کان غیره من الحاضرین من هو أعلم وأقرأ منه. (شامی ص:۵۵۹ ج:۱) کراچی۔ (وفی مجمع الأنهر ص:۱۶۱۔ ۱۶۲ ج:۱) فقیه الامت۔

امام کی بیوی نے زنا کیا، ایسے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال (۲۲۴): زید کی بیوی سے عمرو کا کافی دنوں سے تعلق تھا اور عمرو شادی شدہ ہے ایک دن اتفاق سے عمرو کی بیوی نے ان دونوں کو رات کی تنہائی میں زنا کرتے ہوئے دیکھا بلکہ دروازہ کھلوا کر زید کی بیوی کی پٹائی کی اور زید پڑھا لکھا شخص ہے بلکہ وہ جامع مسجد کا امام بھی ہے یہ خبر گاؤں والوں کو ہوئی تو مقتدی ان سے کترانے لگے نتیجہ یہ کہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے دور بھاگ رہے ہیں اور زید کا کہنا ہے کہ مجھے ایسی بیوی کہاں ملے گی یعنی اس نے اپنی بیوی کو زجر وتوبیخ نہیں کی۔ لہٰذا یہ بیوی اپنے شوہر کی زوجیت میں رہے گی یا نکاح سے خارج ہوجائے گی؟ اور اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کی بیوی کا فعل انتہائی غلط ہے، اس کو چاہئے کہ فوراً توبہ استغفار کرے اور آئندہ کبھی بھی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے پائے، لیکن اس کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز کو ترک کرنا درست نہیں، نیز ان کی بیوی زنا کی وجہ سے نکاح سے خارج بھی نہیں ہوئی اس کے ساتھ حسب سابق

زید تعلق از دواجیت قائم رکھے، البتہ زید کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو تنبیہ کرے اور ایسے اعمال سے توبہ کرائے۔

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) "ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ" آیۃ سورۃ النجم: ۳۸۔

إنّما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار۔ (تبيين الحقائق ص:۲۹ ج:۶) امدادیہ ملتان۔

وفی الشامی ص: ۳۹۲ ج:۶۔ کراچی۔

(۴) يا أيّها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم ناراً۔ (آیۃ سورۃ التحریم:۶)

فاسق مُعلم کی امامت کا حکم

سوال (۲۲۵): زید کسی مدرسہ کا معلم ہے اور وہ فاسق معلن ہے اور اس میں اور دوسرے حضرات بھی موجود ہیں جو کہ فاسق معلن نہیں ہیں اور زید ان حضرات کی امامت کرتا ہے اور یہ حضرات اس کو کچھ کہتے بھی نہیں ایک آدمی کچھ کہتا ہے تو یہی حضرات اس کی ملامت کرتے ہیں لیکن وہ شخص اپنی نماز کا اعادہ کرلیتا ہے حالانکہ اگر زید کو منصب امامت سے اتار دیا جائے تو کسی قسم کا فساد لازم نہیں آئے گا تو آیا ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے یا نہیں کیا حکم ہے؟ اوران حضرات کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اعادہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے "کراهة تقديمه كراهة تحريم" (شامی (۱) وطحطاوی: ۶۵) (۲) لہٰذا متقی پرہیزگار کو امام بنایا جائے، لیکن اگر امام فاسق کے پیچھے نماز ادا

کی تو وہ واجب الاعادہ نہیں، نماز ہوجائے گی "لقوله عليه الصلوة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر" (رواہ (۳) الدارقطنی وابوداؤد (۴): ۳۴۳، والامام الزیلعی فی نصب (۵) الرایہ: ۲/۲۶) لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا جو ثواب ہے وہ فاسق امام کے پیچھے پڑھنے پر نہیں ملے گا "كذا في الدر المختار وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة (قوله نال فضل الجماعة) افادان الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع الخ" (شامی: ۱/۳۷۷) (۶)

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ (شامی ص:۳۵۶ ج:۲) اشرفیہ۔

وفی حلبی کبیری ص: ۵۱۳۔ سہیل اکیڈمی۔ (وفی الھندیہ ص: ۱۴۳/ج:۱)۔ زکریا۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۳۰۲۔ دارالکتاب۔

(۳) سنن الدارقطنی ص: ۴۴ ج: ۲۔ دارالایمان۔

(۴) سنن أبی داؤد ص: ۳۴۳ ج: ۲۔ مکتبۃ بلال۔

(۶) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع قال فضل الجماعة (قوله قال فضل الجماعة) أفاد أنّ الصلاة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقيّ ورع۔ (شامی ص:۳۵۸ ج:۲) اشرفیہ۔

وفی التاتارخانیہ ص: ۲۵۲/ج: ۲۔ زکریا۔

(۵) نصب الرایۃ ص: ۲۶/ج: ۲۔ قدیم۔

امام کی جگہ اونچی ہو تو نماز کا حکم

سوال (۲۲۶): اگر امام کی جگہ اونچی ہو تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور اگر امام محراب کے اندر کھڑا ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کسی مفتی یا ایسے عالم سے معائنہ کرا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں جس کو فقہ وفتاوی سے مناسبت ہو۔ ممبر ومحراب کو طبع آزمائی کا ذریعہ نہ بنائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

امام کا رکوع سجدہ کی تسبیح بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

سوال (۲۲۷): اگر کوئی حافظ اور مولوی ہوتے ہوئے سجدہ میں سبحان ربی الاعلی اتنی آواز سے ہمیشہ پڑھے کہ سارے مقتدی سنتے ہوں تو کیا وہ نماز ہوگی یا جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کسی بھی رکن میں کسی بھی جملہ کو اس طرح پڑھنا کہ دوسروں کی نماز میں خلل ہو غیر پسندیدہ ہے، البتہ اگر گاہ بگاہ کبھی کبھار غیر اختیاری طور پر کوئی لفظ زور سے نکل جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی ۱/۴/۱۴۱۳ھ

التعلیق والتخریج

(۱) أمّا الأدعية والأذكار فالخفية أولى. (شامی کتاب ص:۵۹۷ ج:۳) اشرفیہ۔

عن حذیفة قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یقول فی رکوعه: سبحان ربی العظیم۔ وفی سجوده: سبحان ربی الأعلی ثلاثاً۔ (طحاوی شریف: ص۱۳۸ ج:۱)

وسِنّ "الأسرار بها" ای بالثناء وما بعده للآثار الواردة۔ تحته فی "الطحطاوی": منها قوله علیه الصلاة والسلام۔ خیر الذکر الخفیّ وخیر العبادة اخفّها وخیر الرزق ما یکفی۔ (حاشیة الطحطاوی ص:۲۶۲) دار الکتاب۔

وکذا فی الشامی ص:۲۱۰ ج:۲۔ اشرفیہ۔

داڑھی کتروانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۲۸): اگر کوئی شخص اپنی داڑھی کو کترواتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مکروہ ہے ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔ (شامی) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔ (شامی ص:۳۵۶ ج:۲) اشرفیه۔

وفی حلبی کبیری ص:۵۱۳۔ سہیل اکیڈمی لاہور۔

وفی التاتارخانیہ ص:۲۵۲ ج:۲۔ زکریا۔

وفی منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ص:۳۴۹ ج:۱۔ سعید۔

سارے مقتدی محلوق اللحیہ ہوں تو امام کون ہوگا؟

سوال (۲۲۹): مقتدیوں میں تمام اپنی داڑھی کترواتے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سب فاسق ہیں ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کراہة تقدیمہ کراہة تحریم۔ (شامی ص: ۵۶۰ ۳ / ج: ۲) اشرفیہ۔

فی منحة الخالق علی ہامش البحر الرائق ص: ۳۴۹ / ج: ۱ سعید۔

وفی حلبی کبیری ص: ۵۱۳، سہیل اکیڈمی لاہور۔ وفی التاتارخانیہ ص: ۲۵۲ / ج: ۲، زکریا۔

عالم فاسق ہو، جاہل متقی ہو، تو امامت کا حقدار کون ہے؟

سوال (۲۳۰): اگر عالم ہو اور داڑھی نہ کتروانے والا جاہل مطلق نہ ہو بلکہ فرائض واجبات کو جانتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ نماز عالم پڑھائے یا جاہل؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جاہل کے مقابلہ میں عالم اگرچہ فاسق ہو امامت کا زیادہ مستحق ہے "ویکرہ اذان جنب واقامته واقامة محدث لا اذانه علی المذهب واذان امرأة وخنثی وفاسق ولو عالما لکنه اولی بامامته واذان من جاهل تقی" (درمختار: ۱/ ۲۶۳، باب الاذان)

الجواب صحیح بندہ عبدالحلیم غفرلہ
الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویکرہ أذان جنب واقامة محدث لا أذانه علی المذهب وإذان امرأة وخنثی وفاسق ولو عالماً لکنّه اولی بامامة وأذان من جاهل تقی۔ (شامی ص:۷۵ ج:۲) اشرفیه۔

وفی منحة الخالق علی ہامش البحر الرائق ص:۲۶۳/ج:۱ سعید۔

وفی النہر الفائق ص:۱۷۹/ج:۱ زکریا۔

فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم

سوال (۲۳۱): اگر داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے تو نماز کب سے اور کتنی دہرائی جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بہتر یہ ہے کہ متقی امام تلاش کی جائے اور اگر فاسق (داڑھی کتروانے والے) کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی "**صلوا خلف کل بر وفاجر**"۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح بندہ عبد الحلیم غفرلہ

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) الصلاة المکتوبة واجبة خلف کل مسلم برًّا کان أو فاجراً وإن عمل الکبائر۔ (بذل المجهود ص:۴۷۶ ج:۳)۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔

وتجوز إمامة الأعرابی والأعمی..... والفاسق کذا فی الخلاصة إلّا أنّها تکره۔ (هندیه ص:۱۴۳ ج:۱) زکریا جدید۔

وفی حاشیة الطحطاوی ص:۳۰۲۔ دار الکتاب دیوبند۔

وفی الشامی ص:۳۵۵/ج:۲۔ اشرفیه۔

گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم

سوال (۲۳۲): شروع میں داڑھی کتروار ہا تھا لیکن اب نہیں کترواتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

توبہ کرنے کے بعد فسق ختم ہو جاتا ہے لہٰذا اب نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے امام بنا سکتے ہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) وإنّی لغفّار لمن تَابَ وآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدٰی۔ (سورۂ طٰہٰ: آیة: ۸۲)

عن النبی۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کلّ ابن آدم خطّاء وخیر الخطائین التوّابون۔ (ترمذی شریف ص:۷۶ ج:۲) مختار اینڈ کمپنی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ۔ (ابن ماجہ: کتاب الزھد ص:۳۱۳ ج:۲) دار السلام۔ (وفی مشکاۃ شریف: ص: ۲۰۶ ج:۱)

عن عائشةؓ زوج النبی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ إلی۔ فإنّ العبد إذا اعترف بذنبہ ثمّ تاب تاب اللہ علیہ۔ صحیح البخاری ص۳۶۵ ج:۱) باب تعدیل النساء بعضھن بعضا۔ یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

اصل امام کی موجودگی میں دوسرا شخص امامت کے لئے آگے بڑھتا ہے، اسکے پیچھے لوگ نماز پڑھیں یا نہیں؟

سوال (۲۳۳): وہ شخص جو تقریباً پچیس برسوں سے امامت کرتا چلا آرہا ہے اس

کی موجودگی میں دوسرا ایک لڑکا گاؤں کا جو ابھی نیا حافظ قرآن ہوا ہے ۱۵ یا ۱۶ سال کی عمر ہوگی ناکتخدا داڑھی پر ہے اور اکثر بیشتر فجر کی نماز قضا کر دیتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

بقلم شمس الدین انصاری
پوسٹ شاہ گنج ضلع جونپور

الجواب: حامدًا ومصليًا

سابق امام اگر دیندار، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، متقی و پرہیزگار ہے، نیز لوگوں نے اس کو امام بھی بنایا ہے تو ایسی صورت میں نوجوان لڑکے کو مصلی پر جا کر نماز پڑھانے کا کوئی حق نہیں، جبکہ سابق امام موجود ہے، اس کو لازم ہے کہ فوراً اپنی حرکت سے باز آجائے (۱) امام سابق کی موجودگی میں امامت کر کے فتنہ کا دروازہ نہ کھولے، اللہ تعالیٰ اس کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) انّ رسول الله ـ صلی الله عليه وسلم ـ قال لا يؤمّ الرجل فی سلطانه ولا يجلس علی تكرمته فی بيته إلّا بإذنه ـ (ترمذی شريف ص:۱۰۶ ج:۲) ممتاز اينڈ كمپنی۔
(وفی مسلم شريف ص:۲۳۶ ج:۱) فيصل۔

اعلم أنّ صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولی بالإمامة من غيره مطلقا أی وإن كان غيره من الحاضرين من هو اعلم وأقرأ منه ـ (شامی ص:۵۵۹ ج:۱) كراچی۔

وفی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۲۹۹ ـ دار الکتاب ـ
وفی بذل المجہود ص:۴۸۰ ج:۳ ـ مرکز الشیخ أبی الحسن الترمذی ـ

بے داڑھی والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۳۴): اس شخص کی امامت کے بارے میں مطلع فرمائیں جس نے داڑھی نہ رکھی ہو، اگر بغیر داڑھی والے شخص نے امامت کی تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

بغیر داڑھی والے سے مراد اگر امرد ہے اور صبیح ملیح ہے تو اس کی امامت کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، کذا فی الشامی۔ اور اگر بغیر داڑھی والے سے مراد ایسا شخص ہے جس کی داڑھی نکلی لیکن ایک مشت ہونے سے پہلے اس نے اس کو کاٹ دیا ایک مشت ہونے کے بعد کتر دیا اور ایک مشت سے کم کر دیا **كما يفعله فى هذا الزمان بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد** کذا فی الدر المختار، (۱) جس کی شرعاً اجازت نہیں۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ''**كراهة تقديمه كراهة تحريم**'' کذا فی الشامی۔ (۲) لیکن اگر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی گئی تو بھی نماز ہو جائے گی **لقوله** ﷺ ''**صلوا خلف كل بر وفاجر**'' رواہ ابو داؤد۔ البتہ متقی اور صالح اور شرعی داڑھی والے کے پیچھے پڑھنے پر جو ثواب ملتا ہے اتنا نہیں ملے گا۔ اس لئے امام ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو صالح متقی اور شرعی داڑھی رکھنے والا ہو۔ ٹائی لگا کر بھی نماز ہو جاتی ہے، لیکن ٹائی نہ اسلامی لباس ہے اور اسلامی شعار ہے، اس لئے اس کو نکال کر نماز ادا کرنی چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) واما الأخذ من اللحية وهى دون ذلك كما يفعله بعضه المغاربة۔ ومخنثة الرجال فلم يبحة أحد۔ (شامی ص:۴۱۸ ج:۲۔ کراچی کتاب الصوم)۔ مطلب الأخذ من اللحية۔

(۲) کراهة تقديمه كراهة تحريم۔ (حلبی ص:۵۱۳،شامی ص:۲۹۹ ج:۲۔ زکریا)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوا خلف كل برٍ وفاجرٍ۔۔۔ الخ۔ (سنن الدار قطنی ص:۴۴۔ ج:۲۔ دار الإیمان)

وتجوز إمامة الاعرابي۔۔۔ والفاسق كذا في الخلاصة۔ (الفتاویٰ الهندية ص:۸۵ ج:۱۔ زکریا)۔

معذورین کی امامت سے متعلق سوال

سوال (۲۳۵): محترم مفتی صاحب دار العلوم مہذب پور!

خدمت اقدس میں التماس ہے کہ ہماری مسجد میں کل چھ سات نمازی ہیں، جن میں تین معذورین ہیں سب تھوڑا سا پڑھنا جانتے ہیں، ناظرہ کلام مجید بھی پڑھ لیتے ہیں، مگر تلفظ پر عبور نہیں ہے۔ ایک صاحب تندرست ہیں دور پڑھے ہوئے ہیں وہی امامت کراتے ہیں، چونکہ امام صاحب بہت مصروف ہیں پھر بھی وہ نماز کے لئے وقت نکال کر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، خدا ان کو مزید حوصلہ عطا فرمائے کہ نماز کے وقت پر مسجد میں پہونچا کریں۔ جب امام وقت پر نہیں پہونچتے تو نمازیوں کے لئے یہ مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے کہ کون نماز پڑھائے گا، لامحالہ کسی معذور کو امامت کرنی پڑتی ہے۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ مقتدی اور امام کی نماز درست ہوجاتی ہے؟ معذور میں بھی الگ الگ معذوری ہے، ایک معذور دوسرے معذور کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کرتا ہے۔ مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ بتائیں نوازش ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

معذور کی سیکڑوں صورتیں ہیں، بعض صورتوں میں امامت واقتداء درست ہے اور بعض صورتوں میں نہیں۔ (۱) اس لئے جب تک معذورین کے اعذار کی تفصیل سامنے نہیں آئے گی اس وقت تک مسئلہ کی وضاحت مشکل ہے۔ لہٰذا اعذار کی وضاحت فرمائیں تاکہ اس کے

مطابق جواب دیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) فلا تصح امامة من قام به عذر من هذه الاعذار الا لمعذور مثله بشرط أن يتحد عذرهما۔ (الفقه الاسلامی وادلته ج:۲، ص:۱۱۹۸۔ دار الفكر)

يجب أن يعلم بأن الأمی اذا أمّ قوماً اميين أن صلاتهم جميعاً جائزة بلا خلاف۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية: ج:۲، ص:۲۵۴۔ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

ولا يصح اقتداء الكاسی بالعارس۔ (فتاوىٰ قاضی خان ج:۱، ص:۸۵۔ دار الكتب العلمية۔

واذا اقتدى أمی بأمی جاز۔ (حاشيه ابن عابدين: ج:۲ ص:۳۱۲۔ اشرفيه۔

ويجوز اقتداء المعذور ان اتحد عجزهما وان اختلف فلا يجوز۔ فلا يجوز ان يصلی من به انفلات ريح خلف من به سلس البول۔ (هنديه ج:۱، ص:۱۴۲۔ زکریا)۔

جن کے اندر شرائط امامت پائی جائے، وہ امام ہوگا

سوال (۲۳۶): پانچ آدمی مقیم ہیں جن کے اندر شرائط امامت نہیں پائی جاتیں اور ایک آدمی مسافر ہے جس کے اندر شرائط امامت موجود ہے، یا اس صورت میں امامت کا حق ان حضرات میں کس کو حاصل ہوگا؟ مقیمین حضرات کو یا مسافر کو؟ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصليًا

امامت کا حق مسافر کو ہے جس کے اندر شرائط امامت موجود ہیں جیسا کہ بدائع میں ہے ومبنى الامامة على الفضيلة (ج۱ص۱۵۸) (۱) چونکہ امامت کی بنیاد فضیلت ہے

اقامت نہیں، لہٰذا مقیم حضرات کو چاہئے کہ مسافر کو امام بنائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) بدائع الصنائع ج:۱رص:۱۵۸۔ دارالکتاب العربی۔

الاعلم احق بالامة ثو الاقرأ الاورع ثم الأسن۔ (البحر الرائق ج:۱ ص:۳۴۷۔ ایچ ایم سعید پاکستان۔

الاولی بالامامة اعلمهم باحكام الصلاة۔ فان تساووا فاقرؤهم فان تساورا فاورعهم، فان تساورا فاسنهم فان كانوا سواءً فی السن فاحسنهم خلقا الخ۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۱، زکریا)۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲،ص:۲۴۷۔ زکریا۔

بہرے گونگے اوران کے علاوہ کی امامت سے متعلق چند مسائل

سوال (۲۳۷): (۱) میں بہرا اور گونگا بھی، میری امامت جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ایک صاحب جو کبھی کبھی امامت کرتے ہیں، بیشتر نماز میں نہیں پہونچتے کیوں کہ ان پر کھیتی کی ذمہ داری ہے، جب نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں تو بڑی عجلت سے پڑھتے ہیں، جس سے میرے ذہن میں کدورت محسوس ہوتی ہے اس کا مسئلہ کیا ہے؟ (۳) ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں پڑھا لکھا ہوں مگر اشھد ان لا کی جگہ **اشهدون** کہتے ہیں جو اذان واقامت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان صاحب سے میں مشکوک ہوں کہ ان کی تلاوت صحیح نہیں ہوتی، ان حضرات کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ (۴) ایک نمازی ایک پیر سے معذور، جب کوئی امامت کے قابل نہیں ہوتا یہ بھی نماز پڑھا دیتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟ برائے کرم جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں بہرے امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعا جائز و درست ہے، لیکن اگر وہ بہرا امام ساتھ ساتھ گونگا بھی ہے تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا از روئے شرع صحیح و درست نہیں، **لا یصح اقتداء القاری بالامی ولا بالاخرس الخ** (فتاوی قاضی خاں ج ۱ ص ۸۹)(۱)

(۲) اطمینان وسکون اور خشوع وخضوع نماز کا ایک اہم جز ہے لہٰذا شخص مذکور کے لئے ضروری ہے کہ وہ اطمینان وسکون سے نماز پڑھائے تا کہ ارکان نماز کے ترک ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اگر شخص مذکور کو اطمینان حاصل نہ ہو تو اسے امامت کرانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۳) اعلم واقرأ شخص کو امام بنانا افضل ہے، **الاعلم باحکام الصلوۃ الخ فقط صحةً وفسادًا ثم الاحسن تلاوۃ، وتجویدًا للقراءۃ الخ** (شامی ج ۱ ص ۳۷۴)(۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگر نماز میں قرأۃ کے اندر ایسی غلطی کرتا ہے جو مفسد صلاۃ ہے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، لیکن اگر وہ ایسی غلطی ہے جو نماز کے فساد کا موجب نہیں ہے تو اس کی نماز درست ہے، لیکن ایسے شخص کو امام بنانے سے اجتناب کیا جائے تا کہ اس سے کوئی غلطی مفسد صلوٰۃ نہ ہوجائے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی جگہ پر دوسرے صحیح پڑھنے والے شخص کو امام بنایا جائے، **ولا غیر الالثغ علی الاصح الخ فلا یوم الامثله ولا تصح صلاته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه، وفی الظهیرۃ وامامة الالثغ لغیرہ تجوز وقیل لا، وظاهرہ اعتمادهم الصحة ینبغی له ان لا یوم غیرہ.** (درمختار ج ۱ ص ۳۹۳)

(۴) لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز و درست ہے لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی صحیح سالم موجود ہے تو اس کو امام بنانا بہتر ہے۔ **کذالك اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیرہ اولی** (شامی ج ۱ ص ۳۷۸)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ قاضی خان۔ج:۱ص:۸۴۔دارالکتاب العلمیۃ۔

(۲) شامی ج:۲،ص:۳۸۰۔اشرفیہ۔

درمختار ج:۲،ص:۹۶۔۳۹۵۔اشرفیہ۔

ولا یصح الاقتداء بالمجنون ولا بالسکران ویکرہ امامة الاعمی۔ اذا کان غیرہ افضل اما اذا کان الاعمی افضل من غیرہ فھو اولی ویکرہ امامة العبد ولد الزنا۔

(الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲،ص:۲۵۰۔

(۳) شامی:ج:۱ص:۳۸۷۔مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

بیوی کی کمائی کھانے والے کی امامت کا حکم

سوال (۲۳۸): اسلام نے پردہ کے سلسلہ میں محرم غیر محرم کے نکات کے سلسلہ میں جو پابندی نافذ کی ہے اس سلسلے میں ایک عورت اپنے خاندانی پیشہ کے مطابق چوڑی فروخت کرتی ہے، بازار میں رام لیلا کے میدان میں اور دیہاتوں میں۔اسی کے پیسہ سے گھر کا خرچ و دیگر اخراجات اسی آمدنی سے پورا کرتی ہے، گھر میں اس کا شوہر بیکار رہتا ہے، شوہر کے بازار کی چائے وغیرہ کا خرچ بھر برداشت کرتی ہے۔

ایسی عورت کا شوہر مسجد کی سربراہی یا امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مسجد کے مصلیان میں اختلاف رہتا ہے اور مزید حضرات اس کو بالکل پسند نہیں کرتے۔لہٰذا مفتیان دین سے گذارش ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں شرعی فیصلے کرکے یہ نزاع ختم کریں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اللہ تعالیٰ نے تقسیم کار کر دیا ہے، عورت اندرون خانہ کی ذمہ دار ہے جبکہ مرد گھر سے باہر تمام امور کا ذمہ دار ہے، جیسے معیشت، تجارت، گھر کے مسائل کا حل، اہل خانہ کی ضرورت کی تکمیل وغیرہ، یہ انتہائی گری ہوئی بات ہے کہ عورت در در چوڑی بیچ کر گھر کا خرچ چلائے

اور شوہر بیکار پھرتا رہے، قوم کی سربراہی اور امامت کے لئے ان میں سے افضل کا ہونا ضروری ہے تاکہ کسی فرد کو اس کی اقتداء میں عار محسوس نہ ہو اور متفقہ طور پر لوگ اس کو قبول کریں، اس لئے شخص مذکور کے بجائے متفق علیہ امام اگر بنالیا جائے تو بہتر ہے، ویسے حال امام کے پیچھے بھی نماز ہوجائے گی، **لقوله ﷺ صلوا خلف كل بر وفاجر** (مراقی الفلاح ص ۱۶۵)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ الجهاد واجب عليكم مع كل امير براً كان أو فاجراً۔ والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان اوفاجراً وان عمل الكبائر۔ (ابوداؤد شریف: ج:۲، ص:۳۴۳۔ مکتبہ بلال دیوبند)۔

وعلى هامش ابی داؤد۔ قوله عليه السلام صلوا خلف كل برٍ و فاجرٍ۔ (ج:۲ ص:۳۴۳ حاشیہ:۵۔

فإن اختلفوا فالعبرة بما اختاره الاكثر۔ وان قدموا غير الاولى فقد اساءوا وفيه أو امّ قوماً هوله كارهون... فان كائت الكراهة لفساد فيه يكره۔ (حاشية الطحطاوی ص:۳۰۱۔ دار الکتاب دیوبند)۔

ولو امّ قوماً وهول كارهون ان الكراهة لفسادفيه۔ (شامی ج:۱، ص:۵۵۹۔ کراچی۔

مراقی الفلاح ص:۳۰۳۔ دارالکتاب۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ ج:۲، ص:۱۲۰۵۔ دارالفکر۔

پیشاب کا قطرہ ٹپکتا ہے، امامت کرے یا نہیں؟

سوال (۲۳۹): اگر کسی آدمی کو کسی وقت پیشاب ایک قطرہ آتا ہو تو وہ امامت کرسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

شرعی عذر کی تعریف: ایسا عذر مثلاً پیشاب کا آنا جو ایک نماز کے پورے وقت میں اس طرح پایا جائے کہ وضو اور نماز کے بقدر بھی بند نہ ہو اور دوسرے وقت میں بھی یہ عذر موجود ہو تو یہ عذر شرعی ہے، اور ایسا شخص معذور ہے۔

لہٰذا اگر آدمی معذور شرعی نہیں ہے تو جس وقت پیشاب کا قطرہ نہ آئے اس وقت امامت کرسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ **ولا طاهر بمعذور هذا اذا قارن الوضوء الحدث أو طرأ عليه بعده لو توضأ على الانقطاع** (درمع الشامی ج ا ص ۳۸۹ باب الامامہ)۔(ا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(ا) درالمختار مع الشامی ج:ا،ص: ۵۷۸۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

ولا يقتدى الطاهر بصاحب العذر۔ (حلبی كبير: ج:١، ص:٥١٦۔ سهيل اكيڈمی پاكستان۔

والسادس السلامة من الاعذار فإن المعذور صلاته ضرورية فلا يصح اقتداء غيره به۔ (حاشية الطحطاوی ص:٢٨٨۔ دار الكتاب)۔

ولا يصلی الطاهر خلف من به سلس البول ولا الطاهرات خلف المستحاضة وهذا إذا قارن الوضوء الحدث اوطرأ عليه۔ (هنديه ج:١،ص:٨٤۔ رشيديه)۔

امام کو لقمہ کب دے؟

سوال (۲۴۰): فرائض میں امام جہری قرأت کر رہا ہو اور وہ کہیں بھول جائے تو مقتدی کو کب لقمہ دینا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر امام تین آیت سے کم قرأت کیا ہو پھر بھول جائے اورا آگے کی آیت یا کوئی دوسری سورت یاد نہ آ رہی ہو تب لقمہ دینا چاہئے۔ لیکن اگر بقدر جواز صلوٰۃ قرأت کر چکا ہو پھر بھول جائے تو ایسی صورت میں امام رکوع کرلے یا دوسری سورت پڑھے اور مقتدی لقمہ نہ دے کیونکہ بعض ائمہ کے نزدیک اس صورت میں لقمہ دینے سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لئے لقمہ دینے والے حضرات مسئلہ کی نزاکت ذہن میں رکھ کر لقمہ دیا کریں۔ ہدایہ شرح بنایہ ج ۲ ص ۴۹۷ میں ہے: (۱)

وينبغي للمقتدي ان لا يعجل بالفتح وللامام ان لا يلجئهم اليه اى الفتح بل يركع اذا جاء او انه اى او ان الركوع وهو ان يقرأ مقدار ما تجوز به الصلوة اوينتقل الى اٰية اخرى، الى قوله وفى جامع التمر تاشى لو استفتح بعدما قرأ مقدار ما تجوز به الصلوة ففتح عليه اختلفوا فيه فقيل يفسد صلوته ولو اخذ الامام تفسد صلوة الكل والاصح انه لا يفسد صلوة احد، الى قوله وعن ابي حنيفة ؒ لا لاحد ان يفتح على امامه وان فعل فقد اساء ولا تفسد اه هٰكذا فى الفتاوى الهنديه ج ۱ ص ۹۹۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

ہندیہ ج: ۱ص: ۹۹۔ رشیدیہ۔ پاکستان۔

(۱) بنایہ ج: ۲،ص: ۴۹۷۔ دار الفکر بیروت۔ ہدایہ ج: ۱ص: ۱۳۶۔ تھانوی دیوبند۔

باب الجمعه

دیہات میں جمعہ کے جواز کا مسئلہ

سوال (۲۴۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر دیہات میں جمعہ پڑھا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس شرط پر ہے، ناجائز ہے تو کس شرط پر، اگر جائز ہے تو کراہت تحریمی کے ساتھ یا کراہت تنزیہی کے ساتھ اور اگر ناجائز ہے تو بالکل ناجائز ہے یا کسی شرط کے لحاظ سے جائز بھی ہے باقاعدہ لکھ کر سمجھا دیا جائے تاکہ سائل کو اطمینان ہو جائے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی نماز قریہ کبیرہ وقصبات میں جائز ہے جوکہ مصر کے حکم میں ہے باقی قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں **عن ابی حنیفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم عن الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح** (شامی ج۱ص ۷۴۸)(۱)

یعنی قریہ کبیرہ وہ ہے جس میں گلی کوچے ہوں بازار ہو جس میں روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بروقت بسہولت دستیاب ہو جاتی ہوں اور قرب وجوار کے لوگ اس گاؤں سے جاکر اپنی ضروریات پوری کرتے ہوں (ڈاکخانہ وغیرہ) قاضی نہ ہو تو شرعی پنچایت ہو جس کے ذریعہ آئے دن ہونے والے پیچیدہ مسائل حل کئے جاسکتے ہوں قرب وجوار کے لوگ اسے بڑا گاؤں سمجھتے ہوں بہر حال جس قریہ میں یہ تمام شرائط موجود ہوں وہاں جمعہ کی نماز ادا کرنا درست ہے ورنہ مکروہ تحریمی ہے اور تمام گاؤں والے گنہگار ہوں گے۔

وفیما ذکرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض

ومنبر وخطیب کما فی المضمرات وفی القنیة صلوۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریمًا ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة قوله صلوٰۃ العید ومثله الجمعة (شامی ج ا ص ۷۷۵) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی: ج: ۲ ص: ۱۳۷ ایچ ایم سعید۔

وہکذا فی التاتارخانیة: ج: ۲ ص: ۵۴۹ زکریا۔

شامی: ج: ۲ ص: ۱۳۸ ایچ ایم سعید۔

(۲) شامی: ج: ۲ ص: ۱۶۷ ایچ ایم سعید۔

ولأداءها شرائط فی غیر المصلی منها المصر۔ والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاضٍ۔ یقیم الحدود وینفذ الاحکام۔ (ہندیہ: ج: ا ص: ۱۴۵) رشیدیہ۔

لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلے المصر۔ والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔ هذا عن ابی یوسف رحمہ اللہ وعنه۔ اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔ (ہدایہ: ج: ا ص: ۱۶۸ تھانوی)۔

جمعہ کے سنن ومستحبات صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہیں یا یوم جمعہ کیلئے

سوال (۲۴۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بابت جو سنن ومستحبات کتب فقہ میں باب الجمعہ میں شمار کئے گئے ہیں آیا وہ یوم جمعہ کے لئے ہیں یا صلوٰۃ جمعہ کے لئے، مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بعض سنن ومستحبات صلوٰۃ جمعہ کے ساتھ خاص ہیں مثلاً تیل، سرمہ لگانا، خوشبو لگانا، اچھے کپڑے پہننا وغیرہ (کذا فی عالمگیری ج ا ص ۱۴۹)

ویستحب لمن حضر صلوٰۃ الجمعة ان یدھن ویمس طیبا ان وجدہ ویلبس احسن ثیابہ ان کان وتستحب الثیاب البیض ویجلس فی الصف الاول کذا فی معراج الدرایہ(۱)

اور بعض میں اختلاف ہے مثلاً غسل کہ یہ صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یا جمعہ کے دن کے لئے۔ علامہ زرقانیؒ نے ایک جماعت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ غسل یوم جمعہ کے لئے ہے صلوٰۃ جمعہ کے لئے نہیں اور امام مالکؒ وشافعیؒ وابوحنیفہؒ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یوم جمعہ کے لئے نہیں۔

وفی السعایہ اختلفوا فی ذالك علی قولین الاول انه للیوم وھو قول الحسن بن زیاد وبه قال محمد وداؤد الظاهری وهو روایة عن ابی یوسفؒ والدلیل اما عقلًا فهو ان یوم الجمعة سید الایام واشرفها فیسن فیه الغسل اظهار اللفضیلة واما نقلًا لحدیث غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم والثانی وهو الصحیح عند الجمهور وهو قول ابی یوسفؒ کما فی البدایه وغیره انه للصلوٰة لا للیوم الخ (اوجز المسالک ج ۲ ص ۲۱۶)(۲)

بہر حال روایات واقوال فقہاء سے اس غسل کو یوم جمعہ کا غسل قرار دینا راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حدیث أبی قتادةؓ مرفوعًا من اغتسل یوم الجمعة کان فی طهارة الی الجمعة الاخریٰ رواه ابن حبان بلفظ من اغتسل یوم الجمعة لم یزل طاهرا الی الجمعة الاخری۔

(۲) غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم اخرجه مالك

والبخاری ومسلم وابن ماجه والنسائی والطحاوی وغیرهم وغیر ذالك من الروایات الكثیرة الصریحة فی الغسل یوم الجمعة ذكرها فی المطولات كالسعایه وغیره (اوجز ج ۲ ص ۲۱۸) (۳)

(۳) فی الدرر والغرر ان غسل العید سنة للیوم لانه یوم السرور والسرور فیه عام فیندب فیه التنظیف لكل قادر علیه صلی ام لا. فهذه العلة تؤید ان یوم الجمعة ایضا غسلاً اذهو یوم سرور وعید یعم من صلی اولم یصل ونظیره غسل عرفة ولیلة القدر ولیلة براءة وعند الوقوف بمزدلفة وعند دخول منی ولدخول المدینة ومكة الخ

تفصیل کے لئے اوجزالمسالک ج ۲ ص ۲۱۶ تا ۲۱۹ ملاحظہ فرمائیں۔ (۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الهندیة ج:۱ ص:۱۴۹، رشیدیة۔

الاغتسال والتطیب ولبس أحسن الثیاب لمن یأتی الجمعة: سنة عند الجمهور الخ۔ (الفقہ الاسلامی: ص ۱۳۲۲، ۲)

(۲) أوجز المسالك: ۲/۳۸۳ مركز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیة۔ الهندیة۔

(۳) أیضاً: ۲/۳۸۶۔

(۴) أیضاً: ۲/۳۸۰۔

أیضاً: ۲/۳۸۷۔

خطبۂ جمعہ میں اردو اشعار کا پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۲۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک قصبہ ہے وہاں کے امام صاحب الوداع اور عیدین کے خطبہ میں اردو اشعار بھی پڑھتے ہیں بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں اور بہت سے علماء اس میں شریک رہتے ہیں اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے ہیں تو مندرجہ بالا مسئلہ میں قابل حل طلب بات یہ ہے کہ آیا یہ درست ہے یا نہیں اگر نہیں درست ہے تو یہ ناجائز ہے یا مکروہ یا حرام اور جو خطبہ اس طرح پڑھے گئے ہیں ان کی ادائیگی ہوئی یا نہیں سارے شقوں کا جواب تفصیل وار عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا متوارث سنت (۱) ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے شرح مؤطا امام مالک میں اس کی تصریح کی ہے۔

واما كونه اى كون الخطبة عربية لاستمرار اهل المسلمين فى المشارق والمغارب مع ان فى كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين ج ا ص ۱۵۴ اسی طرح امام نووی نے خطبہ کے شرائط میں اس کا عربی ہونا لکھا ہے۔

وقال النووى فى كتاب الاذكار يشترط كونها اى خطبة الجمعة وغيرها عربية اسی طرح درمختار میں ہے **وعلى هذا الخلاف الخطبة وجميع الاذكار۔**

یعنی خطبہ اور تمام اذکار اوراد میں بھی یہی اختلاف ہے کہ امام صاحب غیر عربی میں جائز قرار دیتے ہیں اور صاحبینؒ ناجائز فرماتے ہیں لیکن امام صاحبؒ کا رجوع صاحبینؒ کے قول کی طرف منقول وثابت ہے لہٰذا غیر عربی یا غیر عربی مخلوط نظم ونثر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں مذکور ہے (۲) اور بہشتی گوہر ص ۸۱ پر خلاف سنت مؤکدہ اور

مکروہ تحریمی مرقوم ہے اور بدعت ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتاویٰ میں موجود ہے اسی طرح عربی میں خطبہ جمعہ پڑھ کر اس کا ترجمہ مادری زبان میں کرنا اور لوگوں کو نماز سے قبل سنانا یہ بھی بدعت ہے جس سے احتراز ضروری ہے البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنا دیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے تصریح کی ہے مزید دلائل دیکھنے کے لئے اور بصیرت پیدا کرنے کے لئے حضرت مولانا عبد الحیؒ صاحب کا مستقل رسالہ یاد رکھیں جس کا نام (آکام النفائس) ہے اس میں تفصیلی دلائل و براہین و حجج موجود ہیں اسی طرح رمضان کے آخری جمعہ میں ایسا خطبہ پڑھنا ممنوع ہے جو لفظ الوداع پر مشتمل ہو اس میں وداع و فراق کے مضامین ہوں چونکہ یہ نہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے نہ تابعینؒ سے اور نہ تبع تابعینؒ سے نہ کتب فقہ میں اس کا کہیں پتہ ہے اس لئے یہ بھی بدعت ہے اور قابل ترک ہے حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمۃ نے بھی اس پر نکیر فرمائی ہے اور اسے بدعت قرار دیا ہے آئندہ اس کا خیال رکھا جائے اور حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے اس پر نکیر کی جائے ترک کی سعی کی جائے جو علماء شریک رہتے ہیں منع نہیں کرتے ان کا یہ عمل احقاق حق میں کمزوری کو ثابت کرتا ہے حسب استعداد انکار نکیر سے باز نہیں آنا چاہئے بمقتضاء حکم حدیث من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ ومن لم یستطع فبلسانه ومن لم یستطع فبقلبه وذالك اضعف الایمان او کمال قال علیه الصلوٰة والسلام فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولا يشترط كونها بالعربية فلو خطب بالفارسيّة أو بغيرها جاز كذا قالوا والمراد بالجواز هو الجواز في حق الصلاة بمعنى أنّه يكفي لأداء الشرطيّه وتصحّ بها

الصلاۃ لا الجواز بمعنی الاباحة المطلقة فإنّه لاشك فی أنّ الخطبة بغير العربيّة خلاف السّنة المتوارثة من النبی صلی الله علیه وسلم۔ فیکون مکروها تحریماً و کذا قرأة الأشعار الفارسيّة والهندية فيها۔ (حاشیہ شرح وقایہ:۲۰۰/ج:۱) فیصل پبلیکیشنز۔

قال الرافعي: وهل يشترط أن تكون الخطبة كلّها بالعربيّة؟ وجهان، والصحيح اشتراطه. فان لم يكن فيهم من يحسن العربيّة خطب بغيرها۔ (فتح الملہم شرح مسلم: ص۳۱۷/ج:۵) فیصل پبلیکیشنز۔

وعلی هذا الخلاف الخطبة وجميع أذكار الصلاة۔ (شامی:ص:۴۸۴/ج:اصفة الصلاۃ) کراچی۔

وکذافی امداد الفتاویٰ ص: ۶۴۲۔۶۴۶/۱) زکریا بک ڈپو۔قدیم نسخہ۔

وکذافی الفتاویٰ المحمودیہ:۲/۷۹ ۸۔شیخ الاسلام۔

جمعہ کی اذان اول کے بعد کھانا پینا کیسا ہے؟

سوال (۲۴۴): کیا جمعہ میں اذان اول کو اذان ثانی کا مقام دیدیا گیا ہے یعنی اذان اول کے بعد تاخیر کرنا درست نہیں ہوگا گرچہ سنت قبلیہ میں حرج نہ ہو کھانے پینے کی اجازت اذان اول کے بعد ہوگی یا نہیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

جمعہ کی اذان اول کو ثانی کا درجہ دے دیا گیا ہے مفتی بہ قول یہی ہے کذافی الہدایہ والشامی وفتح القدیر لہٰذا اذان اول کے بعد سعی للجمعہ ضروری ہے اور ہروہ عمل جو سعی کے منافی ہو وہ بیع کے حکم میں ہے اور بیع وشراء مکروہ تحریمی ہے لہٰذا جو اس کے حکم میں ہوگا وہ بھی مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الدر المختار ورد المحتار تحت قوله ووجب السعی اليها وترك البيع الخ(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) سمع النداء وهو يأكل تركه ان خاف فوت جمعة أو مكتوبة لاجماعة۔ (در المختار ج:۳/ص:۱۴۵ اشرفیہ)

وإذا اذّن المؤذنون الأذان الأول ترك الناس البيع والشراء وتوجهوا الى الجمعة لقوله تعالىٰ فاسعوا الى۔ (هدايه: ج:۱ص:۱۷۱)۔ تهانوى۔

وکذا فی رد المحتار: ج:۳ص:۴۲/اشرفیہ۔

وکذا فی البنایۃ: ج:۳ص ۱۰۴۔ دار الفکر۔

وکذا فی فتح القدیر: ج:۲ص:۳۶۔ دار إحیاء التراث۔

شرائط جمعہ کیا کیا ہیں؟

سوال (۲۴۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے یہاں مسلم وغیر مسلم کی مجموعی آبادی تقریباً تیرہ سو ہے اور ۶۵ گھر مسلمان ہیں نہ پختہ سڑک ہے اور نہ ڈاک خانہ واسپتال وغیرہ دو تین دوکانیں اور ایک ڈاکٹر ہے جن سے مسلمان اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں بہت دنوں سے لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور علماء اکابر نے بھی جمعہ کی نماز پڑھائی ہے ان میں سے بعض دار العلوم دیوبند سے فارغ ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں اگر جواب نفی میں ہوتو کیا جمعہ کی جو نمازیں پڑھی گئی ہیں اس کی قضاء سب پر لازم ہے نیز اس جمعہ کے مسئلہ کا گاؤں میں فرداً فرداً یا اجتماعاً اعلان کرنا درست ہے تمام باتیں بحوالہ کتب بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلک حنفی کے مطابق تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ ہر اس گاؤں میں جائز ہے جس میں گلی کوچے ہوں بازار ہو جس سے روزمرہ کی

ضروریات بسہولت پوری ہوجاتی ہوں۔

نیز قرب وجوار آس پاس کے گاؤں والے وہاں سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہوں قاضی ہو ورنہ شرعی پنچایت ہو جس سے روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل کو حل کیا جاتا ہو قرب وجوار میں اس گاؤں کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں جس گاؤں میں یہ شرائط نہ ہوں وہاں جمعہ کی نماز ادا کرنا درست نہیں ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنے والے سخت گنہگار ہوں گے اور ان لوگوں کو ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے مسجد میں باجماعت ہر روز کی طرح ظہر کی نماز ادا کریں۔ کذا فی الشامی (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولأدائها شرائط في غير المصلي: منها: المصر ومنها السلطان ومنها: وقت الظهر۔ ومنها الخطبة قبلها۔ (الفتاویٰ الہندیۃ: ص: ۲۰۷۔۲۰۵/۱) زکریا۔

لا تصح إلا بستة شروط المصر أو فناؤه والسلطان أو نائبه وقت الظهر والخطبة قبلها في وقتها والجماعة والأذن العام۔ (مجمع الأنہر ص: ۲۴۴/۱، فقیہ الأمت دیوبند)

ويشترط يصحتها ستة أشياء المصر أو فناؤه والسلطان أو نائبه ووقت الظهر فلا تصح قبله وتبطل بخروجه والخطبة قبلها بقصدها في وقتها وحضور أحدٍ لسماعها ممن تنعقد بهم الجمعة ولو واحداً في الصحيح والإذن العامُّ والجماعة۔

(حاشیۃ الطحطاوی ص: ۵۱۱۔۵۰۶۔ دارالکتاب دیوبند)

(۲) أحدها المصر: وهذا مذهبنا. والثاني: السلطان، أو نائبه من الأمير أو القاضي: والثالث: الوقت بعني وقت الظهر، حتى لا۔ يجوز تقديمها على الزوال ولا بعد خروج الوقت۔ والرابع: الجماعة والخامس: الخطبة، حتى لو صلوا مه غير الخطبة، أو خطب الإمام قبل الوقت لا يجوز، والسادس: الإذن العام، وهو أن

تفتح أبواب الجامع فيوذن بالناس كافة۔ (الفتاویٰ التاتارخانیۃ ج:۲ ص:۵۷۷۔۵۷۴۔ زکریا)

وأما شرائطها فنوعان شرائط صحة وشرائط وجوب فالأوّل ستة كما ذكره المصنف المصر والسلطان والوقت والخطبة والجماعة والإذن العام۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۳۹ سعید)

ويشترط لصحتها سبعة أشياء: الاوّل: المصر، وعليه فتوى أكثر الفقهاء۔ والثاني: السلطان۔ والثالث: وقت الظهر فتيطل الجمعة بخروجه مطلقا والرابع: الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح: والخامس: كونها قبلها والسادس: الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوى الامام والسابع: الإذن العام۔ (فتاویٰ شامی ج:۳ ص:۲۸۔۱۶ اشرفیہ)

خطبہ جمعہ میں عصا لینے کا حکم

سوال (۲۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ خطبہ دیتے وقت عصاء لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

عصا لے کر خطبہ دینا سنت (۱) ہے جیسا کہ علامہ شامی نے قہستانی کے حوالہ سے اس کی تصریح کی ہے ونقل القهستانی عن عيد المحيط ان اخذ العصاء سنة كالقيام الخ ج۱ ص ۵۵۳ وهكذا فی الطحطاوی علی المراقی ص ۲۸۰

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولو اعتمد قائماً على عصا أو قوس كان أيضاً حسناً۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ۵۴۶ باب صلاۃ الکسوف) دار الکتاب۔

نقل القهستانی عن عبد المحیط أنّ أخذ العصا سنّة کالقیام۔ (شامی ص:۱۶۳ ج:۲) کراچی۔

عن یزید بن البراء عن أبیه۔ انّ النبی صلی الله علیه وسلم خطب علی قوس أو عصا۔ (مسند احمد بن حنبل ص ۳۰۴ ج:۴ رقم الحدیث:۱۸۹۱۸)

عن شعیب بن رزیق الطائفی........ فاقمنا بها أیّاماً شهدنا فیها الجمعة مع رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ فقام متّکئاً علی عصا أو قوس الخ۔ (ابوداؤد ص:۱۵۶ ج:۱) مکتبہ بلال۔

وکذا فی امداد الاحکام ص:۳۶۶ ج:۲، زکریا بک ڈپو۔

جواز جمعہ کے شرائط

سوال (۲۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ موضع عارب پور جس کی کل آبادی اسّی گھروں پر مشتمل ہے جس میں ہر قوم ومذہب کے آدمی شامل ہیں ضروریات زندگی کی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں زیادہ تر قریب کے قصبہ مونڈیرا میں جانا پڑتا ہے قریب پندرہ سال سے یہاں جمعہ قائم ہے لیکن ادھر چند سالوں سے لوگ وجوب اور عدم وجوب کے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں زیادہ تر لوگوں نے نماز جمعہ چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھنا شروع کر دیا ہے البتہ تنہا تنہا جماعت کے ثواب سے محروم ہیں جس سے بہت پریشان ہیں امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ ہم نے جمعہ قائم کیا ہے تو ختم نہیں کریں گے البتہ یہ کہ لوگ خود ترک کر دیں اتنا خیال رہے کہ امام صاحب عالم نہیں ہیں ہاں اردو کتابوں کا مطالعہ ضرور ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں پر جمعہ کی نماز واجب ہے یا نہیں اگر نہیں تو قریب کے قصبہ میں جا کر پڑھنا ضروری ہے یا نہیں قصبہ کی دوری قریب چار فرلانگ ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی نماز کی صحت کے لئے مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری (۱) ہے قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز جائز نہیں قریہ کبیرہ کی تعریف حضرات فقہاء یہ کرتے ہیں **التی فیھا سکک واسواق الخ** یعنی جس میں گلی کوچے ہوں، بازار ہو روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت حاصل ہوجاتی ہوں قرب وجوار والے اپنی ضروریات وہیں سے پوری کرتے ہوں نیز اس کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں قاضی یا مفتی ہو یا شرعی پنچایت ہو جس سے روز مرہ کے عوامی مسائل کا فیصلہ کیا جاتا ہو ڈاکخانہ وغیرہ ہو، اگر عارب پور پر فقہاء کی یہ تعریف علی وجہ الاتم صادق ہو تو وہاں جمعہ کی نماز کا ادا کرنا جائز ہے ورنہ پھر ظہر کی نماز اس گاؤں میں جماعت کے ساتھ ادا کرنی ضروری ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۵۳۶) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الشامی ص: ۶ ج: ۳، اشرفیہ۔

وکذا فی التاتارخانیہ ص: ۵۴۹ ج: ۲۔ زکریا۔

لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام ولا جمعة ولا تشریق ولا فطروة ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفّذ الاحکام ویقیم الحدود. (الہدایہ ص ۱۶۸ ج: ۱، تھانوی)

احدها المصر فلا تجب علی من کان مقیما بقریة لقول علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشریق ولا صلاة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة. (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ص: ۳۵۱ ج: ۱ دار القدس)

وکذا فی فتح القدیر ص: ۳۲۔ ۲۲/ ج: ۲ دار احیاء التراث العربی۔

وکذا فی البنایۃ ص ۵۱۔ ۴۵/ ج: ۳ دار الفکر۔ وہکذا فی مراقی الفلاح ص ۵۰۶۔ دار الکتاب۔

صحتِ جمعہ کے شرائط

سوال (۲۴۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں ضلع فیض آباد میں دیوریا نامی ایک آبادی ہے جو کئی حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصہ کے درمیان کچھ فصل بھی ہے لیکن سب کو دیوریا ہی کہا جاتا ہے سب کی مجموعی آبادی تقریباً ۴ ہزار ہوگی ضرورت کی چیزیں دستیاب بھی ہو جاتی ہیں ہفتہ میں دو روز بازار بھی لگتا ہے بس اسٹیشن اور ڈاکخانہ بھی ہے ایسی آبادی میں جمعہ وعیدین کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کا مدار فصل اور عدم فصل پر نہیں ہے بلکہ ہر بستی کی صلاحیت اور عدم صلاحیت پر ہے یعنی اگر اس بستی میں صحت جمعہ کے شرائط موجود و متحقق ہوں تو جمعہ صحیح ہے ورنہ نہیں اور صحت جمعہ کے شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ بستی اتنی بڑی ہو کہ اس میں گلی کوچے ہوں، بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت فراہم ہو جاتی ہوں، قرب وجوار کے گاؤں والے اپنی ضروریات وہیں سے پوری کرتے ہوں، عرف میں اس کو بڑی بستی سمجھتے ہوں قاضی یا شرعی پنچایت یا مفتی ہو وغیرہ۔

عن ابي حنيفة ؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الأصح الخ

(ردالمحتار ج ا ص ۵۳۶)(۱)

اگر واقعی وہ کئی حصے الگ نہیں ہیں یعنی ان کا مستقل نام نہیں ہے بلکہ وہ دیوریا کے محلے ہیں اور ان تمام حصوں کا نام بحیثیت مجموعی دیوریا ہی ہے اور شرائط مذکورہ بالا **علی وجہ الأتم** وہاں موجود ہیں تو پھر جواز جمعہ میں کوئی شبہ نہیں اور ہر حصہ کے درمیان فصل صحت جمعہ کے لئے مخل نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر وہاں جمعہ صحیح نہیں ہے ویسے بہتر یہ ہے کہ چند

ایسے علماء کرام جن کو فقہ وفتویٰ میں مہارت حاصل ہو ان کو بلوا کر گاؤں کا معائنہ کروالیں اس کے بعد علی وجہ البصیرت جو حکم دیں اس پر عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۲) المصر فی ظاهر الرواية الموضع الذی یکون فیه مفت وقاضی تقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت أبنية أبنية منی هكذا فی الظهيرية وفتاویٰ قاضی خان۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج:۱ص:۲۰۵) مکتبہ زکریا بک ڈپو دیوبند یوپی۔

(۱) (ردالمحتار ج:۲ص:۱۳۷۔۱۵۱) کراچی پاکستان۔

جواثی میں جمعہ کی تحقیق

سوال (۲۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) کہ غیر مقلدین حضرات جو کہ دیہات میں جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور بخاری کے حوالہ سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز جواثی نام کے ایک دیہات میں ادا کی گئی آیا یہ صحیح ہے یا غلط اگر صحیح ہے تو احناف دیہات میں جمعہ پڑھنے سے کیوں منع فرماتے ہیں اور اگر غلط ہے تو اس کو بحوالہ کتب فقہ واضح فرمائیں۔

(۲) اور دوسرے یہ کہ جمعہ کی نماز کے جائز ہونے کے لئے جن جن باتوں کو فقہا نے شرط قرار دیا ہے مثلاً مصر کا ہونا حاکم اور قاضی اور بادشاہ یا اس کے نائب کا ہونا وغیرہ یہ سب باتیں تو شاید کسی بھی شہر میں نہ پائی جاسکیں گی تو پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا کیوں کر جائز ہے کتب فقہ کی روشنی میں بالتفصیل بیان فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

غیر مقلدین دیہات میں جواز جمعہ پر جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ روایت

بخاری شریف جلد اول باب الجمعہ فی القریٰ والمدن میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابو عامر العقدی قال حدثنا ابراهیم بن طهمان عن ابی حمزة الشبعی عن بن عباس رضی اللہ عنہ انه قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین اور اس روایت کو دوسری سند کے ساتھ امام ابو داؤد نے بھی ج ۱ ص ۱۵۳ باب الجمعۃ فی القریٰ میں بیان کیا ہے (۱) اور روایت میں بھی قدرے تفاوت ہے: **حدثنا عثمان بن ابی شیبة ومحمد بن عبد الله المخزمی لفظه قالانا وکیع عن ابراهیم بن طهمان عن ابی حمزة عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالمدینة لجمعة جمعت بجواثی قریة من قری البحرین قال عثمان قریة من قری عبد القیس.**

سب سے پہلے قابل گرفت امر یہ ہے کہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز جواثی جگہ میں ادا کی گئی یہ بات غیر مقلدین کہاں سے کہتے ہیں یہ تو سراسر کذب ہے اس لئے کہ بخاری وابو داؤد دونوں میں اس کی تصریح ہے کہ جواثی میں بعد میں جمعہ کی نماز ہوئی سب سے پہلے مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی تو پھر اولیت کا مقام جواثی کو دینا کہاں تک درست ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسجد النبوی کے بعد سب سے پہلے جواثی میں جمعہ کی نماز ادا کی گئی غیر مقلدین کا کہنا کہ جواثی قریہ (دیہات) تھا یہ بچند وجوہ درجہ صحت سے خارج ہے۔

(۱) قریہ کا اطلاق بسا اوقات شہر پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ علامہ ابن الاثیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ **وقال ابن الاثیر القریة من المساکن الاجنبیه والضیاع وقد تطلق علی المدن عمدة القاری ج ۶ ص ۱۸۶ (۲)**

پھر جزم کے ساتھ جواثی کے بارے میں دیہات ہونے کا فیصلہ کس حد تک قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔

(۲) صاحب المطالع نے تو یہاں تک فرمادیا ہے کہ قریہ وہ مدینہ ہی ہے اور ہر مدینہ قریہ ہے اس لئے کہ قریہ قریۃ الماء فی الحوض سے ماخوذ ہے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی آدمی حوض میں پانی جمع کردے تو گویا کہ جس طریقہ پر مدینہ اپنے اندر صفت جامعیت رکھتا ہے اسی طرح قریہ کے اندر بھی یہ صفت ہوتی ہے **وقال صاحب المطالع القرية المدينة وكل مدينة قرية لاجتماع الناس فيها من قرية الماء فى الحوض اى جمعته الخ** (بذل المجہود فی حل ابوداؤد ج۶ ص ۴۴ وعمدۃ القاری للعینی ج۶ ص ۱۸۶) (۳)

(۳) غیر مقلدین بخاری شریف کی جس روایت سے جواثی کو دیہات ثابت کرکے دیہاتوں میں جمعہ کی نماز جائز قرار دیتے ہیں وہ یہ بتلائیں کہ جواثی کا دیہات ہونا ان لوگوں نے کہاں سے ثابت کیا ہے بخاری شریف کی روایت میں تو کہیں بھی اس کی تصریح نہیں ہے کہ جواثی دیہات تھا، اس میں تو فقط اتنا ہے کہ بجواثی من البحرین البتہ ابوداؤد شریف میں جو روایت ہے اس کے اندر اس کے قریہ ہونے کی تصریح ہے **قال عثمان قرية من قرى عبد القيس** بہر حال بخاری شریف کی روایت سے جواثی کا دیہات ہونا ثابت نہیں ہوتا اسی وجہ سے امام بخاری علیہ الرحمۃ کے ترجمۃ الباب میں قری کے ساتھ مدن کی بھی تصریح موجود ہے گویا کہ جزم کے ساتھ اس کو قریہ نہیں کہہ سکتے۔

(۴) جواثی کے بارے میں علامہ ابن التین نے شیخ ابوالحسن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ مدینہ تھا **وحكى ابن التين عن شيخ ابى الحسن انها مدينة** (عمدۃ القاری ج۶ ص ۱۸۷) (۴)

(۵) ابوعبید البکری نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جواثی مدینہ تھا **وقال ابو عبيد البكرى هى مدينة بالبحرين بعبد القيس** (عینی ج۶ ص ۱۸۷) (۵)

(۶) امام العصر فخر المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی تصریح کی ہے جواثی قریہ نہیں تھا بلکہ مصر تھا **قلت كيف وجواثى لم تكن قرية اصلا بل كانت مصرًا**

الخ (فیض الباری ج۶ ص ۳۳۰)(۶)

(۷) جواثی میں ایک قول کے مطابق چار ہزار انسان رہتے تھے اور چار ہزار انسان شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ میں رہا کرتے ہیں اور چار ہزار کی آبادی پر تو فقہاء احناف بھی جمعہ جائز قرار دیتے ہیں پھر ان کے مخالف یہ روایت کہاں ہوئی اور غیر مقلدین کا استدلال کہاں تام ہوا

قیل کان یسکن فیها فوق اربعة الآف نفس والقریة لا تکون کذا لك الخ (بذل المجهود ج۶ ص ۴۵)(۷)

(۸) جواثی کے مصر ومدینہ ہونے پر امراء القیس کا شعر بھی شاہد بین ہے امرء القیس کا شعر ملاحظہ ہو۔

ورحنا کأنا من جواثی عشیة - نعالی النعاج بین عدل ومحقب

امرء القیس جواثی کے شکار سے واپسی کی حالت کو ان تاجروں کی حالت کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہے جو جواثی سے مال تجارت سے لدے پھدے واپس ہوتے ہیں اور مختلف قسم کے مال تجارت کی کثرت کے ساتھ واپس ہوتے ہیں کثرت امتعہ دلالت کرتا ہے کثرت تجار پر اور کثرت تجارت دلالت کرتا ہے جواثی کے مدینہ وشہر ہونے پر اس لئے کہ دیہاتوں میں عموماً اتنے تاجر نہیں ہوا کرتے۔ قال العلامة انور شاه الکشمیری وهو الذی یعلم (ای کون جواثی مصرًا) من اشعار الجاهلیة فیقول امرء القیس ورحنا کانا من جواثی عشیة نعالی النعاج بین عدل محقب فانه یشبه حال رجوعه من الاصطیاد بحال التجار عائدین من جواثی مملوئین من انواع الامتعة فعلم انها کانت متجر الهم (فیض الباری ج۲ ص ۳۳۰)

وقال الامام الشیخ بدر الدین قلت کثرة الامتعة تدل علی کثرة التجار و کثرة التجار تدل علی ان جواثی مدینة قطعا لان القریة لا یکون فیها تجار کثیرون غالبا عادة الخ (عمدة القاری ج۶ ص ۱۸۷ وہکذا فی

بذل المجہود ج ۶ ص ۴۵)

(۹) حاصل کلام یہ کہ جواثٰی مدینہ مصر شہر تھا قریہ (دیہات) نہیں تھا اور اس کو قریہ کہنا اسی طرح ہے جس طرح کہ مکہ، طائف، مصر کو قریہ کہا گیا ہے حالانکہ وہ سب شہر ہیں اگر غیر مقلدین کے نزدیک قریہ کے معنی دیہات ہی کے ہیں تو پھر ان آیتوں کا کیا جواب دیں گے جن میں مکہ، طائف مصر کو قریہ کہا گیا ہے۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ یعنی مکہ وطائف یہاں پر قریتین سے مراد مکہ اور طائف ہے۔

واسأل القرية التى كنا فيها وهى مصر اس جگہ قریہ سے مراد مصر ہے **وكأى من قرية هى اشد قوة من قريتك التى اخرجتك اهلكناهم** (بذل ج ۶ ص ۴۵)

(۱۰) اگر غیر مقلدین بخاری شریف کے مذکورہ بالا روایت سے دیہاتوں میں جمعہ کو ثابت کرتے ہیں تو وہ پھر ان روایتوں کا کیا جواب دیں گے جن میں جواز جمعہ کے لئے مصر جامع یا مدینہ عظیمہ کی تصریح موجود ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت **لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع وفى رواية عن على** رض **لا جمعة ولا تشريق ولا صلوٰة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة** جس کی تخریج ابن عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں کی ہے (عمدۃ القاری شرح بخاری شریف ج ۶ ص ۱۸۸، بذل المجہود ج ۶ ص ۴۷ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۷۹ تعریف المصر والقریۃ۔

(۱۱) اور اگر بالفرض ومحال ہم مان لیں کہ جواثٰی قریہ تھا تو اس سے کہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہے یہ بات تو اس وقت ہوتی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے قریہ ہونے کی اطلاع ملی ہوتی اور اس پر کوئی نکیر نہیں کی ہوتی اور ان کو اس عمل پر ثابت رکھا ہوتا مگر اس روایت میں کہیں بھی اس کی تصریح نہیں ہے پھر بخاری شریف کی اس روایت

سے دیہات میں جواز جمعہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔

ولئن سلمنا انها قرية فليس فى الحديث انه ﷺ اطلع على ذالك واقرهم عليه الخ (عمدۃ القاری ج۶ص ۱۸۷)

(۱۲) اگر دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہوتی تو پھر حضور ﷺ قباء میں جبکہ ۱۴ یا ۲۴ دن مقیم تھے ضرور جمعہ کی نماز وہاں ادا کرتے مگر کسی روایت میں بھی اس کی تصریح نہیں اس کے برعکس روایات میں یہ ہے کہ سب سے پہلے جمعہ کی نماز مدینہ طیبہ میں ہوئی اس سے صاف طور سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے نہ خود دیہات میں جمعہ کی نماز ادا کی ہے اور نہ حکم فرمایا لہٰذا دیہات میں جمعہ کی نماز کیسے درست ہوسکتی ہے۔

واصرح من ذالك ان رسول الله ﷺ لما هاجر الى المدينة اقام فى قبا وهى قرية قرب المدينة الخ اربعة عشر يوما او اربعة عشرين كما فى البخارى على اختلاف نسخها ووقعت الجمعة فى اثنائها ولم يثبت ان رسول ﷺ اقام الجمعة ولم يأمرهم ان يجمعوا فيها وسار يوم الجمعة يريد المدينة فجمع فى مسجد بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن الخزرج وهى محلة من المدينة فكان اول جمعة جمعت فى الاسلام فثبت بهذا ان رسول الله ﷺ لم يصلى الجمعة فى القرىٰ ولم يأمرهم بها فيها فعلم بهذا ان القرىٰ ليس محل اقامة الجمعة الخ (بذل المجہود ج۶ص ۴۸)

حاصل کلام یہ کہ بخاری شریف کی روایت اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ جواثٰی دیہات ہے یہ غلط ہے جیسا کہ ماقبل کے بیان سے روز روشن کی طرح عیاں ہے اور احناف کا یہ کہنا کہ جمعہ کی نماز دیہات میں جائز نہیں بالکل صحیح ہے مستدل حضرت علیؓ کی روایت ہے جو کہ ص ۱۰۱ پر مذکور ہے۔

بادشاہ یا اس کا نائب یا قاضی و حاکم صحت جمعہ کے لئے مقصود لذاتہ نہیں بلکہ یہ فتنہ کے باب کو مسدود کرنے کے لئے ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل سے مفہوم ہوتا ہے **ولا يجوز**

اقامتها الا للسلطان او لمن امره السلطان لانها تقام لجمع عظیم وقد تقع المنازعة فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیره فلا بد منه تتمیما لامرها الخ (الہدایہ ج۱ ص ۱۴۸) لہٰذا اگر مسلمان کی رضامندی سے یہ حکمت حاصل ہوجائے اور کوئی ایسا طریقہ متفقہ طور پر طے ہوجائے جس سے فتنہ اپنا سر نہ نکال سکے اور مسدود ہوجائے تو معنیً یہ شرط مفقود نہ ہوگی بشرطیکہ دوسرے شرائط علی وجہ الاتم متحقق ہوں جیسا کہ در مختار میں اس کی تصریح ہے ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمهم فیجوز للضرورة (الدر المختار مع تنویر الابصار ج۱ ص ۵۴۰)

قوله فیجوز للضرورة ومثله مالو منع السلطان اهل مصر ان یجمعوا اضرارًا وتعنتًا فلهم ان یجمعوا علی رجل لیصلی بهم الجمعة اما اذا اراد ان یخرج ذالك المصر من ان یكون مصرًا السبب من الاسباب فلا كما فی البحر الخ (الشامی ج۱ ص ۵۴۰ وهكذا قال شیخ المشائخ قطب الاقطاب مولانا اشرف علی تهانوی قدس سره نور الله مرقده فی امداد الفتاوی ج۱ ص ۴۲۴ وهكذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند ج۵ ص ۱۴۶ وهكذا قال العلامه الفهامة انور شاه الكشمیری فی كتابه فیض الباری ج۲ ص ۳۳۰) فان قلت وعلی هذا ینبغی ان لا تجب الجمعة علی اهل المصر ایضا فی هذا العصر لعدم صدق الحد المذكور فاین القضاة واین اقامة الحدود قلت وقد صرح اصحابنا ان الملك اذا صار دار الحرب یجمع بهم من اتفق علیه القوم وهكذا فی المبسوط والشامی ج۱ ص ۵۴۱ كما مر انفًا فلیطالع وهكذا فی جامع الرموز باب الجمعة ج۱ ص ۱۱۶ (والسلطان الی قوله) والاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط وهذا اذا امكن استیذانه والا فالسلطان لیس بشرط فلو اجتمعوا علی رجل وصلوا جاز كذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند

ج۵ص۱۴۶۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) حدیث: حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابو عامر۔۔۔ الخ۔ (ابوداؤد ج:۱ ص:۵۳۔ باب الجمعۃ فی القریٰ)۔ مکتبہ بلال دیوبند۔

(۲) وقال ابن الاثیر القریة من المساکن الاجنبیه والضیاع وقد تطلق علی المحسن۔ (عمدۃ القاری ج:۶ ص:۱۸۶)۔

(۳) وقال صاحب المطلع القریة المدینة وکل مدینة قریة لا جتماع التاس۔۔۔۔ الخ۔ (بذل المجهود ج:۲ ص:۴۴)۔

(۴) هکذا فی عمدة القاری ج:۲ ص:۱۸۶۔

(۵) وحکی ابن التین عن شیخ ابی الحسن انها مدینة۔ (عمدۃ القاری ج:۶ ص:۱۸۷)۔

(۶) ہکذا فی فیض الباری ج:۶ ص:۳۳۰

(۷) بذل المجہود ج:۶ ص:۴۵۔

جمعہ کی اذان ثانی کہاں سے دی جائے؟

سوال (۲۵۰): جمعہ کی اذان ثانی کہاں سے دی جائے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کی اطلاع ہے **وفيه ايذان لوجوب الجهر بالاذان لإعلام الناس (جامع الرموز)** لہٰذا نمازی اگر اپنے اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، تو مؤذن کو چاہئے کہ ایسی جگہ سے اذان دے جہاں سے مسجد میں آنے والے نمازیوں کی اطلاع ہوجائے **كما فى المبسوط للسرخسى ويؤذن المؤذن حيث يكون اسمع للجيران** اور علامہ (۱) شامی بحوالہ ''**السراج الوهاج**'' لکھتے ہیں: **وفى السراج وينبغى للمؤذن ان يؤذن فى موضع يكون اسمع للجيران ويرفع صوته ولا يجهر نفسه الظاهر ان هٰذا فى اذان الحئ**۔ جیسا کہ پانچوں نمازوں کی اذانیں بلند جگہ سے بلند آواز سے دی جاتی ہیں اور اگر سارے نمازی مسجد ہی میں ہیں جیسے جمعہ کی اذان ثانی تو اس کا حال اقامت کی طرح ہے کہ ایسی جگہ سے اذان دی جائے کہ جہاں سے مسجد کے اندر کے نمازیوں کو اس کی اطلاع ہوجائے کہ اب امام ممبر پر آچکا (۲) ہے اور خطبہ شروع ہونے والا ہے لہٰذا سارے لوگ خطبہ سننے کے لئے تیار ہوجائیں، تلاوت کرنے والے تلاوت بند کردیں، ذکر کرنے والے اپنا ذکر بند کردیں اور نماز پڑھنے والے اپنی نماز مختصر کرکے ختم کردیں، اسی وجہ سے اس اذان میں اسی قدر آواز بلند کرنے کا حکم ہے جس سے مسجد کے اندر کے نمازیوں کو اطلاع ہوجائے **كما فى الشامى امّا من اذن لنفسه او لجماعة الحاضرين فالظاهر انه لا يسن له المكان العالى لعدم الحاجة وفى السعاية (۳۸/۲) أى اذان لا يستحب فيه رفع الصوت؟ قل هو الاذان الثانى يوم الجمعة الذى يكون بين يدى الخطيب لانه كالاقامة لإعلام الحاضرين صرح**

به جماعة الفقهاء فاعتبروا یا اولی الابصار۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وینبغی للمؤذّن أن یؤذن فی موضع یکون أسمع للجیران، ویرفع صوته ولا یجهر نفسه لأنّه تیضرر، قلت: والظاهر أنّ هذا فی مؤذن الحیّ، امّا من أذّن لنفسه أو لجماعة حاضرین: فالظاهر أنّه لایسّ له المکان العالی لعدم الحاجة۔ (شامی: باب الأذان ص ۶۱/ ۲) اشرفیه۔

ویؤذّن ثانیاً بین یدیه أی الخطیب علی سبیل السنّة۔ (شامی ص ۱۶۱/ ۲) کراچی۔

فإذا جلس علی المنبر أذّن بین یدیه واقیم بعد تمام الخطبة بذلك جری التوارث الضمیر فی قوله "بین یدیه" عائداً إلی الخطیب الجالس۔ (البحر الرائق ص ۱۵۷/ ج: ۲) سعید۔

إذا جلس الإمام علی المنبر أذّن أذاناً ثانیاً بین یدیه أی بین الجهتین المستامنین لیمین المنبر أو الإمام ویساره قریباً منه۔ (اعلاء السنن ص ۶۹ ج: ۸) مکتبہ امدادیہ۔

جمعہ کے بعد سلام پڑھنے کا حکم

سوال (۲۵۱): ہمارے یہاں ابھی جلدی سے ایک رواج نکلا ہے لوگ بعد نماز جمعہ اکٹھے ہو کر باآواز بلند سلام پڑھتے ہیں جواب طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز اور ثواب ہے یا بدعت ہے مع دلائل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بدعت ہے دین وشریعت صرف وہی ہے جس کو چودہ سو برس پہلے آقائے مدنی فخر رسل تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے۔ آج کل نئی نئی چیزیں شریعتِ مطہرہ وسنت نبویہ کا نقاب ڈال

کر جنم لے رہی ہیں، وہ سب واجب الترک ہیں ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.... إياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔ (سنن أبي داوٗد ص ۶۳۶ ج: ۲) قدیم نسخہ ۔مکتبہ البدر دیوبند۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحدث في أمرنا هذا فليس منه فهو ردّ۔ (کتاب الصلح ۔بخاری شریف ۳۷۱ ج: ۱، یاسر ندیم اینڈ کمپنی)

البدعة: ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبه واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً۔ (شامی ص ۵۶۰ ج: ۱ مطلب البدعة خمسة أقسام کراچی)

البدعة الحقيقة: هي التي لم يدلّ عليها دليل شرعي، لامن كتاب ولا سنة ولا إجماع ولا استدلال معتبر عند أهل العلم لا في الجملة ولا في التفصيل الخ۔

(الموسوعة الفقهية: ص ۳۲ ج: ۷)

اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت کے احکام

سوال (۲۵۲): (الف-۱) جمعہ کے روز خرید و فروخت قطعی حرام یا ناجائز ہے یا جواز کی کچھ گنجائش ہے۔ (ب-۲) نیز یہ حرمت پہلی اذان سے ہے یا دوسری اذان سے ہے یا زوال کے بعد فوراً بعد سے حرمت شروع ہوجاتی ہے، جیسے مثلاً جامع مسجد میں ایک بجے اذان ہوتی ہے اور زوال ساڑھے بارہ بجے ہے تو حرمت ایک بجے اذان سے شروع ہوگی یا زوال کے بعد سے حرمت شروع ہوگی واضح فرمائیں؟

(۲) بعض جگہ، جگہ کی قلت اور آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے بہت سی مسجدوں میں نماز

ہوتی ہے مثلاً بمبئی میں کہ یہاں پر کئی مسجد میں نماز ہوتی ہے اور بہت سی جگہ نماز کے اور اذان کے اوقات بھی مختلف ہیں تو زید کو مثلاً وہاں نماز پڑھنا ہے جہاں اذان ڈیڑھ بجے ہوتی ہے اور جہاں اس کی دوکان ہے وہاں ایک بجے اذان ہوتی ہے تو کیا زید ڈیڑھ بجے سے پہلے پہلے تک اپنی دوکان پر خرید وفروخت کرسکتا ہے یا اس کے برعکس کرسکتا ہے کہ جہاں جلدی نماز ہوتی ہے وہاں سے پڑھ کر آگیا اور دوکان کھول رہا ہے تو یہاں اب ڈیڑھ بجے اذان ہورہی ہے تو اب خرید وفروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) ایک دوکان پر دو آدمی بیٹھتے ہیں ایک آدمی دوکان پر بیٹھتا ہے وہ وہاں نماز پڑھے گا جہاں ڈیڑھ بجے اذان ہوتی ہے اور ایک آدمی ایک بجے کی نماز پڑھ کر دوکان پر اگر بیٹھتا ہے تو اس طرح گویا پورے دن دوکان کھلی رہی اس طرح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(الف-۱) گنجائش نہیں **لقوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر الله وذروا البيع قال الشيخ احمد فی التفسيرات الاحمدية وامر الشارع للوجوب فثبت وجوب السعی الی ان قال وکذا وجوب ذرء البيع ای ترکه عنده اه** (تفسیر احمدی ص ۴۷۵)(۱)

ويجب السعی وترك البيع بالاذان الاول الواقف عقيب الزوال لقوله تعالیٰ اذا نودی للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البيع. الأية (مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۵۶)(۲) والفتاوی الہندیہ ج ۱ ص ۱۴۹)(۳)

(ب) ایک قول زوال (دخول وقت) کے بعد کا ہے لیکن مفتیٰ بہ یہی قول ہے کہ حرمت اذانِ اول سے ہے جیسا کہ تمام متون وشروح میں مصرح ہے۔ **ويجب السعی اليها وترك البيع بالاذان الاول كنز. وانما اعتبر الاذان الاول لحصول الاعلام به الخ** (البحر الرائق ج ۳ ص ۱۵۶)(۴) **وقيل بالاذان الاول فی الاصح الخ** (درمختار ج ۱ ص ۵۵۲)(۵) **والاصح ان المعتبر هو الاول** (ہدایہ ج ۱

ص ۱۵۱) (۶) **ویجب السعی وترك الاشتغال بالاذان الاول** (کبیری ص ۵۱۹ درمختار ج ۴ ص ۱۳۲) (۷) (۸)

(۲) زید کی دوکان کے قریب جو مسجد ہے اسی کا اعتبار ہوگا لہٰذا صورت مسئولہ میں ایک بجے کے بعد بیع وشراء جائز نہیں بلکہ دوکان بند کرکے فوراً جمعہ کی تیاری میں لگ جائے اس کے بعد چاہے جمعہ کی نماز اسی مسجد میں ادا کرے (اور اس کے لئے یہی اولیٰ ہے قربت کی وجہ سے) یا دوسری مسجد میں **وان یجیب بقدمه اتفاقًا فی الاذان الاول یوم الجمعة لوجوب السعی بالنص وفی التاتر خانیة انما یجیب اذان مسجد** الخ (درمختار ج ۱ ص ۲۶۸ باب الاذان) (۹)

قوله انما یجیب اذان مسجده ای بالقدم وهو متفرع علی قول الحلوانی کما اشار الیه الشارح سابقًا بقوله کما یأتی علی (ج ۱ ص ۲۶۷ ردالمحتار ج ۱ ص ۲۶۸) **وسئل ظهیر الدین عمن سمعه فی آن من جهات ماذا یجب علیه قال اجابة اذان مسجده بالفعل اه** (الدرالمختار ج ۱ ص ۲۶۸) (۹) **قوله ماذا یجب علیه فعل الاجابة بالقول او بالفعل تکون الاجابة.**

قوله: اجابة اذان مسجده جواب السوال الثانی وقوله بالفعل جواب الاول کما فی البحر عن الفتح اه

حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۸۹ وهکذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۰۹ وفتح القدیر ج ۱ ص ۱۷۳ باب الاذان. (۱۰) (۱۱)

(۳) صورت مسئولہ میں ایک بجے دوکان بند کردینا ضروری ہے دوکان کے قریب مسجد میں اذان ہوجانے کے بعد کسی کا بھی بیٹھنا جائز نہیں خواہ نماز اسی مسجد میں ادا کرے یا کسی اور مسجد میں۔ قریبی مسجد میں نماز ہوجانے کے بعد دوکان کھولنا جائز ہے حوالہ تفصیل کے ساتھ سوال ۲ کے جواب میں مذکور ہے۔ **فلیطالع ثانیًا لعنان العنایة ثانیًا**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ضمیمہ جواب ۲ و ۳ حسب تصریح درمختار جمعہ کے دن اذان اول کے بعد اجابت بالقدم واجب ہے اور تاتارخانیہ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے **انما یجیب اذان مسجدہ** جس مسجد میں پانچوں وقتوں کی نماز یا جمعہ ادا کرتا ہو عرف میں اپنی مسجد کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجابت بالقدم اسی مسجد کی واجب ہے جہاں جمعہ کی نماز ادا کرنی ہے لیکن جب ایک مسجد دوکان کے قریب ہے اور اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور جہاں زید نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس سے پہلے یہاں نماز ہوتی ہے تو **احتیاطا احترازًا عن التهمة والطعن وحقًا واحترامًا للمسجد القريب وسدًا للباب** ایک بجے دوکان بند کردے مسجد قریب میں نماز ختم ہو جانے کے بعد ایک آدمی جس نے مسجد قریب میں نماز ادا کرلی ہے دوکان پر بیٹھ جائے اور دوسرا آدمی جہاں چاہے نماز ادا کرے اور جب چاہے آئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم للہ در المجیب حیث کشف الغمة بضم الضمیمة

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

التعلیق والتخریج

(۱) تفسیر احمدی ص ۴۷۵۔ اشرفیہ۔

(۲) **ويجب السعي وترك البيع بالاذن الاول۔** (الفتاوی الہندیہ ج:۱ص:۱۴۹ رشیدیہ)

(۳) مجمع الانہر ج:۱ص:۲۵۳، فقیہ الامۃ۔

(۴) البحر الرائق ج:۲ص:۱۵۶، ایچ ایم سعید۔

(۵) درمختار ج:۱ص:۵۵۲۔ نعمانیہ دیوبند۔ (۶) ہدایہ ج:۱ص:۱۷۲ تھانوی۔

(۷) ووجب سعی وترک البیع ۔۔ اراد بہ کلہ عمل ینافی السعی۔ (درمختار ج:۱ص:۵۵۲ نعمانیہ دیوبند)۔

(۸) حلبی کبیر ص:۵۶۰۔ سہیل اکیڈمی، پاکستان۔ (۹) درمختار ج:۱ص:۲۶۸۔ نعمانیہ دیوبند۔

(۱۰) فتح القدیر ج:۱ص:۲۱۷۔ دار إحیاء التراث۔ (۱۱) مراقی الفلاح ص:۲۰۳۔ دار الکتاب۔

کنزالدقائق ص ۴۵۔ رشیدیہ دہلی۔

مسافر جمعہ کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲۵۳): تعلیم الاسلام مولفہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب چوتھا حصہ ص ۶ پر لکھا ہے کہ مسافروں پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسافر جمعہ کی نماز کی امامت کرسکتا ہے؟ زید کہتا ہے کہ جب مسافر پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے تو وہ امامت نہیں کرسکتا اگر کرتا ہے تو تمام مقتدیوں کی جمعہ کی نماز فرض ادا نہ ہوگی، قرآن وحدیث سے مفصل مع حوالہ کے جواب دیا جائے صحیح طریقہ کیا ہوگا جبکہ مسافر کے اوپر نماز جمعہ فرض نہیں ہے تو پھر وہ امامت کرسکتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے عشاء پڑھ کر جاتے تھے اور اپنی مسجد میں عشاء کی جماعت کی امامت کرتے تھے اس کو علماء احناف نہیں مانتے۔ تفصیلی جواب کا خواستگار ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

تعلیم الاسلام میں جو مسئلہ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ تعلیم الاسلام میں مذکورہ مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ مسافر اگر جمعہ کی نماز ادا کرے تو گنہگار (۱) نہیں ہوگا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جمعہ کی نماز اگر ادا کرے تو وہ گنہگار ہوگا بخلاف مقیم کے اگر وہ جمعہ کی نماز نہ ادا کرے جبکہ جمعہ کی نماز اس پر فرض ہے تو وہ گنہگار ہوگا لیکن آپ کا استدلال بالکل غلط ہے اولاً وہ واقعہ حضرت سلمانؓ کا نہیں بلکہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کا ہے۔ دوسرے فرض ادا کرنے کے بعد پھر اسی فرض کو پڑھانے کا مسئلہ ہے اس کی صورت جمعہ میں یہ ہوگی کہ ایک شخص جمعہ کی نماز پڑھ لے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائے تو یہ درست نہیں اور اس پر استدلال اس واقعہ سے کریں تو یہ درست ہے لیکن مسافر کے مسئلہ میں استدلال بالکل غلط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وللمسافر والعبد والمريض ان يؤم فيها۔ (البحر الرائق ص ۲/ ۱۵۲)۔
وللمسافر والمريض العبد أنه يؤم فيها۔ (مجمع الأنہر ص ۱/۲۵۱)
يصلح للإمام فيها من صلح لغيره فجازت لمسافر و عبد و مريض وتنعقد الجمعة۔ (شامی ص ۳/ ۳۳)

جمعہ کے دن کس مسجد کی اذان پر دوکان بند کرے

سوال (۲۵۴): ایک شخص کی دوکان شہر میں ہے شہر میں متعدد مسجدیں ہیں مختلف اوقات میں اذانیں ہوتی ہیں جمعہ کے دن کس مسجد کی اذان پر اس کے لئے دوکان کا بند کرنا اور بیع وشراء کا چھوڑنا ضروری ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس مسجد میں آدمی نماز پڑھتا ہے جب اس مسجد میں اذان جمعہ ہو تو اس اذان پر دوکان کا بند کرنا اور بیع وشراء کو چھوڑنا ضروری ہے۔ سئل ظهير الدين عمن سمع الاذان فی وقت واحدٍ من الجهات ماذا يجب عليه قال اجابة اذان مسجده بالفعل۔ (البحر (۱) الرائق ج ۱ ص ۲۷۳ کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ ج ۱ ص ۲۷۵) (۱)
وان يجب بقدمه اتفاقًا فی الاذان الاول يوم الجمعه لوجوب السعی بالنص وفی التاتار خانيه انما يجيب اذان مسجده (الدر المختار ج ۱ ص ۲۶۸) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) البحر الرائق ص ۲۵۹ /ج: ۱ سعید کمپنی کراچی۔
و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۱۵۴ ج: ۲، رقم ۲۰۱۱ زکریا۔
(۲) وکذا فی الدر المختار مع الشامی ص: ۸۷ /ج: ۲۔ اشرفیہ۔

اردو میں خطبہ ہونے کی ایک دلیل اور اس کا جواب

سوال (۲۵۵): امام صاحب خطبہ کے اردو ترجمہ کو خطبہ کے درمیان پڑھتے ہیں ان کو منع کیا تو انہوں نے دلیل پیش کی کہ اگر اردو پڑھنا درست نہ ہوتا تو اس کو کتاب میں نہ لکھتے ہم نے بھی جواب دیا مگر باصواب سے روشناس فرمائیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

خطبۂ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا متواتر ومتوارث سنت ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلویؒ نے شرح مؤطا امام مالک میں اس کی تصریح فرمائی ہے (۱) چنانچہ فرماتے ہیں: **وأمّا كونها اى كون الخطبة عربية فلاستمرار أهل المسلمين فى المشارق والمغارب به مع ان فى كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين الخ.**

اسی طرح امام نوویؒ نے خطبہ کے شرائط میں سے اس کا عربی ہونا لکھا ہے **وقال النووى فى كتاب الاذكار (۲) يشترط كونها اى خطبة الجمعة وغيرها عربية.** اسی طرح درمختار میں ہے **وعلى هذا الخلاف الخطبة وجميع الاذكار** یعنی خطبہ اور تمام اذکار و اوراد میں بھی یہی اختلاف ہے کہ امام صاحب غیر عربی میں جائز قرار دیتے ہیں اور صاحبین ناجائز لیکن امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف منقول ہے۔

لہٰذا غیر عربی، یا عربی مخلوط نظم ونثر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) میں مذکور ہے اور بدعت ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتویٰ میں موجود ہے اسی طرح عربی میں خطبہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنادیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ بہتر ہے جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تصریح کی ہے۔

باقی رہا امام صاحبؒ کی دلیل کہ (اگر اردو پڑھنا درست نہ ہوتا تو اس کو کتاب میں نہ

لکھتے) تو آپ ان سے دریافت کریں کہ خطبہ کی کتاب کے اندر مصنف کا نام بھی ہوتا ہے کاتب کا نام بھی ہوتا ہے مطبع کا نام بھی ہوتا ہے، مصحح کا نام بھی ہوتا ہے اس کی قیمت بھی لکھی ہوتی ہے آخر یہ سب باتیں بھی تو اس کتاب میں لکھی ہوں گی پھر کیا وجہ ہے کہ ان باتوں کو وہ خطبہ کے درمیان نہیں پڑھتے وجہ تخصیص کیا ہے؟

جس طرح اردو ترجمہ لکھا ہوا ہے یہ سب باتیں بھی لکھی ہوئی ہیں نیز اگر اردو کا محض کتاب میں لکھا ہوا ہونا خطبہ کے درمیان پڑھنے کے لئے صحت کی دلیل ہے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ قرآن پاک بہت سے ایسے بھی تو ہیں جن میں اردو ترجمہ لکھا ہوا ہے لہٰذا آپ کی دلیل کے مطابق اس ترجمہ کو بھی نماز میں پڑھنا درست ہوگا پھر کیوں نہیں پڑھتے کیا وجہ ہے؟ اور اگر نماز میں درست نہیں اور خطبہ میں درست ہے تو وجہ فرق کیا ہے؟ حالانکہ بہت سے فقہاء نے خطبۂ جمعہ کو دو رکعتوں کے قائم مقام کہا ہے۔ **کذا فی البحر الرائق(۴) وفی البدائع (۵) ثم هی وان کانت قائمة مقام الرکعتین الخ.**

اسی وجہ سے حکم ہے کہ **اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام** (۶) نماز درود ذکر تسبیح سلام کلام سب ممنوع ہے امام صاحب کی دلیل کوئی ایسی نہیں جس پر توجہ دی جائے ان کا جواب صرف ایک ہے وہ یہ کہ آپ ایسا خطبہ خرید کر لائیں جس میں اردو ترجمہ لکھا ہوا نہ ہو اور لاکر انہیں دیں اور کہہ دیں کہ اب یہ خطبہ پڑھا کریں مثلاً حضرت مدنی علیہ الرحمہ حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ، خطب مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کی ہے پھر اس کو اگر وہ نہیں پڑھتے تو وجہ ترجیح ان سے دریافت کریں۔

صحیح بات وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی کہ عربی میں خطبہ سنت متواترہ ومتوارثہ ہے غیر عربی میں بدعت ومکروہ تحریمی ہے۔ مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ ہے (آکام النفائس) اس میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شرح المؤطا للدہلوی ج:ص:۔

(۲) کتاب الأذکار ج:ص:۔

(۳) **عمدة الرعاية بهامش شرح الوقاية** ۱/ ۲۰۰۔ (فیصل)۔

(۴) البحر الرائق ص: ۱/ ۱۴۷۔ (سعید)۔

(۵) بدائع الصنائع ص: ۱/ ۵۸۹۔ (زکریا)۔

(۶) الفتاویٰ الہندیہ ج: ۱ ص: ۱۴۷۔ رشیدیہ۔

جہاں چار ہزار کی آبادی ہو وہاں جمعہ کا حکم

سوال (۲۵۶): اگر کسی جگہ ہندو اور مسلم کی پوری آبادی چار ہزار کو پہونچ جاتی ہے تو اس جگہ جمعہ کی نماز کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نماز جمعہ کی صحت کے لئے قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے اور بڑا گاؤں اس کو کہتے ہیں جس میں گلی کوچے ہوں روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت وہاں مل جاتی ہوں قرب وجوار میں اسے بڑا گاؤں سمجھتے ہوں، قرب وجوار والے اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں، دار القضا یا شرعی پنچایت یا ایسا کوئی ذی اثر شخص ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو ڈاک خانہ وغیرہ ہو یہ شرائط جہاں پائے جاتے ہیں وہاں کی آبادی بالعموم تین چار ہزار کی ہوتی ہے لیکن اصل افراد کی تعداد نہیں بلکہ شرائط کا تحقق ہے لہٰذا آپ کے یہاں اگر شرائط مذکورہ پائے جاتے ہوں تو جمعہ کی نماز پڑھنا ضروری ہے ورنہ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ (کذا فی الشامی ج ۲)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تقع فرضاً القصبات، والقری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی قوله) لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاضی، ومنبر، وخطیب۔ (شامی باب الجمعة ص ۱۳۸ ج:۲، کراچی)

واما القری فان اراد الصلاة فیھا، تغیر صحیحة علی المذھب۔ (البحر الرائق ص ۲۴۸ ج:۲) رشیدیة

ہکذا فی الھدایة ص ۶۸ ج:۱ مکتبة شرکة علمیة۔

اردو میں خطبہ کا حکم

سوال (۲۵۷): بعض علاقوں میں جمعہ کا خطبہ عربی کے ساتھ اردو نظم یا نثر پر مشتمل رہتا ہے اردو میں خطبہ دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اردو میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی ہے۔

وچوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفائے راشدین وھلم جراً ملاحظ کردیم تنقیح آں وجوہ چند چیز است حمد وشہادتین وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ وامر بتقویٰ وتلاوت آیات ودعاء برائے مسلمین ومسلمات وعربی بودن خطبہ.......... وعربی بودن نیز بجہت عمل مستردر مشارق ومغارب باوجود آں کہ دربسیارے از اقالیم مخاطباں عجمی بودند (مصفی شرح مؤطا امام مالک مصنفہ شاہ ولی اللہ ج ۲ ص ۱۵۴)

ولا یشترط کونھا بالعربیة فلو خطب بالفارسیة او بغیرھا جاز کذا قالوا والمراد بالجواز ھو الجواز فی حق الصلوٰة بمعنی انه یکفی لاداء الشرطیة وتصح بھا الصلوٰة لا الجواز بمعنی الاباحة المطلقة فانه لا شك فی ان الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ

والصحابة ؓ فیکون مکروھا تحریمًا(۲) و کذا قرأة الاشعار الفارسیة والھندیة فیھا۔ (عمدۃ الرعایۃ بہامش شرح الوقایہ ج ۱ ص ۲۰۰)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مصفی شرح مؤطا ج: ۲ ص: ۱۵۶۔

لم یقید الخطبة بکونھا بالعربیة اکتفاء بما قدمه فی باب صفة الصلاة من أنھا غیر شرط ولو مع القدرة علی العربیة عنده خلافا لھما حیث شرطاھا الإعند العجز۔ (الدر المختار مع شامی ص ۱۴۷ ج: ۱ کراچی)

والرابع الخطبة ولو بالفارسیة من قادر علی العربیة ویشترط لصحة الخطبة فعلھا۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص ۵۰۹ مکتبہ دار الکتاب دیوبند)

لأ إن النبی۔ صلی اللہ عیه وسلم وأصحابه قد خطبو وإنما بالعربیة ولم ینفل عن أخد منھم أنھم خطبو اخبطته ولو خطبة غیر الجمعة بعیر العربیة۔ (مجموعۃ رسائل الکنووی ص ۴۴ ج: ۴، إدارۃ القرآن کراچی)۔

قال اللہ تعالی۔ وما أرسلنا من رسول الإبلسان قومه۔ (سورۃ ابراہیم)

و ہکذا سورۃ حم السجدہ ص ۳/ ۷ ۲۴۔

(۲) شرح الوقایہ ص ۲۰۰ ج: ۱، مکتبہ تھانوی دار العلوم دیوبند۔

خطبہ ایک دے جمعہ دوسرا پڑھائے کیا حکم ہے؟

سوال (۲۵۸): ایک شخص ہے جو ایک مسجد کا خطیب ہے وہ خطبہ دیتا ہے لیکن جمعہ کی نماز دوسرا آدمی پڑھاتا ہے ایسا کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بہتر یہ ہے کہ جو خطبہ دے وہی نماز پڑھائے۔ **ونص فی کتب اصحابنا ان**

اتحاد الامام والخطیب افضل ولکنه لیس بشرط. (الفتاویٰ البزازیہ بہامش الہندیہ(۱) ج ۲ ص ۷۳ رد المحتار ج ۱ ص ۵۵۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ البزازیہ بہامش الہندیہ: ص ۷۳ / ج: ارشیدیہ۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین ص ۱۱۔۱۰ / ج: ۳۔ اشرفیہ۔

لو خطب صبی بإذن السلطان وصلی الجمعة رجل بالغ یجوز۔ (البحر الرائق ص: ۱۴۷ / ج: ۲) سعید۔

أیضاً۔ فی خلاصة الفتاویٰ۔ (ص ۲۰۵ / ج: ۱) اشرفیہ۔

خطبہ نابالغ نے دیا جمعہ بالغ نے پڑھایا کیا حکم ہے؟

سوال (۲۵۹): ایک مسجد میں جمعہ ہوتا ہے اتفاق سے ایک جمعہ کو خطیب غائب ہو گئے ایک لڑکے نے خطبہ دیا اور بالغ آدمی نے نماز پڑھائی سوال یہ ہے کہ خطبہ صحیح ہوا یا نہیں اور لوگوں کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

خطبہ صحیح ہو گیا اور نماز بھی ہو گئی، خطب صبی وصلی بالغ جاز.

سکب الانہر (۱) ج ۱ ص ۱۷۱ کذا فی الفتاویٰ البزازیہ (۲) ج ۱ ص ۷۳

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) خطب صبی وصلی بالغ جاز۔ (سکب الأنہر علی ہامش مجمع الأنہر: ص ۲۵۴ / ج: ۱) مکتبہ فقیہ الامۃ۔

(۲) صبیّ خطب بإذن الإمام وصلی بالناس بالغ جاز۔ (بزازیہ ص ۴۹/ ج:۱) زکریا جدید نسخہ۔
فإن فعل بأن خطب صبی بإذن السلطان وصلی بالغ جاز۔ (شامی ص: ۴۳/ ۳) اشرفیہ۔
وقد صرّح فی الخلاصة بإنّه لو خطب صبی بإذن السلطان وصلی الجمعة رجل بالغ۔
یجوز۔ (البحر الرائق ص: ۱۴۷/ ج: ۲) سعید۔
وفی المنتقی صبیّ خطب بإذن السلطان وصلی الجمعة رجل بالغ یجوز۔ (خلاصة الفتاویٰ ص ۲۰۵/ ۱) المکتبہ الأشرفیہ۔

جمعہ کے دن سفر شروع کرنے کا حکم

سوال (۲۶۰): جمعہ کے دن سفر کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور کس وقت تک کیا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں وہ زوال سے پہلے اور زوال کے بعد کسی بھی جگہ کا سفر کرسکتے ہیں اور جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے وہ زوال سے پہلے اور زوال کے بعد ایسی جگہ کا سفر کرسکتے ہیں جہاں جمعہ ہوتا ہے۔ اور جہاں جمعہ نہیں ہوتا وہاں کا زوال سے پہلے سفر کرسکتے ہیں اور زوال کے بعد سفر کرنا مکروہ ہے۔

والصحیح انه یکره السفر بعد الزوال قبل ان یصلیها ولا یکره قبل الزوال (قال ابن عابدین) اقول السفر غیر قید بل مثله ما اذا اراد الخروج الی موضع لا تجب علی اهله الجمعة کما فی التاتار (۲) خانیه ....وعلله فی شرح المنیة بقوله لعدم وجوبها قبله وتوجه الخطاب بالسعی الیها بعده اه قلت وینبغی ان یستثنیٰ ما اذا کانت تفوته رفقته لو صلاها ولا یمکنه الذهاب وحده (الدر المختار مع رد المحتار ج ا ص ۵۵۳) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ج:۳،ص:۴۴) اشرفیہ۔

ہکذا فی التاتارخانیہ ج:۲،ص:۵۸۳۔

ہکذا فی مجمع الأنہر ج:۱،ص:۲۵۱ فقیہ الامۃ۔

تعدد جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۱): قریہ کبیرہ میں جمعہ بڑی مسجد میں ہوتا ہے، آیا اس گاؤں کی دوسری مسجدوں میں جمعہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی جلال الدین قاسمیؔ کپتان گنج دیوریا

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دوسری جگہ جمعہ قائم کرنے کا داعی اگر جامع مسجد کی تنگی ہے تب تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر ذاتی اختلاف یا کوئی اور وجہ ہے تو یہ اجتماعیت کے خلاف ہے، پرہیز ضروری ہے اور اگر پہلے ہی سے جامع مسجد کے علاوہ کسی مسجد میں جمعہ ہوتا چلا آرہا ہو تو وہاں بند کرنے کی کوشش نہ کی جائے اس لئے کہ اس میں فتنہ ہوگا باقی ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ **وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقًا علی المذہب الصحیح وعلیہ الفتوٰی دفعًا للحرج** (درمع التنویر ج ۱ ص ۵۵۷)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار ص ۱۱۰ ج:۱۔ دارالکتاب۔

وتؤدّی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ۔۔۔ وذکر السرخسی أنه الصحیح من مذهب أبی حنیفة رحمه الله وبه نأخذ الخ۔ (الفتاویٰ الهندیه ص ۱۴۵ ج:۱) رشیدیه۔

ان الصحیح من مذهب أبي حنیفة جواز اقامتها في مصرٍ واحدٍ في مسجدین وأكثر وبه تأخذ لاطلاق "لاجمعة إلا في مصر الخ"۔ (شامی ص:۱۴۵-۱۴۴ ج:۲) کراچی۔

لا تصحّ الجمعة الا في مصر الخ۔ (فتح القدیر ص ۲۲ ج:۲) بیروت۔

کیا جمعہ میں اذانِ اول کو اذانِ ثانی کا مقام دیدیا گیا ہے؟

سوال (۲۶۲): کیا جمعہ میں اذانِ اول کو اذانِ ثانی کا مقام دیدیا گیا ہے یعنی اذانِ اول کے بعد تاخیر کرنا درست نہیں ہوگا گرچہ سنت قبلیہ میں کوئی حرج نہ ہو، کھانے پینے کی اجازت اذانِ اول کے بعد ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی اذان اول کو اذان ثانی کا درجہ دیدیا گیا ہے مفتیٰ بہ قول یہی ہے، کذا في الهدایه(۱) والشامي(۳) وفتح القدیر،(۲) لہٰذا اذانِ اول کے بعد سعی للجمعہ ضروری ہے اور ہر وہ عمل جو سعی کے منافی ہو وہ بیع کے حکم میں ہے اور بیع وشراء مکروہ تحریمی ہے لہٰذا جو اس کے حکم میں ہوگا وہ بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔ كذا في الدر المختار ورد المحتار تحت قوله ووجب السعي إليها وترك البيع الخ.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) والاصح أن المعتبر هو الاول اذا كان بعد الزوال لحصول الاعلام به۔ (ہدایہ ص ۱۷۲ ج:۱ تھانوی)۔

(۲) وروى الحسن عن ابي حنيفة ﷺ ان المعتبر في وجوب السعي وحرمة البيع الاذان على المنارة لأنه لو انتظر الاذان عند المنبر يفوته أداء السنة واستماع الخطبة وربما تفوته الجمعة۔ (فتح القدیر ج:۲، ص:۳۸، دار إحیاء التراث العربي، بیروت)۔

(۳) ووجب سعی... وحاصله ان السعی نفسه فرض والواجب کونه فی وقت الاذان الاول... وترك البیع۔ آراد به کل عمل ینافی السعی۔ (الشامی ج:۱ ص:۵۵۲ نعمانیہ دیوبند)۔

ویجب السعی وترك البیع بالاذان الاول۔ (ہندیہ ج:۱ص:۱۴۹۔رشیدیہ)

ویجب السعی الیها وترك البیع بالاذان الاول وانما عتبر الاذان الاول محصول الاعلام به... وهذا القول هوا الصحیح فی المذهب وقیل العبرة للاذان الثانی الذی یکون بین یدی المنبر۔ وهو ضعیف لانه لو اعتبر فی وجوب السعی لم یتمکن من السنة القبلة ومن الاستماع بل ربما یخشی فوات الجمعة۔ (البحر الرائق ج:۲ص:۱۵۶۔سعید پاکستان)۔

سنن و مستحبات جمعہ کی تحقیق

سوال (۲۶۳): سنن و مستحبات کتب فقہ میں باب جمعہ میں جو شمار کئے گئے ہیں آیا وہ جمعہ کے لئے ہیں یا صلوٰۃ جمعہ کے لئے؟ مدلل و مفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتی مولانا محمد کوثر اعظمی کمراداں

الجواب: حامدًاومصلیًا

بعض سنن و مستحبات صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہیں مثلاً تیل لگانا، سرمہ لگانا، خوشبو لگانا، اچھا کپڑا پہننا وغیرہ۔ (کذا فی عالمگیریہ (۱) ج ۱ ص ۱۴۹) ویستحب لمن حضر لصلوٰة الجمعة ان یدهن ویمس طیبًا ان وجده ویلبس احسن ثیابه ان کان وتستحب الثیاب البیض ویجلس فی الصف الاول. کذا فی الدرایه اور بعض میں اختلاف ہے مثلاً غسل کہ، یہ صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یا جمعہ کے دن کے لئے ہے، علامہ زرقانی نے ایک جماعت کا قول یہ نقل کیا ہے کہ غسل یوم جمعہ کے لئے ہے صلوٰۃ جمعہ کے لئے نہیں ہے اور امام مالک وشافعیؒ

وابوحنیفہؒ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ یہ غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یومِ جمعہ کے لئے نہیں۔

وفی السعایة اختلفوا فی ذالك علی قولین الاول انه للیوم وهو قول حسن بن زیاد وبه قال محمد وداؤد ظاهری وهو روایة عن ابی یوسف والدلیل اما عقلًا فهو ان یوم الجمعة سید الایام واشرفها فیسنُّ فیه الغسل اظهارًا للفضیلة واما نقلًا لحدیث غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم والثانی وهو الصحیح عند الجمهور وهو قول ابی یوسف کما فی البدایة وغیره الغسل للصلٰوة لا للیوم الخ. (اوجزالمسالک ج ۲ ص ۲۱۶) (۲) بہر حال روایت واقوال فقہاء سے اس غسل کو یوم جمعہ کا غسل قرار دینا راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حدیث ابی قتادة مرفوعًا من اغتسل یوم الجمعة کان فی طهارة الی الجمعة الاخرٰی رواه ابن حبان بلفظ من اغتسل یوم الجمعة لم یزل طاهرًا الی الجمعة الاخرٰی.

(۲) غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم أخرجه مالك والبخاری ومسلم وابن ماجة والنسائی والطحاوی وغیرهم وغیر ذالك من الروایات الکثیرة الصریحة فی الغسل لیوم الجمعة ذکرها فی المطولات کالسعایة وغیره. (اوجز ج ۲ ص ۲۱۸)

(۳) فی الدرر والغرر ان غسل العید سنة للیوم لانه یوم السرور والسرور فیه عام فیندب فیه التنظیف بکل قادر علیه صلی ام لا فهٰذه العلة تؤید ان یوم الجمعة ایضا غسلًا اذ هو یوم السرور وعید یعم من صلی ام لم یصل ونظیره غسل عرفة ولیلة القدر ولیلة البرأة وعند الوقوف بمزدلفة وعند دخول منٰی ولدخول المدینة ومکة

تفصیل کے لئے اوجز المسالک ج ۲ ص ۲۱۶ تا ص ۲۱۹ ملاحظہ فرمائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) کذافی، ہندیہ ص ۱۴۹ / ج: ۱، مکتبہ رشیدیہ۔

وکذافی البحر الرائق ص: ۱۵۷ / ج: ۲، مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی۔

وکذافی الدر المختار مع شامی ص ۱۶۵ / ج: ۲، کراچی۔

(۲) اخرجه صاحب اوجز المسالك فی کتاب الجمعة ص۳۶۸ ج:۲ مکتبه مرکز الشیخ ابو الحسن الندوی.

فتنہ کے خوف سے جمعہ پڑھانے کا حکم

سوال (۲۶۴): زید جہاں پڑھاتا ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی قریب ساٹھ ۶۰ گھر ہے اور کل آبادی ایک سو پچاس گھر کے قریب اور ضروریاتِ زندگی کے سامان بھی نہیں ملتے لیکن اگر زید جمعہ پڑھانے سے انکار کرتا ہے تو فتنہ کا اندیشہ ہے ایسی صورت میں زید جمعہ پڑھائے تو پھر ظہر ادا کرے یا جمعہ ہی کافی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید کے لئے جائز نہیں کہ جمعہ کی نماز پڑھائے فتنہ کی وجہ سے ناجائز چیز جائز نہیں بن جائے گی، زید کے ذمہ ظہر کی نماز کا پڑھنا لازم وضروری ہے، جمعہ کی نماز کفایت نہیں کرے گی، **بخلاف القری لانه لا جمعة علیهم فکان هذا الیوم فی حقهم کغیره من الایام.** (۱) (شامی ج ا ص ۷۶۶) (۱) **الا انهم اذا کانوا فی مقام لا یجوز اقامة الجمعة فیه کالرستاق صلوا الظهر بجماعة کما فی سائر الایام فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ج ۴ ص ۷۶۔**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) بخلاف القرى لأنّه لا جمعة عليهم، مكان هذا اليوم فى صفّهم كفيرة من الأيّام۔ (شامی ص:۱۵۷ج:۲) کراچی۔

(۲) إلّا أنّهم إذا كانوا فى مقام لا يجوز اقامة الجمعة فيه كالرستاق صلّوا الظهر بجماعة كما فى سائر الأيّام۔ (بزازیہ علی ہامش الہندیہ ص:۶۷/۴) مکتبہ رشیدیہ پاکستان۔ فتاوی محمودیہ ص ۹۲/۸ مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند۔

گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۵): ماہل تھانہ پوئی کے درمیان میں ایک گاؤں سمجھاڈیہہ پرانا بازار ہے، پرانا بازار سمجھاڈیہہ ماہل سے ۸ کلو میٹر پوئی سے ۴ کلو میٹر ہے جمعہ کی نماز کے لئے ماہل یا پوئی جانا پڑتا ہے کم لوگ جاتے ہیں گرمی اور برسات میں پریشانی ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) ہی میں قائم کرسکتے ہیں، قریہ صغیرہ (چھوٹے گاؤں) میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں، بلکہ ظہر کی نماز ادا کرنی ضروری ہے، جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) وہ کہلاتا ہے جہاں گلی کوچے ہوں بازار ہو، روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت حاصل ہوجاتی ہوں، قرب وجوار کے گاؤں والے اپنی ضرورتیں وہیں سے پوری کرتے ہوں، قاضی یا مفتی ہو دارالقضاء یا شرعی پنچایت ہو، آس پاس کے لوگ بڑا گاؤں سمجھتے ہوں وغیرہ، ان تمام شرطوں کے ساتھ جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے اور اگر یہ شرطیں نہیں ہیں تو پھر جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویشترط لصحتها سبعة اشیاء: الأوّل المصر وهوما لا یسع أکبر مساجده أهله المکلفین بها وعلیه فتوی أکثر الفقهاء۔ أد فناؤة وهو ما حوله اتصل به لأجل مصالحه۔ والثانی: السلطان أو نائبه۔ والثالث: وقت الظهر فتبطل الجمعة۔ بخروجه مطلقا۔ والرابع: الخطبة فیه فلو خطب قبله وصلی فیه لم تصح۔ والخامس: کونها قبلها: والسادس: الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوی الإمام۔ والسابع: الإذن العام من الإمام۔ (شامی ص:۲۸۔ج:۶) اشرفیہ۔

ولأدائها شرائط فی غیر المصلی:

منها المصر ومنها: السلطان عادلا کان او جائزاً ومنها: وقت الظهر حتی لو خرج وقت الظهر فی خلال الصلوٰة تفسد الجمعة۔ ومنها: الخطبة قبلها۔ حتی لو صلوا بلا خطبة أو خطب قبل الوقت لم یجز۔ ومنها: الجماعة۔ وأقلها ثلاثة سوی الإمام۔ ومنها: الإذن العام وهو تفتح أبواب الجامع، فیؤذن للناس کافة۔ (الفتاویٰ الهندیة ج:۱ص:۱۰۹۔۱۰۵،زکریا)

ویشترط لصحتها ستة اشیاء:

المصر او فناؤه سواء مصلی العید وغیره لأنه بمنزلة المصر فی هق حوائج أهله، وتصح إقامة الجمعة فی مواضع کثیرة بالمصر و فنائه، وهو قول أبی حنیفة ومحمد فی الأصح۔ والثانی: السلطان أو تائبه والثالث: وقت الظهر۔ والرابع: الخطبة قبلها والخامس: الإذن العام۔ والسادس: الجماعة۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص۵۰۶۔۵۱۱،دارالکتاب دیوبند)

أحدهما: المصر: وهذا مذهبنا، روی عن أبی حنیفة ألمصر الجامع ما یجتمع فیه موافق أهلها دینا و دنیا۔ والثانی: السلطان أو نائبه من الأمیر أو القاضی.... الخ۔ (تاتارخانیۃ ص:۷۔۵۴۷۔۵۷۷) زکریا۔

ستر گھر کی آبادی پر مشتمل گاؤں میں نمازِ جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۶): موضع نانورہ ضلع فیض آباد میں قریب ستر گھر کی آبادی ہے لیکن نہ تو بازار لگتا ہے نہ تو کوئی ضرورت کا سامان ہے، وہاں لوگ جمعہ رائج کئے ہوئے ہیں، اس کی وجہ سے وہ موضع سرکاری کاغذ میں ہنسور کی آبادی میں شمار ہوتا ہے لیکن وہ موضع ہنسور سے ایک میل دوری پر واقع ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس سوال کا جواب تسلی بخش ملے گا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً

موضع نانورہ جب مستقل ایک گاؤں ہے اور وہاں کی آبادی جب مستقل ہے تو نمازِ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے وہاں پر تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری (۱) ہے، ہنسور کے تابع کر کے ہنسور کا حکم اس کو نہیں دیا جاسکتا، ویسے ستر ۷۰ گھر کی آبادی سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شرائط جمعہ کا تحقق وہاں نہیں ہوگا، تاہم چند ایسے علمائے سے جن کو فقہ و فتویٰ میں مہارت حاصل ہو اور جزئیات پر نظر ہو، گاؤں کا معائنہ کرالیں اس کے بعد کوئی قطعی فیصلہ کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ قاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ويشترط لصحتها سبعة اشياء:

الأول المصر وهو مالا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها وعليه فتوى أكثر الفقهاء: أو فنائه وهو ما حوله اتصل به الأجل مصالحه. والثانى السلطان أو نائبه والثالث: وقت الظهر فتبطل الجمعة. بحروجه مطلقا. والرابع: الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح. والخامس كونها قبلها. والسادس الجماعة وأقلها ثلاثة رجال سوى الإمام والسابع الإذن العام من الإمام. (شامی ص:۲۸۔۶ج:۳) اشرفیہ۔

ولأدائها شرائط فی غیر المصل:

منها: المصر ومنها السلطان عادلا کان أو جائراً ومنها وقت الظهر حتی لو خرج وقت الظهر فی خلال الصلوٰۃ تفسد الجمعۃ۔ ومنها الخطبۃ قبلها حتی لو صلوا بلا خطبۃ أو خطب قبل الوقت لم یجز ومنها الجماعۃ، وأقلها ثلاثۃ سوی الإمام ومنها الإذن العام وھو تفتح أبواب الجامع، فیوذن للناس کافۃ۔ (الفتاویٰ الهندیة ص۱۰۹۔ ۱۰۵) زکریا۔

ویشترط لصحتها سبعة اشیاء:

المصر أو فناؤہ سواء یصلی العید وغیرہ لأنه بمنزلة المصر فی حق حوائج أهله، وتصح إقامة الجمعة فی مواضع کثیرۃ بالمصر وفنائه، وھو قول أبی حنیفة ومحمد فی الأصح۔ والثانی السلطان أو نائبه والثالث وقت الظهر والرابع الخطبة قبلها والخامس الإذن العام۔ والسادس الجماعة۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص۵۰۶۔ ۵۱۱، دار الکتاب دیوبند)

أحدها: المصر: وهذا مذهبنا، روی عن أبی حنیفة المصر الجامع ما یجتمع فیه مرافق أهلها دینا ودنیا والثانی السلطان أو نائبه من الأمیر أو القاضی۔۔۔۔ الخ۔

(تاتارخانیہ ص:۵۴۷۔ ۵۷۷) زکریا۔

دیہات میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۶۷): ہمارا موضع ’’چھتے پور‘‘ سرائے میر قصبہ سے تقریباً ۶ میل پچھم واقع ہے اب تک ہمارے موضع میں جمعہ کی نماز ہوتی تھی اب آبادی بڑھ گئی ہے اور خام سڑک جو گاؤں کے پاس سے گزر رہی تھی وہ پختہ ہوگئی ہے اس لئے گاؤں میں بازار بھی لگتا ہے اور تقریباً ہر چیز کی دوکانیں بھی ہوگئی ہیں اور ضرورت کا ہر سامان ملنے لگا ہے کچھ لوگوں نے ایک ہفتہ سے اپنی مرضی کے مطابق یہاں جمعہ پڑھنا شروع کر دیا ہے تاہم گاؤں کے محتاط اور

دیندار لوگ بغیر شرعی فیصلہ کے پڑھنے سے انکار کر رہے ہیں اس لئے کہ اکابر ملت وعلماء کرام ہی مشعل راہ ہدایت ہیں ان سے کٹ کر اپنی مرضی سے کوئی طریقہ اختیار کرنا سراسر ضلالت وگمراہی ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا مندرجہ ذیل صورت میں یہاں جمعہ کی نماز ادا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر ضرورت اور مناسب سمجھیں تو گاؤں کا معائنہ فرمالیں تاکہ صحیح صورت حال آپ حضرات کے سامنے آجائے اور پھر جو فیصلہ ہو اس پر متفقہ طور پر عمل کیا جائے اور افتراق بین المسلمین کا جو تخم پڑ کر اگنے والا ہے اس کے شر سے محفوظ رہ کر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ علانیہ کیا جاسکے گاؤں کی موجودہ صورت حال مندرجہ ذیل ہے:

(۱) مردم شماری محتاط اندازے کے مطابق دو ہزار سے متجاوز اعداد شمار میں دوکاندار شامل ہیں۔

(۲) بازار میں موجودہ افراد تقریباً دوسو زیادہ سے زیادہ ہوتے ہیں جس میں اضافہ اور کمی ہوتی رہتی ہے۔

(۳) گاؤں الحمد للہ خوش حال ہے پختہ مکانات، ٹیوب ویل، ٹریکٹر، موٹر سائیکل وغیرہ کافی تعداد میں ہیں۔

(۴) گاؤں کے دو پورے ہیں درمیان میں مدرسہ اور باغ حد فاصل ہے اعداد وشمار میں دونوں پورے کے حضرات داخل ہیں۔

(۵) بازار سے گاؤں آبادی کے اعتبار سے اب متصل ہوگیا ہے نئے مکانات تعمیر ہوجانے کے سبب بازار سے مکانوں کا اتصال ہوگیا ہے۔

(۶) گاؤں کے بازار سے متصل ایک گاؤں بلہری ہے جس کی آبادی تقریباً پندرہ سو سے متجاوز ہے، مسلم صرف ۲/۳ گھر ہیں باقی غیر مسلم ہیں نئے مکانات اور دوکانوں کی تعمیر سے اس کا بھی اتصال بازار سے ہوگیا ہے۔

(۷) بازار میں دوکانوں کے علاوہ بینک بھی ہے پوسٹ آفس فی الحال نہیں ہے۔

(۸) گاؤں میں پانچ مسجدیں ہیں الحمد للہ ہر ایک میں پنج وقتہ نماز جماعت سے ہوتی

ہے اور ایک صف کا اوسط ہر مسجد میں نمازیوں کا ہوتا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانہ کی رفتار ترقی نے بہت تیزی سے بہت سی جگہ نمایاں تبدیلی پیدا کردی ہے چند سال قبل جن چیزوں کے بارے میں سوچا نہیں جاسکتا تھا آج وہ وجود میں آکر آنکھوں کو خیرہ کررہی ہیں جس کی وجہ سے چند سال قبل جہاں جواز جمعہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا آج وہاں جواز وجوب سے بدل چکا ہے البتہ اتنی بات قابل لحاظ ہے کہ کبھی بھی کوئی فیصلہ جذبات میں آکر نہیں کرنا چاہئے یہ دانشمندی کے خلاف ہے خاص کر دینی اور اجتماعی امور میں سے اس کے اثرات انتہائی خطرناک صورت اختیار کرتے ہیں اس لئے ایسے موقعہ پر ان علماء حق کی رہبری حاصل کرنی ضروری ہے جن کو خدا نے بطریق مطلوب اپنی خاص صفت (علم) کے ساتھ متصف کیا ہے۔

جواز جمعہ کے سلسلے میں حضرات فقہاء کرام کی تفصیلات جو کتب فقہ میں بسط کے ساتھ مذکور ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کی نماز جائز ہونے کے لئے مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) ہونا ضروری ہے اور قریہ کبیرہ وہ گاؤں ہے جس میں گلی کوچے ہوں روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت وہاں حاصل ہوتی ہوں قرب وجوار کے چھوٹے گاؤں والے اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں جوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو آبادی کے اعتبار سے بھی بڑا گاؤں معلوم ہوتا ہو وہاں شرعی پنچایت یا مفتی یا کوئی ایسا بااثر شخص ہو جو روز مرہ کے معمولی جھگڑوں کا فیصلہ کرسکتا ہو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو (ڈاکخانہ) وغیرہ ہو۔ (شامی)

اصل ان شرائط کا تحقق ہے افراد کی تعداد نہیں یہ امر آخر ہے کہ جہاں یہ شرائط پائے جائیں گے وہاں کی آبادی دو ڈھائی ہزار کی ضرور ہوگی یا جہاں ڈھائی تین ہزار افراد ہوں گے وہاں مذکورہ بالا شرائط ضرور پائے جائیں گے لیکن بہتر یہ ہے کہ جہاں جواز وعدم جواز جمعہ مشتبہ ہو وہاں کے حضرات خود رائی وخود بینی کے بجائے چند ایسے علماء حقہ کی بینی کا اعتبار کریں جن کو فقہ وفتاویٰ سے مناسبت ہو یا اس میں مہارت ہو اور اسی پر عمل کیا جائے۔

ہم لوگوں نے چھتے پور کا معائنہ کیا وہاں شرائط مذکورہ پائے جارہے ہیں لہٰذا چھتے پور والوں پر اب جمعہ کی نماز ادا کرنا واجب ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ آپس کے مشورہ سے کسی ایسی مسجد کا انتخاب کرلیا جائے جس میں سارے نمازی بیک وقت جمعہ کی نماز پڑھ سکیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

الجواب صحیح

بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

یہ ناکارہ محمد حنیف بھی آبادی کے معائنہ میں مفتی صاحب مدظلہ کے ہمراہ شریک معائنہ تھا میری رائے بھی وہی ہے جو جناب مفتی صاحب نے تحریر فرمائی ہے۔

محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أوفی مصلی المصر.... والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاضٍ بنفذ الاحکام ویقیم الحدود.... انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔ (هدایه: ج:۱ ص:۱۶۸ تھانوی)۔

منها المصر۔ والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۵ رشیدیه پاکستان)۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ: ج:۲/ص:۵۴۷۔(زکریا)۔

ویشترط لصحتها سبعة أشیاء۔ الاوّل: المصر، وهو مالا یسع اکبر مساجده أهله المکلفین لها وعلیه فتوی اکثر الفقهاء۔ (ردالمحتار ج:۲، ص:۱۳۷۔ ایچ ایم سعید، پاکستان)۔

البحرالرائق ص:۲/۱۴۰۔ ایچ ایم سعید۔ پاکستان۔

بعد نماز جمعہ و فجر و عصر صلوٰۃ وسلام و مصافحہ کا حکم

سوال (۲٦۷): ایک استفتاء مع جواب پیشِ خدمت ہے یہ استفتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے کیا گیا تھا اور وہاں کے مفتی نے ذیل کا جواب دیا تھا، آپ سے گذارش ہے کہ وہ جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں کتنا درست ہے؟ مطلع فرمائیں۔

بعد نماز جمعہ سلام پڑھا جاتا ہے۔ ۲ بعد نماز فجر و بعد نماز عصر امام اور مقتدی مصافحہ کرتے ہیں؟ کیسا ہے؟

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے مفتی کا جواب تھا۔

الجواب: اللہ عزوجل نے ہمیں درود وسلام پڑھنے کا مطلق حکم فرمایا ہے جو کسی وقت اور کسی ہیئت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ہم جس وقت اور جس ہیئت کے ساتھ درود وسلام پڑھیں وہ اسی حکم کی تعمیل ہوگی، اصول فقہ کا مسلم قاعدہ ہے: ''**حکم المطلق الأتی بأی فرد کان آتیا للمامور به الخ**'' حکم مطلق یہ ہے کہ اسکے جس فرد کو بھی ادا کیا جائے وہ مامور بہ کی ادائیگی ہوگی، اور آج کل جو لوگ عام طور پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ بعد نماز فجر یا بعد نماز عصر کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنا ثابت نہیں ہے اس لئے بدعت ہے، یہ حدیث کا رد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**من سن فی الاسلام سنة حسنة**'' جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور سب کے برابر ایجاد کرنے والے کو بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی ہو، اس سے ثابت ہوا کہ اچھا طریقہ ایجاد کرنا باعثِ ثواب اور اس پر عمل کرنا بھی ثواب ہے۔ اور ایجاد اسی وقت ہوگی جبکہ پہلے سے وہ طریقہ رائج نہ ہو، اس میں کہنا کہ چونکہ یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا اس لئے بدعت وحرام ہے، اس حدیث کا رد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مصافحہ مطلقاً جائز ومشروع ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے مصافحہ فرماتے، ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں

گھر میں نہ تھا جب آیا خبر پائی تو حاضر ہوا، حضور ﷺ نے مجھے اپنے بدن سے لپٹا لیا اور بالالتزام بعد نماز فجر وعصر بلا شبہ مباح ہے کسی وقت کی تعین وتخصیص باعثِ حرمت نہ ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم

اشرفیہ مبارکپور

الجواب: حامدًا ومصليًا

جواب (ا) الف- بعد نماز جمعہ سلام پڑھنا خلافِ سنت و بدعت ہے، حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کو آپ ﷺ سے جتنا لگاؤں تھا وہ ہر مسلمان جانتا ہے، ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ میں سے کسی سے اس طرح سلام پڑھنا ثابت نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مسجد میں شوروشغب سے منع فرمایا ہے خاص کر جب لوگ نماز میں مشغول ہوں ''**وایاکم وهیشات الاسواق**'' (ترمذی شریف) (ا) اور صلوٰۃ وسلام والے اتنا شور مچاتے ہیں کہ لوگوں کو سنت ونفل پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے، جیسا کہ مشاہد ہے، حدیث **من سن فی الاسلام سنة حسنة** (۲) **الخ** سے استدلال مولوی مبارکپوری کی کم علمی اور کج فہمی پر دلالت کرتا ہے، ''**والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم**''۔

(ب) اس میں شک نہیں کہ مصافحہ فی نفسہٖ سنت ہے، لیکن عصر و فجر کے بعد کی تخصیص اور التزام نہ حضور ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ وائمہ متبوعین سے اسی وجہ سے امام نووی فرماتے ہیں، (جو مسلم شریف کے شارح ہیں) ''**واما ما اعتقده النّاس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا أصل له فی الشرع علی هذا الوجه**'' (۳) یعنی فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ جس کے لوگ عادی ہیں اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''**انه تکره المصافحة بعد أداء الصلوٰة بکل حال لانه الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولانها من سنن الروافض**'' (۴) (۵/۲۴۴) یعنی نماز کے بعد مصافحہ مکروہ ہے اس لئے کہ حضرات صحابہ کرام نے نماز کے بعد مصافحہ نہیں کیا، اور یہ روافض

کا طریقہ ہے۔ یعنی نماز کے بعد مصافحہ کرنا حافظ ابن حجر جیسے جلیل القدر محدثؒ فرماتے ہیں (۵)''أنها بدعة مکروهة، لا اصل لها فی الشرع، انه ینبه فاعلها اولًا ویعزّر ثانیًا''، یعنی عصر و فجر کے بعد مصافحہ بدعت مکروہ ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں اگر کوئی پہلی مرتبہ ایسا کرے تو اس کو تنبیہ کیا جائے اگر مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ دوبارہ کرنے پر اس کی تعزیر کی جائے اسی انداز کی بات ابن الحاج مالکی نے لکھا ہے۔ حضرت ابو ذرؓ کی روایت سے فجر و عصر کے بعد مصافحہ کے التزام پر استدلال کرنا انتہائی لغو ہے، اور مولانا مبارکپوری کی جہالت کی قلعی اس سے کھلتی ہے: ''اللهم اهده الصراط المستقیم''۔

التعلیق والتخریج

(۱) (ترمذی شریف: ج:۱ص: ۵۳۔ بلال۔ دیوبند۔

(۲) مسلم ج:۱ص:۳۲۷۔ فیصل پبلیکشنز دیوبند۔

(۳) وأما ما اعتقده الناس الخ۔ (الاذکار المنتخبة منکلام سید الابرار ﷺ لإمام النووی: ۲۳۷۔ دار الکتاب العربیه، بیروت۔

(۴) شامی: ج:۶/ص: ۳۸۱۔ ایچ ایم سعید۔ پاکستان۔

(۵) انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع۔ انه بینه فاعلها أولاً ویعزر ثانیاً۔ (شامی ج:۶ص:۳۸۱)۔ ایچ ایم سعید۔

ایک شہر یا گاؤں میں متعدد مسجد بنانے کا حکم

سوال (۲۶۹): ایک مسجد سے دوسری مسجد کی دوری کتنی ہونی چاہئے، بعض حضرات نے حضرت عمرؓ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک آدمی کا مارا ہوا پتھر جتنی دور پہونچ جائے ایک مسجد سے دوسری مسجد کی دوری کم از کم اتنا ہونا چاہئے کیا اس قول کی نسبت صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) اس قول کے بارے میں ناکارہ کو اس کی تحقیق نہیں کہ یہ قول حضرت عمرؓ کا ہے یا نہیں البتہ حضرت عمر فاروقؓ کا ایک دوسرا قول صاحب تفسیرات احمدیہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: ”**عن عطاء لما فتح الله الامصار علی عمر رضی اللہ عنہ امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبهٗ**“ (۳۱۲، کشاف: ۱/ ۴۰۸) (۱)

یعنی حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو آپ نے ہر آبادی میں تعمیر مسجد کا حکم نافذ فرمایا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کر دی کہ کسی ایک شہر میں دو ایسی مسجدیں نہ ہوں کہ ایک دوسرے کے لئے ضرر رساں ہوں، اس لئے ایک محلہ میں متعدد مساجد بنانا ممنوع ہے الا یہ کہ محلہ کی آبادی اتنی دور میں پھیلی ہوئی ہو کہ دوسرے کنارے کے لوگ نہ پہنچ سکیں یا پہلی مسجد تنگ ہو جائے اور اس کی توسیع کی گنجائش نہ ہو (جگہ کے اعتبار سے) یا ایک مسجد میں اجتماع سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو ان اعذار کے تحت ایک محلہ میں متعدد مساجد بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور بغیر عذر شرعی کے بلا ضرورت ایک ہی محلہ میں چند مساجد بنانا انتشار وتشتت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جو شرعاً مذموم ہے اسی وجہ سے اسلاف ایسی مسجدوں میں نماز پڑھنا پسند نہیں فرماتے تھے جن میں مسجد ضرار کی ذرہ برابر بھی بو آجاتی تھی اور اسی وجہ سے وہ نماز پڑھنے میں پرانی اور قدیم مسجد کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ مختلف علماء نے ان امور کی طرف جا بجا اشارہ بھی فرمایا ہے: ”**کل مسجد بنی مباهاة أو ریاءً أو لغرض سواء ابتغاء وجه الله او بمال غیر طیب فهو لاحق بمسجد ضرار الخ**“ (مدارک علی الخازن: ۲/ ۲۶۵ وتفسیرات احمدیہ: ۳۱۲) (۲)

یعنی جو مسجد ڈھنگ اور ریا کاری نام ونمود یا کسی اور غرض فاسد کے لئے بنائی جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہ ہو یا مسجد ناپاک مال سے بنائی جائے وہ مسجد ضرار میں شامل ہے۔ اسی طرح ملاجیونؒ فرماتے ہیں: ”**فالعجب من المشائخین**

المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیة مساجد طلبا للاسم والرسم استعلاءً بشأنهم واقتداءً بأبائهم ولم یتاملوا ما فی هذه الآیة والقصة من شناعة حالهم وسوء أفعالهم ”(تفسیرات أحمدیہ: ۳۱۲)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (تفسیرات احمدیہ: ۳۱۲)۔المکتبہ الاشرفیہ دیوبند۔

(۲) کل مسجد بنی مباهاة الخ۔ (تفسیرات احمدیه: ۳۱۲)۔

(۳) فالعجب من المستائخین الخ۔ (تفسیرات احمدیه ۳۱۲)۔

گاؤں میں جمعہ کا مسئلہ

سوال (۲۷۰): موضع کچھی پور میں نمبر شماری کے اعتبار سے ۱۱؍۱۲ سو افراد کی آبادی ہے اس گاؤں میں پکی سڑکیں نہیں ہیں البتہ چھوٹی چھوٹی دو تین دکانیں چائے، پان کی موجود ہیں پکے مکانات کی تعداد بہت زیادہ ہے ڈاکخانہ موجود نہیں ہے ایک ادارہ بھی چل رہا ہے جمعہ کی نماز تاہنوز گاؤں میں ہوتی ہے۔ ایا اس موضع میں عند الاحناف جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں کیا حنفیوں کا مسلک شوافع کے اعتبار سے جمعہ پڑھنا صحیح ہوگا؟ جواب بالدلیل مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی نماز کی صحت کے لئے جو شرائط (۱) ہیں کچھی پور میں موجود نہیں جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے حنفی مسلک کے اعتبار سے کچھی پور میں جمعہ کی نماز درست نہیں بلکہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر۔۔۔۔والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وهذا عن أبی یوسف وعنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔ (هدایه ج:۱ ص:۱۶۸ تھانوی)۔

منها المصر والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۵ رشیدیه پاکستان۔

الفتاویٰ التاتارخانیة ج:۲/ص:۵۴۷۔(زکریا)۔

ویشترط لصحتها سبعة اشیاء۔

الأول: المصر وهو مالا یسع اکبر مساجده أهله المکلفین لها وعلیه فتوی اکثر الفقهاء۔

عنابی حنیفة رحمه الله أنه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها وساتیق وفیها والٍ یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بخشمته وعلمه أو علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هوا لاصح۔ (الدر المختار مع الشامی ج:۲ ص:۱۳۷)۔ ایچ ایم سعید پاکستان۔

البحرالرائق ج:۲/ص:۱۴۰۔ایچ ایم سعید۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے شرائط

سوال (۲۷۱): نماز جمعہ کس جگہ ادا کی جاسکتی ہے اور کن کن شرطوں کے پائے جانے سے نماز جمعہ واجب ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

(شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں، روز مرّہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں قرب وجوار والے اپنی

ضرورت وہاں آکر پوری کرتے ہوں، جوار میں اُس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو وہاں کوئی ایسا با اثر آدمی ہو جو روزمرہ کے معمولی جھگڑے نمٹا سکتا ہو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو ڈاک خانہ وغیرہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ چند ایسے علماء جن کو فقہ وفتویٰ سے مناسبت ہو لا کر گاؤں کا معائنہ کرائیں اور اس کے بعد ان کے فیصلہ پر عمل کریں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ونظمها بعضهم: حر صحيح بالبلوغ مذكر مقيم وذو عقل لشرط وجوبها ومصر وسلطان ووقت وخطبة واذن كذا جمع لشرط ادائها۔ (شامی: ج:۲، ص:۱۳۷۔ ایچ ایم سعید)۔

(۱) تجب الجمعة على كل مكلفٍ (بالغ عاقل) حر، ذكر، مقيم غير مسافر، بلا مرض ونحوه من الأعذار۔

شروط صحة الجمعة۔

منها۔ وقت الظهر۔ الجماعة۔ البلد۔ أي كونها في مصر جامع أو في مصلى المصر۔ وهو كل موضع له أمير وقاضٍ ينفذ الاحكام ويقيم الحدود۔ منها كون الأمير أو نائبه هو الامام والإذن العام من الامام بفتح ابواب الجامع للواردين عليه۔ (الفقه الاسلاميه وادلته)۔ (ج۲ ص:۱۲۸۵۔ ۱۲۹۱) دار الفکر۔

جمعہ میں تقریر سے سنت پڑھنے والوں کو خلل ہوتا ہے کیا حکم ہے

سوال (۲۷۲): جمعہ کے روز قبل نماز وخطبہ کے ممبر پر بیٹھ کر بیان کرنا جب کہ آنے والے حضرات کو سنتیں پڑھنے میں خلل پڑتا ہے تو کیا اس طرح قبل خطبہ کے بیان کرنا پھر خطبہ پڑھنا درست ہے جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ گھر میں (۱) ادا کی جائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا اسی وجہ سے فقہاء نے بھی اسی کو افضل لکھا ہے اور اگر مسجد ہی میں سنت ادا کرنی ہو تو پھر حکم یہ ہے کہ خارج مسجد کسی کونے میں ادا کی جائے۔

گو امام صاحب کو چاہئے کہ خطبہ سے پانچ منٹ قبل بیان ختم کر دیں اور اعلان کر دیں کہ جن حضرات نے سنت نہیں پڑھی ہے پڑھ لیں اور اس ضابطہ کا اعلان متعدد جمعوں میں کر دیں کہ آنے والے حضرات سنت میں مشغول نہ ہوں خطبہ سے قبل پانچ منٹ کا وقت سنت کے لئے دیا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی
۱۴۱۱/۵/۲۱ھ

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتّخذوا قبوراً۔ (بخاری شریف ص۱۵۸ ج:۱)۔ یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عن النبی۔ صلی الله علیه وسلم۔ قال أفضل صلاتکم فی بیوتکم إلّا المکتوبة۔ (ترمذی شریف ص۱۰۲ ج:۱) مکتبہ بلال۔

والأفضل فی النفل غیر التراویح المنزل إلّا لخوف شغل عنها تحته فی الشامیّة: لحدیث الصحیحین "علیکم الصلاة فی بیوتکم فإنّ خیر صلاة المرأ فی بیته إلّا المکتوبة وأطرح أبوداؤد "صلاة الرء فی بیته أفضل من صلاته فی مسجدی هذا إلّا المکتوبة۔ وتمامه فی شرح المنبة وحیث کان هذا أفضل یراعی مالم یلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب بیته۔ أو کان فی بیته ما یشغل باله ویقلل خشوعه،

فیصلّیها۔ حینئذٍ فی المسجد، لأنّ اعتبار الخشوع أرجح۔ (شامی ص:۲۲ /ج:۱) کراچی۔
وفی فتاوی محمودیہ ص:۲۴۹۔۲۵۱ /ج:۸۔ مکتبہ شیخ الاسلام۔

جامع مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۲۷۳): اگر کسی قصبہ کی جامع مسجد قصبہ کے درمیان واقع ہو اور اتنی وسیع ہو کہ پورے مسلمان بیک وقت اکٹھا ہو کر نماز جمعہ ادا کرلیں پھر بھی جگہ پُر نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں بھی قصبہ کی کسی دوسری چھوٹی مسجد میں دوسری نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے؟ جبکہ مسلک کے اعتبار سے بھی کوئی اختلاف نہ ہو۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کوئی ایسا قوی عذر ضرور ہوگا جس کی وجہ سے جامع مسجد کو چھوڑ کر چھوٹی مسجد میں جمعہ کی نماز قائم کی گئی ہوگی؟ مسلک کے اعتبار سے تو رضاخانی اور دیوبندی بھی ایک ہیں اس لئے کہ دونوں امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں۔ تفصیل کے بعد ہی جواب دیا جاسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

دوسو گھر کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۴): مہاراشٹر ضلع ناسک میں ایک گاؤں ہے جو کہ موسوم ہے ایرنڈ گاؤں سے آیا اس گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک زمانہ سے جمعہ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے گاؤں کی کیفیت حسب ذیل ہے:

گاؤں لب روڈ ہے مکمل آبادی تقریباً دوسو گھر کی ہے اور مسلم آبادی فقط ۳۵، ۴۰ گھر کی ہے گاؤں میں پوسٹ آفس گرام پنچایت آفس پرائمری اور ہائی اسکول چھوٹی چھوٹی ۶-۷ کرانہ کی دوکانیں تین چائے کے ہوٹل ۳ سائیکل مرمت کی دوکانیں ۳-۴ سیلون دو پان کی دوکانیں اور ۶-۷ ٹیلر ہیں، مسجد بہت ہی چھوٹی ہے جس میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے اوسطاً پنج وقتہ نمازوں میں ۴-۵ نمازی آتے ہیں ایک قصبہ بنام ''ایولہ'' یہاں سے ۹ کلومیٹر کی دوری پر ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) قریہ میں صحت جمعہ کے لئے اس کا کبیرہ ہونا ضروری ہے، اور کبیرہ اس وقت ہوگا جب درج ذیل امور پائے جاتے ہوں ''**القرية الكبيرة التي فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم الخ**'' (رد المحتار: ۱، کتاب الجمعہ) (۱)

لیکن بہتر یہ ہے کہ چند ایسے علماء سے اس قریہ کا معائنہ کروالیں جن کو فقہ وفتاویٰ سے مناسبت ہو اور پھر ان کے فیصلہ پر عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) رد المحتار ص:۱۳۷/ ج:۲۔ ایچ ایم سعید۔

لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر..... والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وهذا عن ابی یوسف۔ وعنه۔ أنهو اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم۔ (هدایه: ص:۱۶۷) تهانوی۔

البحر الرائق ص:۱۴۰/ ج:۲۔ ایچ ایم سعید۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۵۴۷/ ج:۲۔ (زکریا)۔

چارسو نمازی والی مسجد میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۵): قصبہ سرائے میرے سے کوئی ۶/ ۷ کلو میٹر دور ایک موضع ڈمری مخدوم پورہ ہے جس کا میں باشندہ ہوں ہمارے یہاں ایک جامع مسجد بھی ہے جہاں زائد از ۷۵ سال سے نماز جمعہ ہوتی آئی ہے یہاں کوئی ۵۰ سال قدیم ایک عیدگاہ بھی ہے جہاں دوگانہ ہوتا ہے اور قرب وجوار کے مسلمان بھی شرکت کرتے ہیں کوئی ۴۰۰ کا مجمع ہو جاتا ہے۔

ہمارے یہاں کے بعض نئی تعلیم کے لوگ گاؤں کی عیدگاہ میں دوگانہ اور جامع مسجد میں جمعہ نہیں پڑھتے وہ یا تو قصبہ سرائے میر چلے جاتے ہیں یا پڑوس کے گاؤں سکرور سہبری کی بازار میں چلے جاتے ہیں سکرور سہبری کی بازار میں چند سال ہوا ایک مسجد تعمیر ہوئی ہے جہاں نماز جمعہ قائم کی گئی ہے، سکرور سہبری گاؤں کی سرحد ہمارے گاؤں سے ملی ہوئی ہے یہ لوگ اگر سکرور سہبری یا سرائے میر نہیں جاسکتے ہیں تو اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور جمعہ میں شریک نہیں ہوتے، بعد میں نماز ظہر پڑھتے ہیں چنانچہ سوال یہ ہے کہ:

کیا ہمارے گاؤں کی جامع مسجد میں نماز جمعہ درست نہیں ہے؟ جو لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں ان کو چھوڑیئے جو لوگ موجود ہیں اور سالہا سال سے جمعہ پڑھتے آئے ہیں وہ

اکارت گیا ان کی نماز ظہر قضاء ہوئی وہ کیا کریں؟ اور اگر جمعہ جائز ہے تو جو لوگ جمعہ کے بجائے ظہر پڑھتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب دیں۔

کیا ہمارے موضع کی عیدگاہ میں دوگانہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو کیا عیدگاہ کو بند کر دیا جائے رہنمائی کریں۔

ڈاکٹر محمد فضل رب

موضع ڈمری مخدوم پور ڈاکخانہ سکرور ضلع اعظم گڈھ

الجواب: حامداً ومصلیاً

آپ اپنے گاؤں کا چند ایسے علماء کو بلوا کر معائنہ کروا دیں جن کو فقہ وفتاوی سے مناسبت ہو معائنہ کے بعد وہ جو فیصلہ کریں اس کے مطابق عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

چار ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۶): اگر کسی جگہ ہندو و مسلم کی پوری آبادی چار ہزار کو پہنچ جاتی ہے تو اس جگہ جمعہ کی نماز ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

نماز جمعہ کی صحت کے لئے قریہ کبیرہ ہونا ضروری (۱) ہے، اور بڑا گاؤں اس کو کہتے ہیں جس میں گلی کوچے ہوں، اور روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں، اور قرب وجوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں، قرب وجوار والے اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں، دار القضاء یا شرعی پنچایت یا ایسا کوئی ذی اثر شخص ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاک خانہ وغیرہ ہو، یہ شرائط جہاں پائے جاتے ہیں وہاں کی آبادی بالعموم تین ہزار کی ہوتی ہے لیکن اصل افراد کی تعداد نہیں بلکہ شرائط کا تحقق ہے، لہٰذا آپ کے یہاں اگر

شرائط مذکورہ پائے جاتے ہوں تو جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں ورنہ ظہر کی نماز کی جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔کذا فی الشامی جلد ثانی

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن ابی حنیفه رحمه الله أنه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها ساتيق وفيها والٍ يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الأصح. (رد المحتار ج:۲ ص:۱۳۷) ایچ ایم سعید۔

امداد الفتاویٰ ج:۱ص:۶۷۵۔(زکریا)۔

البحر الرائق ص:۱۴۰/ج:۲۔ایچ ایم سعید۔کراچی۔

بدائع الصنائع ص:۵۸۵/ج:۱۔زکریا دیوبند۔

ڈھائی ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۷): زید کی بستی تقریبا دو ڈھائی ہزار آبادی کی ہے دیہات ہے قصبہ نہیں ہے اور اس بستی کے اندر جمعہ اور عیدین کی نماز ایک عرصہ سے ہوتی چلی آئی ہے ایسی بستی میں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں اس بستی میں جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز پڑھنے والا قابل ملامت سمجھا جائے گا یا نہ پڑھنے والا نیز جمعہ کی نماز وعیدین کی نماز کے وجوب ادا کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟ ان سب شرائط کو مع تعریف کے بحوالہ کتب تحریر فرمائیں اور آبادی کتنی ہونی چاہئے وضاحتی جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ کی نماز کے جائز ہونے کے لئے مصر، یعنی شہر، یا قصبہ، (۱) یا قریہ کبیرہ، یعنی بڑا

گاؤں ہونا ضروری ہے، قریہ کبیرہ ہر اس گاؤں کو کہتے ہیں جس میں گلی کوچے ہوں اور روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں، (۲) قرب وجوار والے بھی اپنی یومیہ ضرورتوں کو وہیں سے آ کر پوری کرتے ہوں، قرب وجوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو، دارالقضاء یا شرعی پنچایت یا ایسا کوئی ذی اثر آدمی ہو جو روز مرہ کے چھوٹے موٹے جھگڑے نمٹا سکتا ہو، مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاکخانہ وغیرہ ہو، جہاں ساری شرطیں پائی جائیں گی وہاں کی آبادی تین چار ہزار کی ہوگی لیکن افراد کی تعداد اصل نہیں، بلکہ یہ شرائط اصل ہیں، لہٰذا اگر شرائط متحقق ہوں تو وہاں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا درست ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ اور اگر یہ شرائط نہ پائے جائیں تو وہاں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا درست نہیں بلکہ پڑھنے والے گنہگار ہوں گے، جو لوگ نہیں پڑھتے وہ قابل ملامت نہیں، نیز ایسی جگہ پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز جماعت واذان کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے ہکذا فی الشامی مفصلاً۔

نوٹ: بہتر یہ ہے کہ دو چار ایسے علماء کو جن کو فقہ وفتاوی میں مہارت ہو ان کو بلا کر گاؤں کا معائنہ کرالیں اس کے بعد ان کے فیصلہ پر عمل کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وشرط ادائها المصر أي شرط صحتها أن تؤدى فيها مصر حتى لا تصح في قرية ولامفازة۔ (البحر الرائق ص:۱۴۰ ج:۲) ایچ ایم سعید۔

(۲) تقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق۔ (الفتاوىٰ التاتارخانیه ص:۵۵۴ ج:۲) زکریا۔ (در المختار) ج:۲ ص:۱۳۸۔ سعید۔

وعن ابي عبدالله البلخي أنه قال: أحسن ما قيل فيه إذا كانوا بحال لو اجتمعوا في اكبر مساجد هو لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا إلى بناء مسجد الجمعة۔ فهذا

مصر تقام فيه الجمعة۔

وقال سفيان الثوری المصر الجامع ما يعده الناس مصراً عند ذكر الامصار المطلقة۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۵۸۴) زکریا۔

فتاویٰ دار العلوم ج:۵ ص:۵۸۰ مکتبہ دار العلوم دیوبند۔

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

سوال (۲۷۸): ایسے گاؤں میں جس کی آبادی تین ہزار ہو اور کوئی دوکان وغیرہ نہیں ہے جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جمعہ کی صحت کے لئے شہر، یا قصبہ، یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری (۱) ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں، روزمرہ کی ضروریات کی چیزیں بسہولت مل جاتی ہوں، قرب وجوار والے اپنی ضرورت اس سے پوری کرتے ہوں، قرب وجوار والے اس کو بڑا گاؤں سمجھتے ہوں، کوئی مفتی یا قاضی یا کوئی ایسا با اثر شخص ہو جو چھوٹے موٹے نزاعی معاملات میں فیصلہ کرسکتا ہو ظالم سے مظلوم کا حق دلوا سکتا ہو۔

اصل ان شرائط کا تحقق ہے اور جہاں یہ تمام شرائط پائے جائیں گے وہاں کی آبادی تین چار ہزار کی ضرور ہوگی، لہٰذا دیکھا جائے کہ شرائط پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر شرائط متحقق ہوں تو جمعہ درست ہے ورنہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وشرط أدائها المصر وهو كل موضع له أمير وقاضٍ ينفذ الاحكام ويقيم الحدود أو مصلا۔ (كنز الدقائق ص:۴۳، كتب خانه، رشيديه، دهلی)

لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیبٍ۔ (رد المحتار ج:۲
ص:۱۳۸۔ ایچ ایم سعید۔

فتاویٰ محمودیہ ص:۱۳/۷ ر ج:۸۔

کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز ادائها فی فناء المصر وهو الموضع المعد
لمصالح المصر متصلا بالمصر۔

ومن کان مقیما لموضع بینه وبنی المصر فرجة من المزارع والمراعی لا جمعة علی
أهل ذلك الموضع وان کان النداء یبلغهم۔ (هندیه ص:۱۴۵ ج:۱، رشیدیه)

جمعہ کا ایک مسئلہ

سوال (۲۷۹): ہمارے یہاں تقریبا نوے سال سے جمعہ ہو رہا ہے جہاں کی آبادی سترہ سو ہے آپ ہی کے فتوے سے معلوم ہوا کہ جمعہ جائز نہیں ہے اور قریہ مسئولہ عنہا میں قرب جوار کے لوگ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے آتے ہیں اگر جمعہ بند کر دیا جائے تو قریہ کے لوگ اور قرب و جوار کے لوگ سال گذر جائے نماز جمعہ ہفتہ میں دو رکعت پڑھ لیتے تھے وہ بھی بند کر دیں گے اور مذکورہ قریہ میں عیدین کی نماز بھی تقریباً نوے سال سے ہو رہی ہے اور قریہ مسئولہ عنہا کے متصل ایک قریہ ہے جس کے اندر کوئی مسجد بھی نہیں ہے وہاں کے لوگ قریہ مسئولہ عنہا میں وقتیہ نماز ادا کرنے کے لئے آتے ہیں اور جمعہ قریہ مسئولہ عنہا ہی میں پڑھتے ہیں اگر اس کی آبادی کو ملا دی جائے تو تقریبا تین ہزار کی آبادی ہو جائے گی جمعہ کے لئے کتنی شرطیں ہیں اور ان میں کتنی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے؟

پہلا جمعہ کس جگہ ہوا اور وہاں کی آبادی کتنی تھی اور کس سن میں ہوا تھا اور کس مصلحت کے تحت ہوا تھا جمعہ کا ثبوت کہاں سے ہے اور دو اماموں کی اقتداء کرنا کیسا ہے؟

اگر کسی کے سامنے منکر کام ہو رہا ہو یا شریعت کے خلاف کوئی بھی کام ہو رہا ہو جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں ہے اور اگر کوئی آدمی اس کو روکنا چاہے تو لوگ اس سے خفا

ہو جارہے ہیں اگروہ لوگوں کی رضا چاہے تو خود بھی بچ نہیں سکتا تو اس صورت میں لوگوں کی رضا طلب کرے گا یا شریعت کے احکام کو محفوظ رکھے؟ مفصل جو ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں بالدلیل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

جمعہ کے جواز وصحت کے لئے شہر، یا قصبہ، یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں اور وہاں کے لوگ وہیں سے اپنی روزمرہ کی ضرورت بہ سہولت پوری کرتے ہوں، نیز قرب وجوار میں اس کو بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو وہاں قاضی یا مفتی یا ذی اثر شخص ہو جو روزمرہ کے چھوٹے موٹے جھگڑے کا فیصلہ کرسکتا ہو، اور مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاک خانہ وغیرہ ہو اصل ان شرائط کا تحقق ہے افراد کی تعداد نہیں لیکن جہاں یہ شرائط پائے جاتے ہوں، وہاں کی آبادی یقیناً تین چار ہزار کی ہوگی، بہتر یہ ہے کہ ایسے چند علماء جن کو فقہ فتاوی میں مہارت حاصل ہو ان سے گاؤں کا معائنہ کرالیں پھر ان کے فیصلہ پر عمل کریں علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ جہاں جمعہ کے شرائط مفقود ہوں وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے،صورت مسئولہ میں لوگوں نے نوے سال سے حرام کام کا ارتکاب کیا ہے چہ جائے کہ جواز کی گنجائش ہو آئندہ احتیاط لازم ہے۔ (شامی: ۱/ ۵۵۵)

(۱) جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں مصر ہو یا فناء مصر ہو۔

(۲) بادشاہ یا اس کا نائب ہو۔

(۳) ظہر کی نماز کا وقت ہو۔

(۴) خطبہ۔

(۵) خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا بلا فصل کے۔

(۶) جماعت۔

(۷) اذن عام ان سات شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ (شامی: باب الجمعہ جلد ۱) (۱)

اہل تفسیر واہل سیر جو روایات حدیث نقل فرماتے ہیں ان میں صراحت کے ساتھ منقول ہے: ”**فمرّ علی بن سالم فصلی فیھم الجمعة ببنی سالم وھو المسجد الذی فی بطن الوادی وکانت اول جمعة صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**“۔(۲)

یعنی اول جمعہ جو آپ کو پڑھنے کی نوبت آئی وہ بنی سالم میں تھا، اور بنی سالم متعلقات مدینہ میں سے ہے کوئی مستقل قریہ نہیں ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اول جمعہ مصر کی آبادی میں ہوئی، جمعہ ہجرت سے قبل فرض ہو چکا تھا مگر ادائیگی بعد الہجرت ہوئی مصلحت خداوندی سے ہوا جمعہ کا ثبوت قرآن احادیث اجماع سے ہے، دو اماموں کی اقتداء درست ہے بشرطیکہ ان کے شرائط کے ساتھ ہو جس کی تصریح حضرات فقہاء نے کی ہے۔

”**بقوله تعالیٰ کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر الخ وقال النبی ﷺ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه وذلك أضعف الایمان نقله اصحاب صحاح سته**“۔(۳)

قرآن وحدیث کی روشنی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر منکر بات دیکھی جائے تو اگر استعداد حاصل ہے ہاتھ سے منع کرنے کی تو ہاتھ سے روک دے، ورنہ زبان سے روکے اور اگر زبان سے نہیں روک سکتا ہے تو تیسرے درجہ پر عمل کرے یعنی دل میں برا جانے صورت مسئولہ میں گر فتنہ وفساد کا خطرہ ہے تو دل میں برا جانے اس پر عمل کرنا لازم ہے احکام خداوندی سے مقابلہ میں لوگوں کی رضاء کا اعتبار نہ کیا جائے بلکہ رضاء مولیٰ مقدم رکھا جائے گا جیسا کہ آیت وحدیث سے ظاہر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

منها المصر، والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۵) رشیدیه پاکستان۔

(۱) و کذا تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق۔ (در المختار ج:۲ ص:۱۳۸) ایچ ایم سعید۔

(۳) ؛بقوله تعالیٰ کنتم خیر أمة الخ۔ (سورۂ آل عمران آیت:۱۱۰)

وقال النبی صلی الله علیه وسلم۔ من رای منکم منکراً الخ۔ (ترمذی شریف ج:۲ ص::۴۰۔ بلال دیوبند۔

(۲) فمر علی بن سالو فصلی فیهم الجمعة ببنی سالم وهو المسجد الذی فی بطن الوادی وکانت أول جمعة صلاها رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ (عمدة القاری ص۳۶۱ ج:۱)۔ زکریا (أول ما قدم المدینة)۔

ایک گاؤں میں اسی سال سے جمعہ ہو رہا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال (۲۸۰): ایک گاؤں ہے جس کی آبادی مکان ۲۰۰ کی تعداد میں ہے اور افراد کی تعداد چھبیس سو سے زائد ہے جس میں جمعہ کی نماز تقریبا اسی سال سے پڑھی جارہی ہے، مگر کچھ علماء کرام کا خیال ہے کہ جائز نہیں تو کیا اس گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ روزمرہ کی تمام ضروریات زندگی دستیاب ہیں اور قریب میں ۷ ۴ فرلانگ پر بازار بھی ہے وہاں بھی ہر قسم کی سہولت میسر ہے مثلاً ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بہتر یہ ہے کہ چند ایسے علماء کرام جن کو فقہ وفتاوی سے مناسبت ہو ان سے گاؤں کا معائنہ کرالیں اس کے بعد ان کے فیصلے پر عمل کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

موضع سمن پور میں نماز جمعہ کا حکم

سوال (۲۸۱): موضع سمن پور کی گرام پنچایت کی آبادی جو تین مواضعات پر مشتمل ہے مع مسلم اور غیر مسلم مرد عورت تقریباً تین ہزار ہے موضع سمن پور دریائے ٹونس کے کنارے آباد ہے گاؤں کے کنارے سے سڑک نکلی ہوئی ہے جس پر ٹکسیاں وغیرہ چلتی ہیں گاؤں میں پانچ چھوٹی بڑی مسجدیں ہیں دو مسلک کے لوگ آباد ہیں دیوبندی اور بریلوی، دونوں گروپ کے لوگ الگ الگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، سمن پور کے نام سے تھانہ موسوم ہے تھانہ کا پورا عملہ مستقلاً سکندر پور میں جو سمن پورے سے ۴ کلو میٹر پر واقع ہے رہتا ہے، سات آٹھ سال پہلے تمام اہل حق علماء کا فتویٰ سمن پور میں جمعہ کی نماز کے عدم جواز کا تھا اور اسی پر اہل حق کا تعامل بھی تھا، چھ سات سال سے سمن پور کی نوعیت بدل رہی ہے گاؤں کے کنارے سڑک پر دوکانیں بن گئی ہیں اور بن رہی ہیں، اتنی دوکانیں چل رہی ہیں: کرایہ اور بساطہ کی ۱۳، چائے کی ۶ مٹھائی کی چار، پان کی ۹، لوہا کی ایک، سنار کی ۲، سائیکل کی ۳، ڈاکٹر کی چھ، کپڑے کی دو، کھاد کی ۳ حجام کی دو، راشن تیل اور پٹرول اور ڈیزل وغیرہ کی تین، آٹے وغیرہ کی مشین چکی ۴، نیز ترکاری وغیرہ کی کافی دوکانیں روزانہ جمع کی جاتی ہیں، جس سے حسب ضرورت سبزی اور ترکاری دستیاب ہوسکتی ہیں۔ یہی ہے سمن پور کی حالت۔

اس کے مطابق جمعہ کی نماز کے جواز و عدم جواز کا فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی نماز کی صحت کے لئے قریہ کبیرہ (بڑا گاؤں) ہونا ضروری (۱) ہے اور قریہ کبیرہ اس کو کہتے ہیں جہاں گلی کوچے ہوں، روزمرہ ضروریات کی چیزیں بہ سہولت مل جاتی ہوں، قرب وجوار والے اپنی اپنی ضرورت وہیں سے پوری کرتے ہوں، قرب وجوار میں اسے بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہو، دارالقضاء یا شرعی پنچایت ہو یا کوئی ایسا ذی اثر شخص ہو جو روزمرہ کے چھوٹے موٹے جھگڑے کا فیصلہ کرسکتا ہو، مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکتا ہو، ڈاکخانہ وغیرہ ہو، اصل

ان شرائط کا تحقق ہے تعداد نہیں، لیکن جہاں یہ شرطیں پائی جاتی ہوں وہاں کی آبادی تین چار ہزار کی ضرور ہوتی ہے، سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریبا ساری شرطیں پائی جارہی ہیں، تاہم آپ حضرات ایسے علماء سے اپنے گاؤں کا معائنہ کرالیں جن کو فقہ وفتویٰ میں مہارت ہو اور معائنہ کے بعد ان حضرات کا جو فیصلہ ہو اس پر عمل کریں اور جب آپ کے گاؤں کے پاس سے سڑک بھی گذری ہے تو اس میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ — بندہ عبد الحلیم

التعلیق والتخریج

(۱) ویشترط بصحتها سبعة أشياء. المصر وهو مالا يسع اكبر مساجده أهله المكلفين لها وعليه فتوى اكثر الفقهاء. (ردالمحتار ج:۲ ص:۱۳۷. ایچ ایم سعید.

(۲) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر.... والمصر الجامع كل موضع له امير وقاضٍ ينفذ الأحكام ويقيم الحدود. (هدايه ج:۱ ص:۱۶۷ تهانوی دیوبند).

الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲ ص:۵۴۷. (زکریا).

اقامت جمعہ کا ایک مسئلہ

سوال (۲۸۲): جمعہ کی نماز کے شرائط؟ اور آج کل دیہات میں جو جمعہ ہوتا ہے وہ زیادہ بہتر ہے یا ظہر کی نماز؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جمعہ کی نماز کی شرائط (۱) کے سلسلہ میں اسلاف کا شدید اختلاف رہا ہے اور اس کی تطبیق وانطباق میں آج بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس لئے بہتر اور آسان شکل یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز قائم کرنی ہو اس جگہ کا ایسے چند علماء کرام سے معائنہ کرالیا جائے جن کو فقہ اور فتوے

سے مناسبت ہو اور پھر ان کے فیصلہ پر عمل کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع أو فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری۔ والمصر الجامع کل مواضع امیر وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔ (هدایه ج:۱ ص:۱۶۸۔ تهانوی دیوبند۔

والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفتٍ وقاضٍ یقیم الحدود وینفذ الاحکام۔ (هندیه ج:۱ ص:۱۴۵) رشیدیه پاکستان۔

الفتاویٰ التاتارخانیه ج:۱ ص:۵۴۷۔ زکریا۔

الدر المختار مع الشامی ج:۲، ص:۱۳۷۔

البحر الرائق ج:۲، ص:۱۴۰ ایچ ایم سعید۔

خطبہ جمعہ اردو میں کہا، کیا حکم ہے؟

سوال (۲۸۳): مفتی صاحب عرض خدمت اینکہ:

آج جمعہ کے دن ایک صاحب کجیاری مسجد میں آئے، اور خطبہ اولیٰ میں سورہ مدثر کی چند آیتیں پڑھ کر اس کی تفسیر اردو میں کرنے کے بعد بیٹھ گئے، اس کے بعد انہوں نے خطبۂ ثانیہ پڑھ کر جماعت کھڑی کر دی، جماعت کے بعد کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ دونوں خطبہ عربی میں ہی ہونا چاہئے، انہوں نے خطبہ اولیٰ اردو میں کیوں دیا یہ حرام ہے۔ اس مسئلہ میں حنفی کے نزدیک کہاں تک درست ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا متواتر ومتوارث (۱) سنت ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی

اللہؒ نے شرح موطا امام مالک، میں اس کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: **واما کونها ای کون الخطبة عربية فلاستمرار اهل المسلمين فى المشارق والمغارب به مع ان فى كثير من الاقاليم كان المخاطبون اعجميين الخ** اسی طرح امام نوویؒ نے خطبہ کے شرائط میں اس کا عربی ہونا لکھا ہے، **وقال النووى فى كتاب الاذكار يشترط كونها اى خطبة الجمعة وغيرها عربية،** اسی طرح درمختار میں ہے **وعلى هذا الخلاف الخطبة وجميع الاذكار،** یعنی خطبہ اور تمام اذکار واوراد میں بھی یہی اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ غیر عربی (۲) میں جائز قرار دیتے ہیں اور صاحبین ناجائز لیکن امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف منقول ہے، لہٰذا غیر عربی یا عربی وغیر عربی مخلوط نظم ونثر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ عمدۃ الرعایہ حاشیۃ شرح وقایہ میں مذکور ہے۔ اور بدعت ہے جیسا کہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے فتویٰ میں موجود ہے۔ اسی طرح عربی میں خطبہ جمعہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے، البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنا دیں تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے، جیسا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تصریح کی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) **لاشك فى أن الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى صلى الله عليه وسلم والصحابه ﷺ فيكون مكروهاً تحريماً۔ (هامش الوقايه: ج:۱، ص:۲۰۰ حاشية: ۲۔ فيصل)**

(۲) **قوله تعالىٰ: فاسعوا إلى ذكر الله۔ والمراد بذكر الله۔ الخطبة۔ (بنايه ج:۲، ص:۷۰۔ دار الفكر)**

الفقہ الحنفی وادلتہ: ج:۱، ص:۲۵۹۔ شیخ الہند۔

باب العیدین

عیدین کی نماز میں ایک تکبیر چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۲۸۴): عیدین کی نماز میں امام اگر ایک تکبیر چھوڑ دے اور سجدہ سہو نہ کرے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سجدہ سہو کے سقوط کی بنیاد و علت مجمع کی کثرت ہے لہٰذا جس جگہ مجمع اتنا کثیر نہ ہو کہ سجدہ سہو کرنے کی صورت میں فتنہ پیدا ہو تو وہاں سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوگی اور معروف پور میں چونکہ مجمع کثیر نہیں ہوتا ہے اس لئے وہاں نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

والسهو فی صلوٰة العید لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر واقره المصنف وبه جزم فی الدر الخ (درمختار ج ۱ (۱) ص ۵۰۵) باب سجود السهو لکنه قیّده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک (شامی ج ۱ ص ۵۰۷) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

وکذا: لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لیلا یقع الناس فی فتنة۔ (مجمع الانہر: ۱/ ۲۲۰ فقیہ الامۃ)

وکذا: السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد۔ الا أن مشا یخنا قالوا: لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة، لیلا یقع الناس فی فتنة۔ کذا فی

المضرات۔ (ہندیہ: ج:۱ص ۸۷ زکریا)

(۱) درمختار مع حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۶۷۵۔ الشرفیہ۔

(۲) شامی: ۲/ ۶۷۰۔ الشرفیہ۔

عیدین کے بعد دعا اور مصافحہ کا حکم؟

سوال (۲۸۵): عیدین کی نماز کے بعد دعاء مانگنا اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

زید نے ایک مسجد میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ عیدین کی نماز کے بعد دعاء ومصافحہ کرنا مسنون نہیں ہے اس پر لوگوں کو کافی اشکال ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنے میں کوئی حرج (۱) نہیں البتہ مصافحہ نہیں کرنا (۲) چاہئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین سے یہ ثابت نہیں لیکن اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی صورت نہ پیدا ہو جس سے اختلاف وانتشار ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عجلت أيها المصلى إذا صليت فاقعد فاحمد الله بما هو أهله وصلى على ثم ادعه۔ (ترمذی ۲/ ۱۸۵)

فان أراد يذكر الله تعالىٰ يذكره فى نفسه لقوله تعالىٰ إنه لا يحب المعتدين أى الجاهرين بالدعاء۔ (شامی ص: ۳/ ۱۳۸ زکریا)

قال الشيخ محمد تقى عثمانى ودل الحديث على الصحبات إلا سراً والمخافتة بالذكر والدعاء وهو موافق لقوله تبارك و تعالىٰ عوا ربكم تضرعاً وخفية۔ (صحیح مسلم مع تکملۃ فتح الملہم: ۵/ ۵۶۶۔ ۵۶۵)

(۲) تکرہ المصافحہ بعد أداء الصلاۃ بکل حال لأن الصحابۃ رضی اللہ عنہم ما صافحوا بعد أداء الصلاۃ ولأنہا من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعیۃ انہا بدعۃ مکروھۃ لا أصل لہا فی الشرع۔ (شامی ۶/۳۸۱) کراچی

وکذا فی مرقاۃ المفاتیح ۸/ ۴۸۴۔ (دار الکتب العلمیۃ)

عیدین میں فاسق کی امامت کا حکم؟

سوال (۲۸۶): ایک شخص نہ تو حافظ ہے اور نہ مولوی اور وقتی نمازیں گھر ہی میں پڑھتا ہے اور جمعہ کی بھی نماز نہیں پڑھتا وہ شخص عید کی نماز پڑھاتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

۱- جائز ہے لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صلوا خلف کل برٍ وفاجرٍ (رواہ ابو داوٗد)(۱)

لیکن ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ کما فی رد المحتار کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم ج۱ص ۳۷۶۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

وکذا: الدارقطنی ص ۴۴ ج:۲۔رقم: ۱۷۴۷۔

(۱) الصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براً کان او فاجراً۔ (ابو داوٗد ص ۳۴۳ ج:۱) مکتبہ بلال دیوبند۔

(۲) الفتاویٰ الشامی ص: ۳۵۶/ج:۲۔اشرفیہ۔

الہدایہ ص: ۱۲۲/ج:۱۔تھانوی۔

فتح القدیر ص ۳۴۸/ج:۱۔سعید کمپنی۔

پاکستان کی رویت معتبر ہے یا نہیں؟

سوال (۲۸۷): چند آدمی اعتکاف میں تھے پاکستان ریڈیو سے خبر آئی کہ چاند ہوگیا کچھ لوگوں نے عید کی نماز جمعرات کو پڑھ لیا، اور زید نے روزہ توڑ دیا عید کی نماز جمعہ کو پڑھا، اور پھر اپنے عوض ایک آدمی کو اعتکاف میں بٹھا دیا کیا یہ درست و جائز ہوا یا نہیں اور جن لوگوں نے جمعرات کو عید کی نماز پڑھ لی کیا اعتکاف صحیح و درست ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

بلا تحقیق شرعی اور بدونِ شہادتِ شرعیہ محض ریڈیو کی خبر پر اعتکاف ختم نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن چونکہ بہت سی جگہوں پر رویت کی تحقیق ہو جانے کی وجہ سے جمعرات کو عید کی نماز ادا کی گئی ہے لہٰذا جن لوگوں نے جمعرات کے دن عید کی نماز ادا کی، نماز بھی ہوگئی اور اعتکاف بھی صحیح ہوگیا، آئندہ خیال رکھیں بغیر تحقیق شرعی کے ایسا نہ کریں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

اذا كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف المطلع لزم حكم اهل إحدى البلدتين البلدة الأخرى۔ (تاتارخانیہ ص:۳۶۵ ج:۳)۔ زکریا۔

ولو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم علی الصحيح من المذهب۔ (شامی ص:۳۹۰ ج:۲ کراچی)۔

(۱) هذا اذا كان المسافة بين البلدتين قريبة لا تختلف فيها المطلع۔ (بدائع الصنائع ص۲۲۴ ج:۲۔ زکریا)۔

ہکذا فی۔ (حاشیۃ الطحطاوی ص:۶۵۶)۔ دار الکتاب۔

تعددِ عیدین کا حکم

سوال (۲۸۸): شہر جون پور درمیان میں گومتی حائل ہونے کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہے جانبِ شمال میں مسلم آبادی کی تعداد کثیر ہے بخلاف جانبِ جنوب کے وہاں نسبۃً تعداد کم ہے لیکن عیدگاہ جانب جنوب شہر کے باہر ہے جس کی وجہ سے ضعفاء وغیرہ کے پہونچنے میں دشواری کے ساتھ ایک حصہ بالکل خالی ہو جاتا ہے وقتی کسی حادثہ یا ضرورت (بیماری، موت، آگ وغیرہ) پر ایک آدمی کا ملنا بھی مشکل ہے، سوائے عورتوں اور بچوں کے کوئی فرد اس وقفہ میں نہیں مل سکتا نیز بعض محلے ایسے بھی ہیں کہ جہاں سے عیدگاہ کا فاصلہ چار کیلو میٹر ہے۔ ان اعذار کے تحت شہر کے شمالی جانب کے مسلمانوں کی خواہش ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ جانب شمال میں بھی چند جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کی جائے حسنِ اتفاق جانبِ شمال میں بھی تین بڑی مسجدیں موجود ہیں ۱ اٹالہ مسجد ۳ لال دروازہ اور ان تینوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عیدگاہ کے علاوہ شہر کی مذکورہ بالا مسجدوں میں عیدین کی نماز قائم کر سکتے ہیں یا نہیں مدلل و مکمل جواب مرحمت فرمائیں کسی بھی شہر میں عیدگاہ کے علاوہ متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کر سکتے ہیں یا نہیں جیسا کہ فی زمانہ ہر شہر میں متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایک شہر میں بالاتفاق متعدد جگہوں پر عیدین کی نماز قائم کر سکتے ہیں **ولا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام ولو امکنه الذهاب الی امام اخر، فعل لانها تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقًا** (درمختار ج ۱(۱) ص ۵۶۱) **لکن قد کان جواز الجمعة فی المصر الکبیر فی مواضع کثیرة لدفع الحرج لان فی اتحاد الموضع حرجًا بینًا لاستدعائه تطویل المسافة علی الاکثر کما بین آنفا وهذه العلة تجری فی العید علی انه صرح فی بعض المعتبرات**

جوازہ اتفاقاً وبهذا عمل الناس اليوم اه. (مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۷۳)(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

جائز ہے بدلیل سابق — الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۱) شامی ص: ۱۶۱ ۵ نعمانیہ۔

(۲) مجمع الأنہر ص ۲۴۶ ۲ فقیہ الامت۔

فاذا فانت مع الإمام وأمكنه أن يذهب الى إمام آخر فإنه يذهب إليه لأنه يجوز تعدادها في مصرٍ واحدٍ۔ (البحر الرائق ص: ۱۶۲ ج: ۲ سعید)

النہر الفائق ص: ۳۷۰ ج: ۱ زکریا۔

ولو قدر بعد النوات مع الإمام على إدراكها مع غيره فعل للاتفاق على جواز تعدادها۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۳۵ دار الکتاب)۔

شہر کی متعدد مساجد میں عیدین پڑھنے کا حکم

سوال (۲۸۹): کل ۱۲؍ جولائی ۸۳ء کو شہر جون پور کے کچھ لوگ عید کی نماز اٹالہ مسجد میں پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ مسجد مذکور میں عید کی نماز قائم نہیں ہے اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے۔ اس کی آپ وضاحت فرمائیں۔ **المستفتی** ڈاکٹر عزیز اللہ اعظمی شہر جونپور (سابق ایم پی)

نوٹ: بعینہ اسی سوال کا جواب مولانا ظفر احمد صاحب امام جمعہ وعیدین شہر جونپور سے بھی لیا گیا ہے جو اس سوال کے ساتھ منسلک ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

سوال (۲۹۰): کل ۱۲؍ جولائی ۸۳ء کو شہر جون پور کے کچھ لوگ عید کی نماز اٹالہ مسجد میں پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ مسجد مذکور میں عید کی نماز قائم نہیں ہے اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے۔ اس کی آپ وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

اٹالہ مسجد میں بلا عذر (جیسے بارش) نماز عید جائز نہیں ہے۔

صحت ادائے صلوٰۃ عید کے لئے ایک شرط سلطان یا خطیب ہے بلا اذن خطیب اگر کسی نے نماز عید قائم کی تو جائز نہیں ہے۔

وفی السراجیہ لو صلیٰ احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز در مختار علی هامش الشامی(۱) ج اول ص ۷۵۲۔ ومنها السلطان عادلًا كان او جائرًا هٰكذا فی التاتار خانية ناقلًا عن النصاب او من امره السلطان وهو الامير او القاضی أو الخطباء كذا فی العينی شرح الهدايه حتی لا يجوز امامتها بغير امر السلطان وامر نائبه كذا فی محيط السرخسی رجل خطب يوم الجمعة بغير اذن الامام والامام حاضر لا يجوز ذالك الا ان يكون الامام امره بذالك كذا فی فتاویٰ قاضيخان عالمگيری ج۱ ص ۲۰۴۔ (۲)

نماز عید ایک شہر میں تین مقام سے زائد چوتھی جگہ بہ اتفاق امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ رحمہما اللہ جائز نہیں ہے جون پور میں میرے علم کے مطابق اس وقت تین مقامات پر عید کی نماز ہوتی ہے۔ **ويجوز اقامة صلوٰة العيد فی موضعين اما اقامتها فی ثلثة مواضع فعند محمدؒ يجوز وعند ابی يوسفؒ لا يجوز.** (كذا فی المحيط عالمگيری ص ۲۱۰) (۳)

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ عید کی نماز اٹالہ مسجد میں تین وجہوں سے ناجائز ہے۔ ۱عذر نہیں ہے۔ ۲اذنِ خطیب مصلیٰ عید نہیں ہے۔ ۳چوتھی جگہ عید نہیں ہو سکتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد الی اللہ الصمد ظفر احمد صدیقی کان اللہ تعالیٰ لہ

یکم شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۲ر جولائی ۸۳ء

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مفتیٰ بہ قول کے مطابق ایک شہر میں متعدد جگہوں پر عید کی نماز ادا کی جاسکتی ہے حضرات فقہائے کرام کی تعلیلات کی رو سے بلاتردد اٹالہ میں عید کی نماز قائم کی جاسکتی ہے۔

وتصح فی مصر واحد فی مواضع هو الصحیح وهو قول الطرفین نقلًا عن الفتح وفی المنح الاصح الجواز مطلقًا خصوصًا اذا کان مصرًا کبیرًا الخ مجمع (۴) الانہر مع ملتقی الابحر ج۱ ص ۱٦۷ وہکذا فی سکب (۵) الانہر ج۱ ص ۱٦۷)

وتصح فی مصر فی مواضع کثیرة هو الصحیح وعلیه الفتویٰ الخ وتودیٰ فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقًا علی المذهب وعلیه الفتویٰ. (الدر المختار ج۱ ص ۵۴۱) **قوله علی المذهب فقط ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واکثر وبه ناخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط.** (الشامی (٦) ج۱ ص ۵۴۱) **وتودیٰ فی مصر فی مواضع وفی فتح القدیر الاصح الجواز مطلقًا خصوصًا اذا کان مصرًا کبیرًا فان فی الزام اتحاد الموضع حرجًا بینًا لاستدعائه تطویل المسافة علی الاکثر وذکر فی باب الامامة ان الفتویٰ علی جواز التعدد مطلقًا وبما ذکرناه اندفع فیما فی البدائع من ان ظاهر الروایة جوازها فی موضعین ولا یجوز فی اکثر من ذالك وعلیه الاعتماد الخ فان المذهب الجواز مطلقًا الخ.** (البحر الرائق (۷) ج۲ ص ۱۴۲) **وغیر ذالك تصریحات کثیرة فی کتب الفقه لا یخفی علی من له ادنیٰ ممارسة بالفقه.** حضرات فقہاء نے بلاقید عذر تعدد جمعہ وعیدین کی اجازت دی ہے جیسا کہ عبارات مذکورہ بالا میں تصریح ہے پھر اس کو کسی قید کے ساتھ مقید کرنا تصریحات فقہاء کے خلاف ہے۔ نیز عید کی صحت کے وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی صحت کے شرائط ہیں پھر دونوں میں فرق کی کوئی وجہ نہیں جمعہ کی نماز جب دسیوں جگہ ہوسکتی ہے خود اٹالہ میں ہوتی

ہے تو عید کو منع کرنا تصریحاتِ فقہاء کے خلاف ہوگا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب دامت برکاتہم نے عالمگیری کے جس جزئیہ سے استدلال کیا ہے وہ مرجوح ہے جیسا کہ فتح القدیر اور البحر الرائق کی عبارتوں سے واضح ہے جو جواب میں بھی مذکور ہے۔ نیز درمختار کی عبارت کا مفہوم وہ نہیں جو جواب میں مراد لیا گیا ہے جیسا کہ سیاق وسباق عبارات نیز علامہ شامی کی تقریر سے واضح ہے۔ نیز خطیب کا مفہوم متبادر بھی محل غور ہے مزید سلطان وخطیب کی تفصیل امداد الفتاویٰ ج ا ص ۴۲۴ میں مذکور ہے، ملاحظہ فرمالیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی
الجواب صحیح بندہ عبدالحلیم عفی عنہ
الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) ص: ۱۱۰ ر ج: ا۔ الدرالمختار دار الکتاب۔
(۲) عالمگیری ص: ۱۴۵ ر ج: ا۔ رشیدیہ۔
(۳) عالمگیری ص: ۱۵۰ ر ج: ا۔ رشیدیہ۔
(۴) مجمع الانہر ص ۲۴۷ ر ج: ا۔ فقیہ الامۃ دیوبند۔
(۵) سکب الانہر: ص: ۲۴۸ ر ج: ا۔ فقیہ الامۃ۔
(۶) شامی ص: ۱۴۴-۴۵ ر ج: ۲۔ کراچی سعید۔
(۷) البحر الرائق ص: ۱۴۲ ر ج: ۲۔ سعید۔

مولانا ظفر احمد صاحب خطیب عیدین شہر جونپور کے فتویٰ کا تحقیقی جواب

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نے اٹالہ مسجد میں عیدین کی نماز کو تین وجہوں سے ناجائز قرار دیا ہے سب سے پہلی وجہ عذر نہیں ہے اور عذر میں صرف بارش کو شمار فرمایا ہے یہ وجہ دو اعتبار سے قابل قبول نہیں۔ ا حضرات فقہاء کرام نے تعدد عیدین کو بلا کسی قید کے بالاتفاق جائز لکھا ہے یہ کسی نے نہیں لکھا کہ اگر عذر ہو تو متعدد جگہ پڑھ سکتے ہیں ورنہ نہیں چنانچہ درمختار (۱) میں ہے۔ **ولا یصلیھا وحدہ ان فاتت مع الامام ولو امکنہ الذھاب الی امام آخر، فعل لانھا تودیٰ بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقًا الخ.** (ج ا ص ۵۶۱) (ترجمہ) اگر کسی شخص کی عید کی نماز فوت ہو جائے تو اگر کسی دوسرے امام کے پیچھے نماز ملنے کی توقع ہو تو وہاں چلا جائے تنہا عید کی نماز نہ ادا کرے اس لئے کہ ایک شہر میں بالاتفاق بہت سی جگہوں پر نماز عید ادا کی جاسکتی ہے۔ علامہ شامی بحر سے نقل کرتے ہیں: "**والخلاف انما ھو فی الجمعۃ اختلاف**" (۲) تو صرف جمعہ کے بارے میں ہے کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں بخلاف عید کے اس کے بارے میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں یہ بالاتفاق ایک شہر میں متعدد جگہ صحیح ہے نیز ایک شہر میں متعدد مقامات پر عید کی نماز امت کا معمول بھی ہے۔

جیسا کہ مجمع الانہر (۳) میں اس کی تصریح ہے۔ **علی ان صرح فی بعض المعتبرات جوازہٗ اتفاقًا وبھذا عمل الناس الیوم** ج ا ص ۱۷۳۔ (ترجمہ) علاوہ ازیں بعض معتبرات میں بالاتفاق تعدد عیدین کے جواز کی تصریح ہے اور اسی پر اس زمانہ میں لوگوں کا عمل ہے چنانچہ اس زمانہ میں بھی اگر تحقیق کی جائے تو سارے شہروں کا یہی حال ملے گا کہ دس جگہوں پر کم از کم عیدین کی نماز ہوتی ہی ہوگی۔ ۲ عذر صرف بارش ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بہت سے اعذار ہیں جن کو علامہ شامی نے اور صاحب درمختار نے تفصیل سے

بیان کیا ہے۔ (ج ۱ (۴) ص ۴۷ ۳۷۴) ذکر کردہ اعذار میں سے ایک عذر یہ بھی ہے کہ جان و مال کے ضیاع کا اندیشہ ہو تقریباً بیس اعذار ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی متحقق ہو تو جماعت کا ترک کرنا جائز ہے جو کہ واجب ہے تو کیا ان اعذار میں سے کسی ایک کے تحقق کے وقت متعدد عیدین جو امر جائز ہے اس کا قائم کرنا جائز نہ ہوگا یقیناً جائز ہے اٹالہ مسجد میں عید کے قائم نہ ہونے کی دوسری وجہ مولانا ظفر احمد صاحب نے یہ لکھی ہے کہ اذنِ خطیب مصلی عید نہیں ہے اور بلا اذنِ خطیب اگر کسی نے نماز عید قائم کی تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ صحت ادائے صلوٰۃ عید کے لئے ایک شرط اذنِ سلطان یا خطیب ہے یہاں پر مولانا ظفر احمد صاحب عبارت کے سمجھنے میں زبردست دھوکہ کھا گئے ہیں صحیح بات وہ نہیں ہے جو مولانا موصوف نے سمجھی ہے بلکہ صحیح بات وہ ہے جس کی تفصیل لکھی جارہی ہے پہلے زمانہ میں اسلامی حکومت ہونے کی وجہ سے مساجد کا انتظام بادشاہوں کے ذمہ ہوا کرتا تھا بادشاہوں کی اجازت کے بغیر کسی مسجد میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا تھا نمازِ جمعہ وغیرہ کا قیام بادشاہ اپنی مصلحت کے تحت جہاں چاہتا کرتا اور خود جمعہ کی نماز پڑھاتا یا اپنا خطیب کسی کو مقرر کردیتا مثلاً امیر، قاضی وغیرہ۔ اس کے علاوہ نمازِ جمعہ پڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی تھی اسی وجہ سے فقہاء کرام نے بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر بادشاہ یا اس کے نائب کی اجازت کے جمعہ قائم کردے تو یہ جائز نہیں حتی کہ امیر اگر بیمار ہوجائے تو شرطی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر اس کی اجازت کے جمعہ قائم کردے چنانچہ یہ دونوں جزئیات عالمگیری (۵) میں موجود ہیں۔ **حتى لا يجوز اقامتها بغير امر السلطان او نائبه كذا فى محيط السرخسى،** یعنی بغیر بادشاہ یا اس کے نائب کی اجازت کے جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ **مرض الامير فصلى الشرطى لم تجز كذا فى التاتارخانية ناقلاً عن جامع الجوامع** یعنی امیر بیمار ہوگیا سپاہی نے نماز پڑھادی تو یہ جائز نہیں ہے لیکن زمانہ کے انقلاب سے اسلامی حکومتیں ختم ہوگئیں جس کی وجہ سے بادشاہت اور سرکاری طور پر اسلامی قوانین کا نفاذ بھی ختم ہوگیا اور سرکاری امام اور خطیب بھی نہیں رہے اور نہ وہ حکم رہا اب حکم یہ ہے کہ تراضئ مسلمین سے

کوئی امام مقرر کرلیا جائے لہٰذا جہاں جمعہ وعیدین کی نماز قائم کرنی ہو اس محلہ کے مسلمان جس امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی ہوں وہ مسلمانوں کا امام ہوگا اور جمعہ وعیدین کی نماز پڑھا سکتا ہے اس لئے کہ جمعہ کے شرائط میں سلطان کی شرط فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ عام طور پر جمعہ وعیدین کی امامت کے لئے جھگڑا ہوتا ہے اور ہر عالم امام بننے کے لئے تیار رہتا ہے اس وقت یہ جھگڑا مسلمانوں کی رضامندی سے ختم ہوسکتا ہے اس لئے کہ تراضیٔ مسلمین کو سلطان کے قائم مقام کردیا گیا ہے چنانچہ اس کے متعلق حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ مع سوال وجواب نقل کرتا ہوں تاکہ مسئلہ خوب واضح ہوکر ذہن نشین ہوجائے۔

التعلیق والتخریج

(۱) الدرالمختار مع الشامی ص: ۵۶۱/ ج: ۱ نعمانیہ۔

(۲) البحر الرائق ص: ۱۶۳/ ج: ۲ سعید۔

(۳) مجمع الأنہر ص: ۲۴۸/ ج: ۱ فقیہ الامت۔

(۵) ہندیہ ص ۱۴۵/ ج: ۱ رشیدیہ۔

ہدایۃ: ص: ۱۶۸/ ج: ۱ مکتبہ تھانوی۔

ہندیہ ص: ۱۴۶/ ج: ۱ رشیدیہ۔

(۴) الدرالمختار مع الشامی ص: ۵۳۴ نعمانیہ۔

ہندیہ ص: ۱۴۵/ ج: ۱ رشیدیہ۔

شامی ص: ۵۴۱/ ج: ۱ نعمانیہ۔

امداد الفتاویٰ ص: ۶۵۰/ ج: ۱ زکریا۔

شامی ص: ۵۱/ ج: ۱ نعمانیہ۔

سوال (۲۹۱): نماز جمعہ کے انعقاد کے شرائط سے جو سلطان اور امام کا ہونا نزدیک احناف کے معتبر ہے اب زمانہ موجودہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی تو اس صورت میں جمعہ ہوسکتا ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا اس باب میں کن احناف علماء نے اس شرط کو شرط نہ سمجھا؟ بحوالہ

کتب واقوال تحریر فرمائیے اگر چہ فی زمانہ سب جگہ جمعہ ہو رہا ہے۔

الجواب: حامدًاومصلیًا

فی الھدایۃ ولا یجوز اقامتھا الا لسلطان او لمن امرہ السلطان لانھا تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدیم والتقدم الخ وفی الدر المختار ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ.

روایت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ شرطِ وجودِ سلطان مقصود لذاتہٖ نہیں ہے بلکہ بحکمتِ سدِ فتنہ کے ہے پس اگر تراضیٔ مسلمین سے یہ حکمت حاصل ہو جاوے تو معنیً یہ شرط مفقود نہ ہوگی چنانچہ روایت ثانیہ میں اس کی تصریح موجود ہے البتہ جہاں اور کوئی شرط صحت جمعہ کی مفقود ہو وہاں جائز نہ ہوگا واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ جدید مبوب ج ۱ ص ۶۳۰) نیز عالمگیری میں بھی یہ مصرح ہے کہ سارے لوگ جس شخص کو متفقہ طور پر امام بنالیں اس کے لئے جائز ہے کہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائے **ولو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز کذا فی التھذیب عالمگیری** ج ۱ ص ۱۷۶۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خطباء سے مراد بادشاہ کے مقرر کردہ خطباء ہیں جو اس زمانہ میں مفقود ہیں۔ یہ حضرت مولانا موصوف کی زبردست غلطی ہے کہ خطباء کا لفظ دیکھ کر اپنے کو با اختیار خطیب سمجھ گئے کہ جب تک ہم اجازت نہیں دیں گے کوئی دوسرا جمعہ کی نماز نہیں قائم کرسکتا اور نہ اس کے لئے یہ جائز ہے کہ قائم کرے۔ نیز مولانا موصوف کا **لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز** سے استدلال انتہائی طفلانہ ہے اس لئے کہ شامی میں مذکورہ بالا قول کے تحت صراحۃً یہ موجود ہے۔ **ظاھرہ ان الخطیب خطب بنفسہٖ والاخر صلی بلا اذنہٖ وملہ ما لو خطب بلا اذنہٖ کما فی الخانیۃ وغیرھا خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز الخ.** (شامی ج ۱ ص ۵۳۹)

حاصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص ہے جس کو بادشاہ نے امام بنادیا یہ امام جمعہ کی نماز

پڑھانے کے لئے مسجد گیا اور وقت پر خطبہ دیا خطبہ سے فارغ ہو کر ممبر سے اترا نماز پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر جانے والا ہی تھا کہ کوئی ایسا شخص جس کو بادشاہ نے امام نہیں بنایا وہ کود کر مصلیٰ پر پہونچ گیا اور خطیب جس نے خطبہ دیا تھا اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھا دی اس کے بارے میں فقہاء لکھتے ہیں کہ یہ جائز نہیں اصل بات یہ ہے کہ حضرت مولانا کو ان کے معتقدین نے کبھی بطور تعارف کہا ہوگا کہ حضرت مولانا جامع مسجد کے خطیب ہیں یا شہر جونپور کے خطیب ہیں تو حضرت نے فقہاء کی عبارت میں جہاں لفظ خطیب دیکھا اس کا مصداق اپنے کو سمجھ لیا حالانکہ درمختار میں بغیر اذن الخطیب کے بعد **الا اذا اقتدیٰ به من له ولاية الجمعة** کی تصریح موجود ہے پھر بھی مولانا نے نہ جانے کہاں سے اپنا مقام سلطان یا اس کے نائب کا سمجھ لیا حالانکہ یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ علمی مناقب مثلاً مفتی ہونا محدث ہونا شیخ وقت ہونا یہ موروثی نہیں ہے بلکہ ان کی تحصیل جدو جہد اور مشقت سے ہوتی ہے ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ اسی طرح حضرت شیخ الاسلام یہ حضرات فتویٰ نہیں دیتے تھے بلکہ مفتیوں کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دیتے تھے۔

الحاصل عید کی نماز جن سو پچاس مسلمانوں نے اپنے محلے کی ایک مسجد میں ایک امام مقرر کر کے پڑھا جبکہ اٹالہ مسجد میں کرم فرماؤں نے تالا ڈال دیا تھا ان کی نماز بالکل صحیح ہوگئی اور کتب فقہ کی روشنی میں اسی امام کو ان کا خطیب کہیں گے اٹالہ مسجد میں عیدین کی نماز قائم نہیں ہوسکتی یہ وجہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ عالمگیری کے جس جزئیہ سے مولانا موصوف نے استدلال کیا ہے وہ مرجوح ہے راجح یہ ہے کہ بالاتفاق ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ وعیدین کی نماز پڑھ سکتے ہیں اور یہی صحیح اور مفتیٰ بہ ہے چنانچہ شمس الدین سرخسی تحریر فرماتے ہیں۔

فالصحيح من قول ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ انه يجوز اقامة الجمعة في مصر واحد في موضعين واكثر من ذالك ج ٢ ص ٢٠ اور امام ابوحنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا صحیح قول یہ ہے کہ ایک شہر میں دو اور اس سے زیادہ جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے۔

٢- علامہ علاؤ الدین حصکفی تحریر فرماتے ہیں **وتؤدىٰ في مصر واحد بمواضع**

كثيرة مطلقًا على المذهب وعليه الفتوىٰ (الدر المختار ج ا ص ۵۴۱)

ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر علی الاطلاق یعنی بلاکسی تعداد کی قید کے جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ **ولانها تؤدىٰ بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً،** اس لئے کہ ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر عیدین کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ (الدر المختار ج ا ص ۵۶۱ باب العیدین)

۳-فقیہ بے نظیر عبد الرحمن المدعو بشیخ زادہ لکھتے ہیں **وتجوز صلوٰة العيد فى مصر فى موضعين وعند محمد فى ثلاثة مواضع كما فى الفتح لكن قد كان جواز الجمعة فى المصر الكبير فى مواضع كثيرة لدفع الحرج لان فى اتحاد الموضع حرجًا بينًا لاستدعائه تطويل المسافة على الاكثر كما بين انفا وهذه العلة تجرى فى العيد على انه صرح فى بعض المعتبرات جوازه اتفاقًا وبهذا عمل الناس اليوم اه.** (مجمع الانہر ج ا ص ۱۷۳)

صاحب مجمع الانہر کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ عدم تعدد کا قول مرجوح ہے اور اس زمانہ میں سارے لوگوں کا عمل تعدد پر ہی ہے۔

۴- علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں **لانه يجوز تعددها فى مصر واحد فى موضعين واكثر اتفاقًا انما الخلاف فى الجمعة.** (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲) اگر کسی آدمی کی نماز عیدگاہ میں یا کسی مسجد میں چھوٹ جائے تو اس کو چاہئے کہ اگر دوسری جگہ نماز ملنے کا امکان ہو تو چلا جائے اس لئے کہ ایک شہر میں دو اور دو سے زائد مقامات پر عیدین کی نماز جائز ہے اختلاف تو صرف جمعہ کے بارے میں ہے کہ اکثر فقہاء جواز تعدد کے قائل ہیں اور بعض نہیں لیکن عیدین کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ان کے علاوہ اور بہت سی کتابوں میں اس انداز کی جزئیات موجود ہیں جس سے صاف واضح ہو کر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ مولانا موصوف نے جس جزئیہ سے استدلال کیا ہے وہ مرجوح ہے چنانچہ حضرت تھانویؒ نے اس کی تصریح کی ہے، فرماتے ہیں:

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اول تو اسی میں اختلاف ہے کہ ایک بستی میں کئی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں اگر چہ واسطے دفع حرج کے اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ جائز ہے پھر مجوزین کی تعداد اس میں مختلف ہے کہ آیا دو جگہ سے زیادہ بھی جائز ہے یا نہیں اگر چہ بوجہ اطلاق دلیل راجح یہی ہے کہ جائز ہے الخ۔ (امداد الفتاویٰ مبوب جدید ج ا ص ۶۵۰)

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں مانع اس طرح استدلال کرسکتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں تعدد کا بالعموم متروک ہونا دلیل اس کے عدمِ مشروعیت کی ہے اور مفقود اس استدلال کے نقل کرنے سے اس منع کی تقویت نہیں ہے کیونکہ خود علماء مذہب نے اس قول کے مرجوح ہونے کی تصریح کردی ہے۔ **کما فی الدر المختار وتؤدیٰ فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقًا علی المذھب وعلیه الفتویٰ الخ** (امداد الفتاویٰ مبوب جدید ج ا ص ۶۵۲)

اور مرجوح قول پر فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے۔ **وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع الخ۔** (درمختار ج ا ص ۵۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

کیا سعودی عربیہ کی رویت ہلال انگلینڈ میں معتبر ہوگی

سوال (۲۹۲): انگلینڈ میں موسم کی خرابی کی وجہ سے عام طور پر آسمان ابر آلود رہتا ہے، خصوصاً بہ وقت شام آسمان اور زیادہ ابر آلود ہوجاتا ہے اس وجہ سے رمضان المبارک شروع کرنے کے لئے اور عیدین ادا کرنے کے لئے ہمیشہ دوسرے ملکوں سے چاند کی خبر معلوم کرنے کی محتاج رہتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انگلینڈ ہی میں چاند دیکھ کر رمضان المبارک شروع کیا گیا ہو۔ یا عیدین ادا کی گئی ہوں۔ اس وجہ سے یہاں کے علمائے کرام

نے برسوں پہلے انڈیا اور پاکستان کے مفتیانِ کرام سے رجوع فرما کر فتاوے دریافت فرمائے ہیں ۔مفتیانِ کرام کے جوابات کا ماحصل یہ ہے کہ قریب ترین اسلامی ملک پر عمل کرنا احوط ہے ۔اور دوسرے تمام ملکوں پر عمل کرنا جائز ہے ۔

ان تمام بات کی روشنی میں مراکش، انگلینڈ سے قریب ہونے کی وجہ سے اور احتیاط پر عمل کرنے کے جذبہ سے صحیح العقائد کے تمام مسلمانوں نے بالاتفاق مراکش پر عمل شروع کیا اور تقریباً سولہ سترہ سال اس پر عمل پیرا رہے ۔

مگر بدقسمتی سے مراکش سے چاند کی خبر جلد دستیاب نہیں ہوتی بعض مرتبہ شب میں دس گیارہ بجے اور بعض مرتبہ دو تین بجے اور بعض مرتبہ دوسرے روز صبح میں خبر ملتی ہے اس وجہ سے عوام میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے، اس طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے چاند کے مسئلہ میں صحیح العقائد مسلمانوں کے دو فریق بن چکے ہیں، ایک فریق کے علماء اور عوام یہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی غیر معین ملک پر عمل کر لینا جائز ہے ۔

جبکہ دوسرے فریق کے علماء اور عوام یہ جانتے ہیں کہ کسی بھی ایک ملک کو معین کر کے اس پر عمل کرنا جائز ہے ۔لہٰذا مراکش ہی پر عمل کرنا چاہئے ۔

جو فریق دنیا بھر کے کسی غیر معین ملک پر رمضان المبارک شروع کر دیتا ہے اور کسی بھی غیر معین ملک کی خبر پر عید الفطر مناتا ہے کوئی ایک معین نہ کرنے کی وجہ سے ان کے ہمیشہ ۲۹ رہی روزہ ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح شعبان اور عید الاضحیٰ بھی دنیا بھر میں سے کسی بھی غیر معین ملک پر مناتے ہیں اس فریق کے علمائے کرام کا یہ کہنا ہے کہ اس طرح پر عمل کرنے کے لئے ہمارے پاس مفتیانِ کرام کے فتاوے ہیں، مگر ہم اپنی ناقص رائے کے مطابق سمجھتے ہیں کہ اس طرح عمل کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ گویا ان حضرات نے شریعت سے آزاد ہو کر رمضان المبارک اور عیدین جیسی عظیم الشان مبارک کو اپنے ہی اختیار میں کر لیا ہے ۔

جبکہ دوسرے فریق کے مسلمان رمضان المبارک عمل اور عیدین جیسی عظیم الشان عبادات کو اپنے قبضہ میں لینے کے بجائے شریعت مطہرہ کا تابع بن کر چاند کے بارے

میں انگلینڈ کو دوسرے کوئی معین ملک کا تابع بنانا ضروری سمجھ کر آج تک مراکش پر عمل کرتے رہے ہیں اور مراکش سے تاخیر سے خبر موصول ہونے کی وجہ سے واقع ہونے والی تمام پریشانیاں برداشت کرتے ہوئے بھی رمضان المبارک اور عیدین جیسی عظیم الشان عبادات کو ادا کرتے رہے ہیں۔

مگر کسی بھی غیر معین ملک پر عمل کرنے والے کی طرف سے عموماً مغرب سے متصل چاند کی خبریں شائع ہوجانے کی وجہ سے مراکش پر عمل کرنے والے مسلمانوں میں سے بھی کتنے حضرات مراکش کی خبر کا انتظار چھوڑ کر اس فریق کے ساتھ ہو لئے ہیں۔اس وجہ سے ایک ہی شہر میں بسنے والے اور ایک ہی مسلک پر چلنے والے بلکہ ایک ہی مسجد کے مصلیوں میں اور ایک ہی گھر میں رہنے والے باپ بیٹوں اور بھائیوں میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ان وجوہات کی بنا پر مراکش پر عمل کرنے والے مسلمان مورد لعن وطعن بنتے ہیں اور افتراق بین المسلمین کا الزام ان پر تھوپا جاتا ہے، ان تمام مشکلات کو مدنظر رکھ کر مراکش پر عمل ترک کرکے دوسرے معین ملک پر عمل کرنے کی غرض سے ایا سعودی عربیہ ہی پر رمضان المبارک اور عیدین میں عمل کریں تو اس میں کوئی حرج ہے؟ سعودی عربیہ کی خبر پر رمضان المبارک اور عیدین منانا جائز ہے؟ سعودیہ عربیہ اسلام کا مرکز ہے اور بفضلہ تعالیٰ حرمین شریفین کی وجہ سے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کے دلوں میں اس کا احترام ہے۔اور چاند کا فیصلہ بھی حکومت کی طرف سے معین کردہ علمائے کرام پر مشتمل کمیٹی باقاعدہ شہادتیں ملنے کے بعد ہی کرتی ہے۔ رمضان المبارک اور عیدین جیسی عظیم الشان عبادات میں محکمۂ موسمیات کی اطلاع قطعاً اعتبار نہیں کرتی ہے۔وہاں کی ہلال کمیٹی کی طرف سے چاند کے فیصلہ کرنے کے طور وطریق کیا ہیں؟ اور وہاں کے علمائے کرام کو محکمۂ موسمیات سے کس قدر انقباض ہے۔

اس پر مطلع ہونے کے لئے منسلک مضمون ارسال خدمت ہے غالباً یہ مضمون ''الفرقان'' لکھنؤ کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔سعودی عربیہ کا ٹائم انگلینڈ کے ٹائم سے دو تین گھنٹے آگے ہونے کی وجہ سے چاند کی رویت کی خبر بہت جلد بڑی سہولت سے یہاں فراہم ہوجاتی ہے۔

اور سعودیہ عربیہ جیسے ایک معین ملک پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ۲۹/روزے ہونے کا خطرہ بھی نہیں رہے گا۔ جبکہ مراکش پر عمل کرنے کی وجہ سے نہیں رہتا تھا۔ اور سعودی عربیہ پر عمل کرنے کی وجہ سے امید ہے کہ وہ فریق جو دنیا بھر کے کسی بھی غیر معین ملک پر عمل کر کے رمضان المبارک اور عیدین مناتا رہتا ہے، وہ سعودیہ عربیہ کی خبر پر عمل کرنا شروع کر دے گا۔ اس طرح صحیح العقائد مسلمانوں کا دوبارہ اتفاق و اتحاد بھی انشاء اللہ ہو جائے گا۔ جس کے آج لوگ بہت متمنی ہیں، مذکورہ بالا بیان کردہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب سے نوازیں کہ سعودی عربیہ کی خبر پر رمضان المبارک اور عیدین کے منانے کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

نقل مضمون

سعودی عرب میں رویت ہلال۔ از ڈاکٹر مولانا عبد اللہ عباس ندوی استاذ جامعۃ ام القریٰ مکہ مکرمہ۔

نوٹ: اب سے تقریباً دو سال پہلے اکتوبر ۸۱ء کے الفرقان کے شمارہ میں جناب ضیاء الدین لاہوری ایم، اے کا ایک مضمون بعنوان مسئلہ رویت ہلال جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں شائع ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے ثابت کیا تھا کہ یہ خیال غلط ہے کہ سائنسی ترقی کے اس دور میں ماہرین فلکیات کے حساب سے رویت ہلال کی بالکل صحیح پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔

اس کے ثبوت میں انہوں نے یورپ کے مسلم ماہرین فلکیات کے بیانات نقل کئے تھے، جو ان کے اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے بظاہر کافی تھے، مضمون کے آخر میں انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ سعودی عرب میں تاریخ کا تعین رویتِ ہلال کی بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ حساب کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

اس عاجز (منظور نعمانی) کو چونکہ یہی معلوم تھا کہ سعودی عرب میں واقعی قمری تاریخ کا تعین رویت کی شہادت پر کیا جاتا ہے اور سرکاری تاریخ وہاں کی جنتری کے حساب سے چلتی ہے، (جو پہلے سے تیار کر لی جاتی ہے اور دونوں تاریخوں میں کبھی کبھی فرق بھی ہوتا

ہے،)اس لئے میں نے یہ سمجھا کہ غالباً ضیاء الدین صاحب کو وہاں کے تاریخ کے دہرے نظام کے بارے میں یہ تفصیل معلوم نہیں ہے اور انہوں نے جو لکھا ہے وہ غلط فہمی پر مبنی ہے، اسی لئے مضمون کے ختم پر میں نے نوٹ لکھا۔ اس میں وضاحت سے وہاں کی تاریخ کے دونوں نظاموں کا ذکر کیا، اور لکھا کہ سرکاری جنتری تو آئندہ پورے سال کے شروع ہونے سے پہلے ہی تیار ہو کر شائع ہو جاتی ہے اور سرکاری کاموں اور بازاری کاروبار میں وہی چلتی ہے، وہ رویت کی بنیاد پر ہو بھی نہیں سکتی۔ کسی حساب اور قیاس ہی سے تیار کی جاتی ہوگی لیکن واقعی قمری تاریخ کا تعین خاص کر رمضان، عید اور حج کی تاریخ کا فیصلہ وہاں رویت ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

اس کے بعد ضیاء الدین صاحب نے دوسرا مضمون لکھا جس کا عنوان تھا ''عالم اسلام میں رویتِ ہلال پر مکمل اتفاق کا مسئلہ'' یہ مضمون دسمبر ۸۱ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا اس کے بعد انہوں نے تیسرا مضمون اس سلسلہ میں لکھا، جس کا عنوان تھا ''رویت ہلال اور سعودی عرب'' یہ جنوری ۸۳ء کے ''الفرقان'' میں شائع ہوا تھا، ان دونوں مضمونوں میں انہوں نے بظاہر بہت مدلل طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ سعودی عرب میں رمضان، عید اور حج کی تاریخ کا تعین رویت کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ حساب ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اور غلط بھی ہوتا ہے، ان دونوں مضمونوں خاص کر آخری مضمون کے سامنے آنے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی، کہ اس بارے میں پوری تحقیق کر کے اس کا نتیجہ الفرقان میں شائع کیا جائے، حسن اتفاق سے اب سے چند مہینہ پہلے ہمارے دوست ڈاکٹر مولانا عبد اللہ عباس ندوی تشریف لائے جو تقریباً تیس سال سے مکہ معظمہ ہی میں رہتے تھے اور اب وہیں کے شہری ہیں، اور اس وقت وہاں کے یونیورسٹی جامعہ ام القریٰ میں پروفیسر ہیں، میں نے ان کے سامنے اسی مسئلہ کا ذکر کیا، اور جنوری کا شمارہ بھی دیکھنے کے لئے دیدیا جس میں ضیاء الدین صاحب کا آخری مضمون شائع ہوا تھا۔ ان کو اس بارے میں ذاتی طور پر جو کچھ معلوم تھا وہ انہوں نے بتلایا، میں نے ان سے عرض کیا کہ ان معلومات کو مضمون کی شکل میں مرتب کر دیجئے تاکہ الفرقان میں شائع

کیا جاسکے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے وہ لکھ کر بھیج دیا، جو ذیل میں نذر ناظرین کیا جارہا ہے۔لیکن وہ ''الفرقان'' میں ابھی شائع نہیں ہوسکا تھا کہ اس سال کا وہ رمضان المبارک آگیا۔ جو چند ہی روز پہلے ختم ہوا ہے، مولانا موصوف نے پہلی رمضان کو مجھے مکہ مکرمہ سے خط لکھا اور وہاں کے ایک روز نامہ کے دو تراشے اس کے ساتھ بھیجے جس میں رویت ہلال کی خبر اور اس کے بارے میں سرکاری اعلان بھی شائع ہوا تھا، مضمون کے آخر میں مولانا موصوف کے اس مکتوب کا اقتباس اور دونوں تراشوں کا ترجمہ بھی شامل کیا جارہا ہے، اس کے بعد اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی، سعودی عرب میں خاص کر رمضان، عید اور حج کی تاریخ کا تعین اور اعلان کسی حساب کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا ہے۔رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس طویل تمہیدی نوٹ کے بعد ناظرین کرام محترم ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی کا اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ (منظور نعمانی)

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

مملکت سعودی عرب میں رویت ہلال کا فیصلہ اور اعلان چشم سر سے چاند دیکھنے والوں کی شہادت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔اور شہادتیں صرف ان لوگوں کی قبول کی جاتی ہیں، جن کے ثقہ اور معتبر ہونے کا یا تو قاضی کو براہِ راست علم ہو یا اس کے ثقہ ہونے کی شہادت ایسے معتبر لوگ دین جن کی دیانت وامانت قاضی کو معلوم ہو، وہ شخص جو شاہد کے ثقہ ہونے کی تصدیق کرتا ہے اس کو مزکی کہتے ہیں، چنانچہ وہاں عدالتوں میں گواہ کے ساتھ مزکی بھی پیش ہوا کرتا ہے۔جیسا کہ سب جانتے ہیں، شریعت میں گواہی دو آدمیوں کی قبول کی جاتی ہے، سعودی عرب میں دو گواہوں کے ساتھ دو مزکی بھی ہوتے ہیں۔چاند کے سلسلہ میں اور خصوصاً رمضان عید اور حج کے مہینوں کے چاند میں تحقیق وتحری کا اہتمام معمول سے زیادہ سختی کے ساتھ ہوتا ہے۔عام طور پر دو گواہ نہیں بلکہ ایک جماعت اگر قاضی کے سامنے گواہی دیتی ہے، اس میں ثقہ اور معتبر لوگوں کے بیانات قلمبند ہوتے ہیں۔اکثر ان سے جرح بھی کیجاتی ہے۔پھر ان کی شہادتوں کو قاضی القضاۃ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔بادشاہ وقت کی توثیق کے بعد اس کا

اعلان ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان مہینوں کے چاند کا اعلان متصلاً مغرب کے بعد کبھی نہیں ہوا، ہمیشہ کئی گھنٹہ کی تاخیر سے خبر آتی ہے، کہ رویت ثابت ہوگئی یا رویت ثابت نہیں ہوئی۔

لیکن سرکاری جنتری (تقویم ام القریٰ) یقیناً حساب کی روشنی میں تیار کی جاتی ہے، اور علماء فلکیات کی ایک کمیٹی ہے جو ہر سال اس کو تیار کرتی ہے۔ موجودہ عالم فلکیات جس کی سرکردگی میں یہ کام ہوتا ہے، ان کا نام ''الاستاذ عبد الرحیم ادریس کلنتی'' ہے۔ تمام سرکاری دفتری اور تعلیمی اداروں میں اسی جنتری کی بنا پر عمل درآمد ہوتا ہے، واضح رہے کہ وہاں صرف اسلامی قمری تاریخ پر عمل ہوتا ہے، لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ واقعی رویت ہلال سے جو تاریخ متعین ہوتی ہے اس سے یہ جنتری جو حساب کی بنیاد پر تیار ہوتی ہے، دونوں میں اختلاف رہا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آج تقویم کے لحاظ سے یہ تاریخ ہے اور رویت کے اعتبار سے یہ تاریخ ہے۔ یہ بات کسی ظن تخمین یا اندازہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ برسہا برس کے عینی مشاہدہ اور بلا واسطہ معلومات کی بنیاد پر عرض کر رہا ہوں، اس بات کا امکان عقلی تو ہوسکتا ہے کہ رویت کی شہادت دینے والے اور ان کا تزکیہ کرنے والے سب کے سب جھوٹ پر متفق ہو گئے ہوں۔ اس وجہ سے وہاں کی تاریخیں غلط ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ کہ وہاں عید اور رمضان اور ذی الحجہ کی رویت کا اثبات کمپیوٹر کے حساب پر...... قرآن شمس وقمر کے مفروضہ پر کیا جاتا ہے، کمپیوٹر کا جہاں تک تعلق ہے۔ وہ ابھی پوری طرح سعودی عرب میں رائج نہیں ہوا ہے، تین سال سے سعودی ایئر لائن میں اس کا رواج ہوا ہے بعض کمپنیوں میں اور یونیورسیٹیوں میں اس سے کام لیا جا رہا ہے اور اب تو بعض وزارتوں نے بھی شروع کیا ہے، چاند کی رویت کے لئے جو معلومات کمپیوٹر میں FEED تخزین کئے جاسکتے ہیں، ان کا ابھی دور دور تک کوئی سراغ نہیں مل سکتا، ''الریاض'' میں کیا خبر شائع ہوتی ہے وہ میں نے نہیں دیکھی، گمان ہے کہ یہ ایک انفرادی رائے ہوگی کہ ایسا کیا جائے، لیکن اس کا یہ مطلب نکالنا کہ ایسا ہوگیا اور ہو رہا ہے، اور گیارہ سال کے کچھ رکارڈ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب فرضی بات ہے صورتحال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، الفرقان کے شمارہ ماہ جنوری ۸۳ء میں جو

مضمون ’’ضیاء الدین لاہوری صاحب‘‘ کا شائع ہوا ہے، اس سے ثاب ہوتا ہے کہ ۱۳۹۵ھ اور ۱۳۹۸ھ کے ذی الحجہ کے چاند قران شمس وقمر سے پہلے دیکھ لئے گئے اگر ایسا ہے تو اسی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ قران شمس وقمر کی بنیاد کا مفروضہ غلط ہے، اس سلسلہ میں ایک بات اور وضاحت طلب ہے کہ مکہ مکرمہ میں چاند کہاں اور کیسے دیکھا جاسکتا ہے، جبکہ وہ پہاڑیوں سے گھری ہوئی ایک وادی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں مکہ مکرمہ کی ایک اونچی پہاڑی کی چوٹی پر سے لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے ترکوں نے وہاں ایک مسجد بنادی تھی، جس کا نام مسجد ’’الہلال‘‘ پڑ گیا تھا، ناواقف حجاج اس کو مسجد بلال کہتے ہیں اس پہاڑی کے علاوہ بحر مکہ (جو یمن کے رخ پر تیس کیلو میٹر دور ہے) اس کے ساحل سے بھی چاند دیکھے جاتے ہیں۔ شمالی مکہ میں تبوک وعمان تک ایک ہی افق ہے، وہاں سے بھی چاند دیکھنے کی اطلاع آیا کرتی تھی، اب پورے سعودی عرب میں ہر شہر میں چاند دیکھنے کی جگہیں مقرر ہیں اور لوگ کوشش بھی کرتے ہیں۔ خاص طور پر رمضان اور عید کے چاند دیکھنے کی کوشش کرنے والوں کو میں نے خود دیکھا ہے، تاکہ وہ دوسروں کو دیکھا کر اپنی سبقت کو قاضی سے بتاسکیں، میں نے لاہوری صاحب کے وہ مقالات نہیں پڑھے جس میں انہوں نے یورپ کے ماہرین فلکیات کی آراء بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ میلاد ہلال BIRTH OF MOON کا وقت یقینی ہوسکتا ہے، مگر کسی ذریعہ سے اس کے بُروز APPEARENCE کا وقت جب کہ وہ چشمِ مجرد Naked eye سے نظر آسکے متعین نہیں کیا جاسکتا ہے چونکہ میرا موضوع نہیں ہے۔ اس لئے اس پر رائے زنی نہیں کرسکتا البتہ برطانیہ سے جو ہر سال عالمی تقویم المنارک کے نام سے شائع ہوتی ہے اس میں تو ہر افق پر چاند کی پیدائش اور اس کے ظاہر ہونے کا وقت دیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ موجودہ تحقیقات جن کا ذکر ’’لاہوری صاحب‘‘ نے فرمایا ہے، وہ اس جنتری سے معلومات سے کس حد تک متفق ہیں، بہر حال یہ مفروضہ اپنی جگہ پر قطعاً صحیح نہیں ہے کہ سعودی عرب میں اب یا کبھی کبھی رویت کا اعلان حساب واعداد کی روشنی میں مشینی (کمپیوٹر) یا غیر مشینی ذریعہ سے کیا گیا ہے، ہاں کسی اور

سبب سے غلطی ہو رہی ہو، اس کا امکان عقلی ہو سکتا ہے۔ **ولا ازکی علی اللہ أبدا**

ڈاکٹر مولانا محمد عبد اللہ عباس ندوی نے اپنے ایک تازہ مکتوب ایک مؤرخہ یکم رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۱ جون ۸۳ء یوم دوشنبہ میں جس کا اوپر نوٹ میں ذکر کیا گیا ہے تحریر فرمایا ہے۔ آج گیارہ جون کو یہاں (مکہ مکرمہ میں) پہلی رمضان ہے تقویم (سرکاری جنتری) میں آج ۳۰ شعبان ہے، لیکن کل چاند نظر آ گیا اور گواہیوں کے طویل مرحلوں کے گذرنے کے بعد رات کے ایک بجے توپیں دغنا شروع ہوئیں اور ٹیلی ویژن پر اعلان ہوا آج صبح کے اخبارات میں جو سرکاری بیان شائع ہوا ہے اس کا تراشہ خدمت عالی میں بھیج رہا ہوں میری غرض صرف یہ ہے کہ لاکھوں انسانوں کے روزے اور حج کو مشتبہ قرار دینے والی بات کی تردید ہو جائے اور بندگانِ خدا کو اس بارے میں اطمینان ہو، یہ دونوں تراشے جدہ سے شائع ہونے والے روزنامہ المدینہ کی پہلی اور دوسری رمضان کی اشاعتوں کے ہیں، ان کے ترجمہ ذیل میں درج ہیں:

(۱) ''جدہ'' کل شام رمضان کا چاند نظر آجانے کی وجہ سے آج یہاں ماہ مبارک شروع ہو گیا۔ اس بارے میں جاری ہونے والے فرمان شاہی کا متن درج ذیل ہے۔

(عدالت عالیہ مجلس قضاء اعلیٰ) کے نزدیک معتبر عینی شاہدوں کی شہادت کی بنا پر شرعی طور پر رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ کے آغاز کا آج ہفتہ کی رات (گیارہ جون ۸۳ء) سے ثبوت ہو گیا ہے، لہٰذا کل ہفتہ کا دن رمضان المبارک کا پہلا دن ہو گا (روزنامہ المدینہ جدہ یکم رمضان ۱۴۰۳ھ ۱۱؍جون ۸۳ء) اسی اخبار المدینہ کے اگلے دن کی اشاعت میں ایک نوٹ لکھا جس کا ترجمہ ہے۔

رمضان کے آغاز کے اعلان میں تاخیر اور اس کے دلچسپ نتائج

اس سال ہلال رمضان کی رویت کے اعلان میں تاخیر کے دلچسپ نتائج سامنے آئے یاد رہے کہ یہ تاخیر کئی وجہ سے ناگزیر ہوئی ہے۔ سب سے بڑی وجہ وہ کارروائیاں ہیں، جو ثبوت

رویت کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔مثلاً شرعی عدالت کے سامنے رویت کی شہادت کا آنا پھر اس شہادت کے سلسلہ میں شرعاً قابل اعتبار ہونے کا اطمینان، ان دونوں مرحلوں کے بعد تیسرا مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ عدالت جس کے سامنے شہادت پہونچتی ہے، وہ رویت ہلال کے اعلیٰ ذمہ داروں کو اطلاع پہنچاتی ہے، ظاہر ہے کہ ان سب کاروائیوں میں وقت لگ ہی جاتا ہے۔اور جب کبھی رویت کے اعلان میں دیر ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی دلچسپ واقعہ ضرور پیش آتا ہے، مدینہ منورہ کے بڑی عمر کے باشندوں کو یاد ہوگا ایک مرتبہ رمضان کے آغاز کی خبر توپ کے گولے کے ذریعہ اس وقت ملی تھی جبکہ آدھا دن گذر چکا تھا۔اور لوگ دوپہر کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔اسی طرح ایک لطیفہ ہمارے اخبار کے ایک کارکن کے ساتھ اب پیش آیا۔ وہ کل رات دس بجے تک رویت کے اطلاع کی انتظار کے بعد سو گئے اور صبح معمول کے مطابق نماز فجر کے بعد ناشتہ کر کے باہر نکلے تو بازار بند دیکھا۔اس سے ان کو کچھ شبہ ہوا۔اتنے میں ایک دوست نے ان کو رمضان المبارک کے آغاز کی مبارکباد دی۔تب ان کا شبہ یقین سے بدلا۔

روزنامچہ المدینہ جدہ دو رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ ۱۲ر جون ۸۳ء۔

اسی موضوع سے متعلق کچھ مزید

راقم سطور نے اسی رمضان المبارک میں حضرت مولانا زکریا نوراللہ مرقدہٗ کی آپ بیتی کی تلخیص کا کام کیا جیسا کہ معلوم ہے حضرت کے قیام زندگی کے آخری دس سالوں میں ''حجاز مقدس'' زیادہ تر ''مدینہ منورہ'' میں رہا۔آپ بیتی میں کئی جگہ رمضان عید یا حج کے چاند کے بارے میں حضرت شیخ کے بیانات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی تاریخ کا فیصلہ اور اعلان کسی حساب کی بنیاد پر نہیں جبکہ رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ رمضان المبارک ۸۹ھ کے نصف اول میں حضرت شیخ کا قیام ''مکہ مکرمہ'' رہا، اور نصف آخر میں ''مدینہ منورہ''، آخری عشرہ کا اعتکاف بھی ''مسجد نبوی'' میں فرمایا۔

آپ بیتی میں حضرت نے لکھوایا ہے، بیس رمضان کی شام سے اعتکاف کیا ۲۹ر کا چاند

ہوا، عشاء کی نماز کے بعد ”قاری صاحب“ نے بھرائی ہوئی آواز میں اعلان کیا، کہ شہادت شرعیہ سے رویت ثابت ہوگئی اور رمضان ختم ہوگیا۔ آپ بیتی ۴ ۲۹۴ اور آپ بیتی ۵ میں ۱۳۹۳ھ کے ”مدینہ منورہ“ کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ نے فرمایا ہے، شروع رمضان میں چونکہ رویت کا ثبوت دیر میں ہوا تھا اس لئے پہلی شب میں قرآن شریف شروع نہیں ہوا تھا، آپ بیتی ۵ ص ۱۳۱، اسی آپ بیتی ۷ میں ۱۳۹۷ھ کے حج کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ۴ / ذی الحجہ کو ٹیلی ویژن وغیرہ پر اعلان ہوا کہ تاریخ بدل گئی اور اب حج بجائے ۲۰ / نومبر کے ۱۹ نومبر کو ہوگا۔ آپ بیتی ۷ ص ۲۳۵۔ ظاہر ہے کہ تاریخ کی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حج بجائے بعد میں ایک دن پہلے رویت کی شہادت فراہم ہوگئی، اب کمپیوٹر یا کسی بھی حساب سے رویت کا فیصلہ کیا جاتا تو تاریخ کی تبدیلی اور اسی طرح دیر سے ثبوت فراہم ہونے کا کوئی امکان ہی نہ ہوتا۔ حضرت شیخ کی آپ بیتی میں ان کے علاوہ بھی اسی طرح کی متعدد مثالیں ہیں، بہر حال ان چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد اس میں شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ سعودی عرب میں قمری تاریخ کا فیصلہ واقعی رویت ہلال کی شہادت ہی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، جو صحیح شرعی طریقہ ہے۔ ”**واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**“ بعد کا اضافہ، مندرجہ بالا سطروں پر یہ مضمون ختم ہوگیا تھا یہ کتابت بھی ہو چکی تھی کہ مولانا عبداللہ عباس ندوی کے بھیجے ہوئے اخبار المدینہ مؤرخہ ۳۰ رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آنے کی بنا پر تیسویں روزہ کا اعلان ہے اس خبر کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

طائف مجلسِ اعلیٰ کے سربراہ ”شیخ صالح الحیدان“ نے اخبار ”المدینۃ“ کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اتوار کا دن رمضان کا آخری (تیسواں) دن ہوگا۔ اور عید الفطر کل دوشنبہ کو ہوگی، انہوں نے کہا کہ مجلس کے سامنے شوال کے چاند کی رویت کی کوئی شہادت نہیں آئی، اس لئے اتوار کے دن تیسواں روزہ رکھا جائے گا۔ کیونکہ رویت نہ ہونے کی صورت میں تیس دن پورے ہونے کے بعد ہی مہینہ کو ختم قرار دیا جاسکتا ہے، دوسرا تراشہ اخبار ”المدینۃ“ (تیس رمضان) کے اداریہ کا ہے، جس کا عنوان ہے ”رویت ہی ثبوت ہلال کی بنیاد ہے“۔

اخبار ''المدینۃ'' کے فاضل ایڈیٹر نے اپنے اس اداراتی کالم میں سعودی عرب بلکہ پورے عالم اسلام کی معروف مستند شخصیت ''شیخ عبد اللہ ابن باز'' کے ایک بیان کا ذکر کیا ہے، جس میں بقول فاضل ایڈیٹر شیخ نے واضح اور دوٹوک انداز سے یہ بات کہی ہے کہ فطری طور پر چاند نظر آنے پر ہی، مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے اگر چہ رسدگاہوں اور دوسرے آلات سے مدد لینے کی ممانعت نہیں ہے، لیکن ان چیزوں پر اعتماد اور ان کو رویت کا معیار قرار دینا اس طور پر کہ رویت ان مشینی آلات کی شہادت کے بغیر تسلیم ہی نہ کی جائے قطعاً ممنوع ہے۔ (شیخ نے اپنے بیان میں ان حسابات کی روشنی میں چاند کی پیدائش ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے والوں کے درمیان اکثر واقع ہونے والے اختلاف رائے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان مصنوعی وسائل پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا) آگے چل کر فاضل ایڈیٹر نے ''شیخ عبد اللہ ابن باز'' کے مذکورہ بالا بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھا ہے کہ شیخ کے اس بیان سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی ہے کہ مملکت سعودیہ میں گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی رویت کا ثبوت شرعی طور پر ہی ہوا، بہر حال مندرجہ بالا واقعاتی شہادتوں اور شیخ ابن باز کے اسی واضح بیان کے بعد صرف حساب پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہنا کہ سعودی عرب میں رویت ہلال کا مسئلہ تمام تر غیر شرعی اصولوں پر طے ہوتا ہے، اس احتیاط کے خلاف ہے جو ہمارے دین کے اہم تعلیمات میں سے ہے۔ خصوصاً ایک ایسے مسئلے میں جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اپنے حج کے بارے میں شک وشبہ پیدا ہو جائے۔

مخدوم ومکرم ومحترم المقام جناب حضرت مولانا اسمٰعیل آدم کنتھاروی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مشتمل برائے استفتا نظر نواز ہوا، غور وخوض کے بعد درج ذیل چند سطور سپرد قرطاس ہیں۔

روزہ وافطار کے سلسلہ میں دو حدیثیں بنیادی ہیں: (۱) ''**صوموا لرویتہٖ وافطروا لرؤیتہ**''۔ (۲) ''**الشھر ھکذا او ھکذا او ھکذا الحدیث**''۔ لیکن رویت ہر

ایک جگہ اور ہر ایک کے لئے ممکن نہیں، اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں روزہ وافطار کی تین صورتیں بیان کی ہیں: (۱) شہادت علی الرؤیۃ۔ (۲) شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ۔ (۳) شہادت علی قضاء القاضی۔ پہلی صورت کا تحقق آنجناب کی تحریر کردہ تفصیلات کے مطابق غیر ممکن ہے، لہٰذا دوسری یا تیسری صورت میں سے کسی بھی ایک صورت کے ذریعہ حدود شرعیہ کے اندر مراکش یا سعودیہ عربیہ کی رویت معتبر ہے، لیکن سعودیہ کی رویت کا اعتبار قاطع نزاع اور جامع المسلمین ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایسر ہی کا اعتبار کیا جائے۔

آنجناب کے ارسال کردہ پمفلیٹ اور مخدوم ومکرم حضرت مولانا ''نعمانی'' صاحب دامت برکاتہم کی تحریر اور مولانا ''عبداللہ عباس ندوی'' صاحب استاذ ''جامعہ ام القریٰ'' کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق حکومت سعودی عرب شرعی ضابطہ کی پابندی کرتی ہے، لہٰذا اگر شرعی ضابطہ کے تحت وہاں کی رویت موصول ہوسکتی ہے تو بالکل اعتبار کیا جائے باقی بے سند افواہوں کی بھی کمی نہیں، لیکن ان کی طرف سے صرف نظر ضروری ہے۔

هذا هو ما عندي ولعل عند غيري أحسن منه

الجواب صحیح	فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
بندہ محمد حنیف	حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

نماز عید کا مسئلہ

سوال (۲۹۳): امسال یعنی ۱۹۸۶ء میں ختم رمضان المبارک اور عید الفطر کے بارے میں بہت ہنگامی اختلاف ہوگیا۔ بہت مقامات پر عید الفطر ۹ جون بروز دوشنبہ کو منائی گئی اور بہت سے مقامات پر ۱۰ جون بروز منگل کو عید کی نماز پڑھی گئی دریافت یہ کرنا ہے کہ حقیقت میں عید الفطر کس تاریخ کو تھی نیز جن لوگوں نے ۹ جون بروز دوشنبہ کو عید الفطر منایا ان لوگوں کے اوپر ایک روزہ کی قضا واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ترمذی شریف کی روایت ہے الفطر یوم تفطرون یعنی جس دن جہاں عید کی نماز پڑھی گئی وہی دن وہاں کے لئے عید کا دن ہے (۱) اس سال بعض علاقوں میں ۲۹ کی رویت شرعی طور پر ثابت ہوگئی وہاں دوشنبہ کو عید کی نماز پڑھی گئی اور جہاں ۲۹ کی رویت شرعی طور پر ثابت نہیں ہوسکی وہاں سہ شنبہ کو نماز پڑھی گئی اتنی بات ضرور ہے کہ ۲۹ کو رویت ہوئی تھی۔ بعض جگہوں پر لوگوں نے چاند دیکھا اور بعض جگہوں پر نہیں دیکھ سکے اور وہاں شرعی طور پر رویت کی خبر نہیں پہنچ سکی اس لئے ان لوگوں نے سہ شنبہ کو نماز پڑھی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: الصوم، يوم تصومون والنظر يوم تفطرون. والأضحی يوم تفحون. (سنن الترمذی ص:۱۵۰ ج:۱ مکتبه بلال).

(۲) الشهر لا يزيد علی الثلاثين..... لئلا بلزم أن يكون الشهر غانية وعشرين. (شامی ص:۳۹۲ ج:۲. کراچی).

وإذا كانت السماء صحواً فلا بد من رؤية جمع عظيمٍ لاثبات رمضان والنظر أو العيد. وأما إذا لم يكن السماء صحواً..... هلال شوال فيثبت برؤية الجماعة الكثرة. التی يؤمن نوافقها علی الكذب. (الفقه الإسلامی وأدلتل. (ص۱۶۳. ج:۳).

بدائع الصنائع ص: ۲۲/ ج: ۲۔ زکریا۔

عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد بھولنے کا حکم

سوال (۲۹۴): عید کی نماز میں امام تکبیرات زوائد کہنا بھول گیا تو کیا مقتدی تکبیرات زوائد کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تکبیرات زوائد نہ کہیں (خمسة أشياء اذا ترك الامام ترك المقتدى ايضًا وتابع) تكبيرات العيد والقعدة الاولى وسجدة التلاوة والسهو والقنوت اذا خاف فوت الركوع هكذا فى الوجيز للكردرى. (الفتاویٰ الهندیہ: (۱) ۱/ ۹۰، کذا فی رد المحتار (۲): ۱/ ۳۱۶)

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ص: ۹۰/ ج: ۱۔ رشیدیہ۔

(۲) كقوله الفتوت وتكبيعرات العيد أو القعدة الأولى أو سجود السهو أو التلاوة دفيتركه المؤثم أيضاً۔ (رد المحتار على در المختار ص۳۱۶ ج:۱۔ باب واجبات الصلاة)۔ نعمانيه ديوبند۔

(۳) من الواجب متابعة المقتدى إمامه فى الأركان الفغلية.... والحاصل أن متابعة الإمام فى الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة فإن عارضهاء واجب آخر لا ينبغى أن بنوت ذلك الواجب۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۲۵۵ دار الكتاب)۔

نماز عیدین کی قضا نہیں

سوال (۲۹۵): اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی یا نماز جمعہ کی جماعت چھوٹ گئی تو اس کی قضا واجب ہوتی ہے یا نہیں اگر قضا واجب ہے تو کس طرح سے ادا کی جائے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز اگر چھوٹ گئی تو اس کی قضاء نہیں (۱) ہے البتہ اگر جمعہ کی نماز چھوٹ گئی تو اس کی قضا ظہر کی نماز (۲) ہے جب بھی پڑھنے ظہر کی نیت سے ادا کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قال عبدالله بن مسعودٍ رضي الله عنه، من فاتته العيد فليصل أربعاً: وقال أبو حنيفة: إن شاء صلى وإن شاء لم يصلي فإن شاء صلى أربعاً وإن شاء ركعتين. (اعلاء السنن ص۱۱۹ ج۔ ادارة القرآن كراچی)۔

(۲) فإن عجز صلى أربعاً كالظهر" أي استحباباً كما في القهستاني، وليس هذا قضاء لأنه ليس على كفيتهما. (رد المحتار على هامش الدر المختار ص:۱۷۶ ج:۲۔ سعيد)۔

لأن الصلاة بهذه الصفة لم نعرف قربةً إلا شرائط: لاتختم مالمنفرد. فمراد نفي صلاتها وحده. (البحر الرائق ص:۱۶۲ سعيد)۔

إن الإمام لو صلاها مع جماعة وفاتت عنه الصلاة بالجماعة لا يقضيها من فاتته. (مجمع الأنهر ص۲۵۸ ج:۱، فقيه الامت)

ریڈیو پر رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کا حکم

سوال (۲۹۶): پاکستان سے اگر چاند کے دیکھنے کی اطلاع بذریعہ ریڈیو نشر کی جائے تو اہلِ ہند اس کو مان سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر ۲۹ رشعبان کو مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے اور متعدد ریڈیو سے چاند کی خبر آئے

جن سے ظن غالب ہوجائے تو ثبوت رمضان کے لئے اتنا کافی ہے لیکن ثبوت عید کے لئے شہادت ضروری ہے پس اگر (۲۹ رمضان کو مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے اور مسلم حاکم یا رویت ہلال کمیٹی جوکہ ذی علم اور دیانتدار افراد و ارکان پر مشتمل ہو باقاعدہ شرعی شہادت حاصل کرکے اعلان کرے یا ریڈیو پر اس طرح اعلان کرائے کہ فلاں مقام پر رویت ہلال کمیٹی کے پاس شرعی شہادت پہنچ گئی ہے اور رویت کا ثبوت ہوگیا ہے اب وہ رویت ہلال کمیٹی اعلان کرتی ہے کہ فلاں روز نماز عید ادا کی جائے تو یہ اعلان اتنی دور تک معتبر ہوگا کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ کا نہ رہ جائے یا ۳۱ کا نہ ہوجائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۱۲۲) (۱)

نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم علی الصحیح من المذهب (قال ابن عابدین) قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتی من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم یخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤیة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه۔ (شامی: ۲/ ۹۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

شامی ص: ۳۹۰/ ج: ۲۔ کراچی۔

(۱) فتاویٰ محمودیہ ص ۷۷/ ج: ۱۰۔ ڈابھیل۔

والمراد بالا ساتفاضة تواتر الخبر الواردین من بلدة القرب إلی البلدة التی لم یثبت بها۔ (منحة الخالق علی البحر الرائق ص ۳۷۰ ج: ۲۔ سعید)۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۳۶۵/ ج: ۳۔ زکریا۔

البحر الرائق ص: ۳۷۰ ج: ۲۔ سعید۔

فون پر رویت ہلال کی خبر کا حکم

سوال (۲۹۷): کیا ٹیلیفون کی خبر رویت ہلال کے سلسلے میں معتبر ہے؟ اور اس بنیاد پر عید کا اعلان کیا جاسکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ٹیلیفون کی خبر رویت ہلال عید کے سلسلے میں معتبر نہیں ہے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں ''ٹیلیفون کی خبر پر رویت کے ثبوت کا حکم دینا ناجائز ہے کیونکہ ٹیلیفون پر بات کرنا شہادت شرعیہ میں داخل نہیں اگرچہ آواز پہنچانی جائے تاہم اشتباہ سے خالی نہیں اور مشتبہ چیز پر رویت کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ (کفایت المفتی: ۴/ ۴۰۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) کفایۃ المفتی ص ۲۱۵/ ج: ۴۔ زکریا۔

ولا يشهد على صحب بسماعة منه إلا إذا تبيين لقائل بأن لم يكن في البيت غيره أو يرى نشخصها أي للقائلة مع شهادة اثنين (مع فشهادة) مأنها فلانة بنت فلال بن فلان. (الدر المختار كتاب الشهادات ص:۴۶۸ ج:۵۔ سعيد).

يثبت بطريق موجبٍ كأن يتحمل اثنان الشهادة على حكم القاضي. (شامی ص: ۳۹۴/ ج: ۲) کراچی۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۶۵۶/ دار الکتاب۔

چند صوبوں میں ایک ہی دن نماز عید ادا کرنے کی صورت

سوال (۲۹۸): کیا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ شرقا وغربا، جنوبا وشمالا یا ایک صوبہ یا چند صوبوں میں ایک ہی دن نماز عید ادا کی جاسکے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

چند صوبوں کے لوگ ایک ہی دن نماز عید ادا کر سکتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ہر شہر میں رویت ہلال کمیٹی بنادی جائے جس کے افراد وارکان ذی علم اور پابند شرع ہوں اور رویت کی شرعی شہادت لے کر یہ اعلان کرے کہ فلاں روز نماز عید ادا کیجائے گی یہ اعلان اتنی دور تک معتبر ہوگا کہ اس کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ کا نہ رہ جائے یا ۳۱ کا نہ ہو جائے یہ اس وقت ہے جب کہ مطلع صاف نہ ہو۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) ولو استفاضه الخبر في البلدة الأخرى لزمهم على الصحيح من المذهب.

(شامي ص:۳۹۴ ج:۲) كراچي.

إذا كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف المطابع لزم حكم أهل إحدى البلدتين البلدة الأخرى. (تاتارخانيه ص:۳۶۵ ج:۳. زكريا)

الشهر لا يزيد على الثلاثين.... لئلا يلزم أن يكون الشهر ثمانية وعشرين.

(شامي ص:۳۹۲۲ ج:۲. كراچي).

وأما إذا لم يكن السماء صحواً بسبب غيمٍ أو غبارٍ ونحوه فيكتفي الإمام في رؤية الهلال بشهادة مسلمٍ واحدٍ يدلٍ عاقلٍ بالغٍ وأما هلال شوال فيثبت برؤية الجماعة الكثرة. (الفقه الإسلامي وأدلته ص۱۶۵۳ ج:۳)

رویت ہلال کی شرعی شہادت رد کردی گئی

سوال (۲۹۹): ایک آدمی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اس نے آکر شہادت دی اس کی شہادت رد کردی گئی کیا وہ اپنے مشاہدہ پر عمل کرسکتا ہے یا وہ بھی اجتماعی فیصلہ کا مکلف ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

رمضان کے سلسلہ میں اپنے مشاہدہ پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھے اور عید کے چاند کے سلسلہ میں وہ اجتماعی فیصلہ کا مکلّف ہے: ”**ومن رائ هلال رمضان وحده صام وإن لم يقبل الامام شهادته ومن راى هلال الفطر وحده لم يفطر احتياطًا**“۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

ومن رأى هلال رمضان أو الفطر ورد قوله صام، وإن أفطر قضى فقط: وفى المجمع: وأما فى هلال رمضان فلأنه يوم عيدٍ عنده لو أكمل ثلاثين يوماً لا يفطر إلا مع الإمام للاحتياط. (مجمع الأنهر ص۳۵۱ ج:۱. فقيه الامت)۔

(۱) من رأى هلال رمضان وحده أو هلال الفطر وحده ردقوله لزمه الصيام۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۶۵۱ دار الكتاب)۔

الدر المختار مع رد المحتار ص: ۳۸۴ کراچی۔

البحر الرائق ص: ۲۶۵ ج: ۲ سعید۔

الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۳۶۲ ج: ۳ زکریا۔

عیدین کی نماز میں قراءت میں شرکت کرنے والا تکبیرات زوائد کب کہے؟

سوال (۳۰۰): زید نماز عید میں اس وقت شریک ہوا جبکہ امام تکبیرات زوائد سے فارغ ہوکر قرآت میں مشغول ہوچکا تھا زید صرف تکبیر تحریمہ کہہ کر سماعت قرآت میں مشغول ہوجائے یا تکبیر زوائد کہنے کے بعد سماعت قرآت میں مشغول ہو؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زید تکبیر تحریمہ کے بعد تکبیرات زوائد کہے پھر سماعت قرآت میں مشغول ہو: "**ولو أدرك المؤتم الإمام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال ای وإن کان الامام شرع فی القرأة برای نفسه ای ولو کان امامه شافعیا کبر سبعا فانه یکبر ثلاثا**"۔ (الدر المختار مع رد المحتار(۱): ۱/ ۵۶۰، کذا فی الفتاویٰ الہندیہ(۲): ۱/ ۱۵۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار علی رد المحتار ص: ۵۶۰ ج: ۱، نعمانیہ۔

(۲) ولو أن رجلاً دخل مع الإمام فی صلاة العید فی الرکعة الأولیٰ بعد ما کبر الإمام تکبیرا من عباس رضی الله عنه ست تکبیراتٍ فدخل معه وهو فی القراء ة والرجل یری تکبیر ابن مسعودٍ رضی الله عنهما یکبر برأی نفسه فی هذه الرکعة حال ما یقرء الإمام وفی الرکعة الثانیة یتبع رأی الإمام۔ (الفتاویٰ الهندیة ص: ۱۵۱ ج: ۱۔ رشیدیة)

حلبی کبیری ص: ۵۷۲۔ لاہور سہیل۔

تکبیر تشریق کا حکم

سوال (۳۰۱): بقر عید کے دنوں میں جماعت سے فراغت کے بعد تکبیر آواز بلند سے کہی جاتی ہے تو کیا تنہا پڑھنے والے یا عورتوں کو پڑھنے کا حکم نہیں ہے؟ عید کے دن بھی راستہ میں تکبیر کہتے ہوئے جانے کا حکم ہے تو کیا عید کی نماز پڑھ کر اور سلام پھیر کر تکبیر کہی جائے گی؟ بعض آدمی کو دیکھا ہے کہ سلام پھیر کر بلند آواز کے ساتھ تکبیر پڑھتے ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مرد و عورت دونوں پر تکبیر واجب ہے، خواہ جماعت سے نماز ادا کی ہو یا تنہا البتہ عورتیں پست آواز سے تکبیر کہیں گی (مجمع الانہر (۱): ۱/۱۷۶) نماز عید الاضحیٰ کے بعد تکبیر تشریق کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (سکب الانہر: ۱/۱۷۶) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ويجب (تكبير التشريق) على كل من يصلى الفرضه على أى وجهٍ كان سواء أدى بجماعة أو لا وسواء كان المصلى رجلاً أو امرءةً أو مسافراً أو مقيماً۔ (مجمع الأنهر ص:۲۶۰ ج:۱) فقيه الامت۔

(۲) ولا بأس به عقيب صلاة العيد لأن المسلمين نوارثوه۔ (سكب الأنهر مع المجمع ص:۲۶۰۔ فقيه الامت)۔

(۳) ولا بأس به عقيب العيد لأن المسلمين ثوارثوه۔ (إعلاء السنن ص:۱۲۰ ج:۸۔ ادارة القرآن)۔

(۴) شامی ص:۱۷۸ ج:۲۔ سعید کراچی۔

عیدین کی نماز کے لئے اذان کا حکم

سوال (۳۰۲): عیدین کی نماز کے لئے اذان دینا کیسا ہے؟ بایں الفاظ الصلوۃ عید الاضحیٰ، یا اس کے مثل دوسرے کلمات سے اذان دی جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر ان کلمات کو محض اعلام واخبار کے لئے کیا جائے تو کیسا ہے؟ اور اگر انہیں کلمات شرعیہ سمجھ کر پڑھا جائے تو اس صورت میں کیا مسئلہ ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والوں پر نکیر کرنا واجب ہے؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

عیدین کی نماز کے لئے نہ اذان ہے نہ اقامت (۱) یہ بات فقہی کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے، جب اعلام مفقود ہے، تو تثویب، اعلام بعد الاعلام کی اجازت کہاں سے مل سکتی ہے دورنبوی اور دور صحابہ میں وہ بات نہیں ملتی جو مذکور ہے اس لئے یہ بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا یؤذن لعیدٍ واستسقاءٍ ووتر۔ (مراقی علی نور الایضاح مع الطحطاوی ص:۱۹۴ دار الکتاب)۔

ولا أذان ولا إقامة فی صلاة العیدین۔ (بدائع الصنائع ص:۳۷۶ ج:۱) زکریا۔

سن للفرائض: أی لا یسن لصلاة الجنازة والتطوع وصلاة العیدین والوتر وغیرھا۔ (مجمع الأنہر ص۱۱۳ ج:۱، فقیہ الامت)۔

ولیس لغیر الصلوات الخمس والجمعة نحو السنن۔۔۔ والعیدین أذان ولا إقامة۔ (الفتاویٰ الھندیة ص:۱۱۰ ج:۱، زکریا)۔

عیدین کی نماز کے بعد دعاء ومصافحہ کا حکم

سوال (۳۰۳): عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنا اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ مع حوالہ مفصل بیان فرمائیں زید نے ایک مسجد میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ عیدین کی نماز کے بعد دعا ومصافحہ کرنا مسنون نہیں ہے اس پر لوگوں کو کافی اشکال ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنے میں کوئی حرج (۱) نہیں، البتہ مصافحہ نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ وتابعین سے یہ ثابت نہیں لیکن اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسی صورت نہ پیدا ہو جس سے اختلاف وانتشار ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

(۱) عن أم عطية رضى الله عنها قالت: كنا نؤمر أن نخرج يوم العيد حتى نخرج البكر من خدرها حتى تخرج الحيض فيكن خلف الصف فيكبرن بتكبيرهم ويدعون بدعائهم ويرجون بركة ذلك اليوم وطهرته. (صحيح البخارى ص: ۱۳۲ ج: ۱) باب التكبير أيام حتى).

(۲) إن المواظبة عليها بعد الصلوات قد يؤدى الجهلة إلى اعتقاد سنيتها فى خصوص هذه المواضع وأن لها اخصوصية زائدة على غيرها مع أن ظاهر كلا مهم. أنه لم ينقلها أحد من السلف فى هذه المواضع لأن الصحابة ما صافحوا بعد أداء الصلاة، ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية: أنها بدعة مكروهة لا أصل لها فى الشرع. (شامى ص: ۳۸۱ ج: ۶، كراچى كتاب الخطر والإباحة باب الاستبراء).

عیدگاہ کے کچھ حصہ پر چھت ڈال کر پنج وقتہ نماز ادا کرنے کا حکم

سوال (۳۰۴): ہمارے استفتاء مندرجہ ذیل پر دو مختلف رائیں مفتیان کرام کی ہیں جس کی بنا پر سخت کشمکش وتر دد ہے تصفیہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ہمارے یہاں مسجد نہیں ہے عیدگاہ متعین ہے اس کی چہار دیواری بھی ہے مسلم غرباء کی آبادی ہے اس وجہ سے چاہتے ہیں کہ عیدگاہ کا اگلا حصہ چھت ڈال کر مسجد بنالیا جاوے اور پور بی حصہ لمبا صحن چھوڑ دیا جاوے جو عیدگاہ ہے اور نماز پنجگانہ کے ساتھ عیدین بھی اس مسجد وعیدگاہ میں ادا کی جاتی رہے اس صورت میں مسجد کی زمین کی خریداری اور دیوار وغیرہ کی تعمیر سے کافی بچت اور غریبوں کے لئے سہولت ہوجاوے گی اب ایا ہمارا پروگرام مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر شریعت کی روشنی میں درست ہے یا نہیں؟ اس سوال پر دو فتوے جو ہمیں موصول ہوئے درج ہیں: (۱) ''نص الواقف کنص الشارع'' لہٰذا عیدگاہ موقوفہ کو مسجد میں تبدیل کرنا کلی یا جزئی جائز و درست نہیں کیونکہ دونوں کے منشاء میں اختلاف ہے وہ یہ کہ سید الکونینؐ نے عیدین کی نماز ایک دفعہ چھوڑ کر ہمیشہ عیدگاہ میں ہی ادا فرمائی ہے جبکہ مسجد نبوی کا ثواب پچاس ہزار سے زائد ہے جبکہ عام مسجد کا ثواب صرف ایک ہے۔

عیدگاہ کو مسجد میں تبدیل کرنا درست و جائز ہے کیونکہ منشا واقف کے خلاف نہیں۔

دونوں فتوؤں پر باقاعدہ مہر اور دستخط ثبت نہیں لہٰذا ہمارے مسئلہ کی صورت حال اور ان جواب پر غور فرمایا جائے اور صحیح صورت حال شرعی سے مستفید فرمایا جاوے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دوسرا فتویٰ صحیح ہے واقف کا منشا تحصیل ثواب ہے اور پنج وقتہ نماز ادا کرنے کی صورت میں واقف کے ثواب میں زیادتی ہی ہوگی کمی نہیں لہٰذا عیدگاہ کے اگلے حصہ پر چھت ڈال کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔

کیونکہ عیدگاہ بعض احکام میں بحکم مسجد ہے نیز چھت ڈال کر اس میں پنجگانہ نماز پڑھنے
سے عید کی نماز اس میں ناجائز نہ ہوگی کہ شرط واقف کے خلاف ہو۔(۱)

واللہ اعلم بالصواب
عبدالحلیم غفرہ لہٗ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو أن مقبرةً من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك باساً.... ولأن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين. (عمدة القارى ص:۴۳۵ ج:۳۔ زکریا۔

ولو ضاق المسجد وجنبه طريق العامه يوسع منه.... لأنهما للمسلمين نص عليه محمد كذا فى الاختيار۔ (سكب الأنهر ص:۵۹۶ ج:۱) فقيه الامت۔

✪✪✪✪

باب الوتر

وتر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے سے قبل رکوع میں چلے جانے کا حکم

سوال (۳۰۵): زید نے وتر کی نماز پڑھائی، تیسری رکعت میں سہواً رکوع میں چلا گیا، رکوع میں جاتے ہی فوراً یاد آگیا اور کھڑا ہوگیا اور بغیر تکبیر کہے ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیا اس کے بعد دعائے قنوع پڑھا پھر رکوع کیا، اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی لیکن رکوع توڑ کر قیام کی طرف عود نہیں کرنا چاہئے تھا ولو نسیه ای القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوٰته لکون رکوعه بعد قرأة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزوال محله (درمختار مع الشامی ج ا ص ۶۲۷) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (شامی ص: ۵۳۸۔۵۴۰/ج: ۲) اشرفیہ۔

وإذا نسی القنوت فی ثالثة الوتر وتذکّرة فی الرکوع أو فی الرفع منه أی من الرکوع لا یقنت علی الصحیح لا فی الرکوع الذی تذکرہ فیه ولا بعد الرفع منه

ویسجد للسهو ولو قنت بعد رفع رأسه من الركوع لا يعيد الركوع ويسجد للسهو لزوال القنوت عن محله الأصلي۔ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص۳۸۵) دار الکتاب۔

ولو تذکّرہ فیه أو بعد الرفع لا یقنت فی الأصحّ وسجد للسهو وإن قنت۔ (سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر: ص ۱۹۳ ج:۱) مکتبہ فقیہ الامّت

وکذا فی التاتارخانیہ ص ۳۴۲ ج: ۲ زکریا۔

وکذا فی النہر الفائق ص: ۲۹۳ ج: ۱ زکریا بک ڈپو۔

دعاء قنوت بغیر پڑھے رکوع میں جانے کا حکم

سوال (۳۰۶): ایک شخص وتر کی نماز پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں سورۃ کے بعد دعائے قنوت پڑھنے کے بجائے اس نے رکوع کر دیا اب اس کو کیا کرنا چاہئے اٹھ کر دعاء قنوت پڑھے یا بغیر دعاء قنوت پڑھے نماز پوری کرے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دعائے قنوت پڑھے بغیر نماز پوری کرے اور سجدہ سہو کرے:

ولو نسیه أی القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الأصح لان فیه رفض الفرض للواجب فأن عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلاته لکون رکوعه بعد قرأة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزواله عن محله (الدر المختار (۱) ۴۵۰، ہکذا فی الفتاویٰ (۲) الخانیة ۱/۱۲۱، والفتاوی التاتارخانیة: ۱/۱۷۲) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص:۴۵۰/ج:۱،نعمانیہ۔

(۲) ولو ترك القنوت فذكر في القعدة أو بعد ما قام من الركوع لا يقنت وعليه السهو۔ (الفتاویٰ الخانية ص:۲۲۱ ج:۱،رشيدية،على هامش الهندية)

(۳) اذا نسی القنوت حتی رکع وتذکر ی الرکوع فمن أصحابنا فیه روایتان۔ والصحیح أنه لا یقنت فی الرکوع ولا یعود إلی القیام۔ (الفتاویٰ التاتارخانیه ص:۳۴۲۷۔ زکریا)۔

الفتاویٰ الهندیہ ص:۷۰ا/ج:۱،زکریا۔

✪✪✪✪

باب المسافر

مسافر کا مسئلہ

سوال (۳۰۷): ایک مدرس اپنے وطن سے پچیس میل دوری کی مسافت پر بسلسلہ ملازمت مقیم ہے چند مہینوں کے بعد اڑتالیس میل کی مسافت پر جارہا ہے اور تین روز کے بعد واپسی ہوئی مدرس نے آتے ہی گھر جانے کی نیت کی لیکن ہفتہ کے بعد گھر جانے کا اتفاق ہوا آیا یہ مدرس موضع ملازمت پر مقیم رہا یا مسافر؟ مفصل تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

موضع ملازمت پر مسافر رہا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ويبطل وطن الاقامة بمثله وبالوطن الأصلي وبإنشاء السفر۔ (شامی: ص:۷۳۹/ ۲) مکتبہ اشرفیہ۔

ويبطل.... وطن الإقامة بمثله والسفر والاصلي أي السفر يبطل وطن الإمامة به لأنّه ضدّ الاقامة فلا يبقى معه حتى لو نوى الاقامة في بلد، ثمّ سافر ثمّ أتى ذلك البلد دقصر مالم ينوها (الاقامة)۔ (مجمع الانہر: ج:۱/ص:۲۴۳) زکریا۔

ويبطل وطن الإقامة بمثله ويبطل أيضاً بانشاء السفر بعده قوله: بإنشاء السفر بعده حتى لو عاد إلى حاجة فيه قصر۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۴۲۹) دار الکتاب۔

وکذا فی البحر الرائق ص:۱۳۶/ج:۲۔ ایچ ایم سعید۔

مسافر قصر کے بجائے اتمام کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۳۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ قصر نماز اگر مسافر قصداً پوری پڑھے تو کیا پوری نماز پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے ایسی حالت میں مصلی کی نماز ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو مصلی کو ثواب ہوگا یا وہ گنہگار ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسافر کے لئے واجب ہے کہ چار رکعت والی نماز میں قصر کر کے دو رکعت ادا کرے صلى الفرض الرباعی رکعتین وجوبًا لقول ابن عباس ان الله فرض علی لسان نبیکم صلوٰۃ المقیم اربعًا والمسافر رکعتین الحدیث تنویر الابصار (۱) مع الدر المختار ج۱ ص۵۲۷ والقصر لازم عندنا الخ (کبیری ص۴۹۹) (۲)

قصر ترک کر کے اتمام کرنے میں ثواب کے بجائے گناہ ملے گا فلا يتضمن اکمال الصلوٰۃ ثوابا لان الثواب من فعل العبد ما علیہ ولوبا لتخییر بینہ وبین ما ایسر الخ (مراقی الفلاح ص ۲۲۹) (۳)

واما الصلوٰۃ فی السفر فلیست الا رکعتین من الرباعیۃ فاذا صلاھما لم یبق علیہ شیء فلا ثواب لہ فی الا کمال اربعًا الخ (مراقی الفلاح ص ۲۹۹) (۴)

کیونکہ ایسا شخص سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی سفر کی حالت میں اتمام نہیں کیا خواہ تعلیم جواز ہی کے لئے کیوں نہ ہو چنانچہ کبیری میں ہے (۵) وان الاتمام منکر ولو کان جائزًا لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مرۃ تعلیمًا للجواز الخ ص ۵۰۰ ولھٰذا یکرہ الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفۃ ؒ انہ قال من اتمّ الصلوٰۃ فقد اساء وخالف السنۃ الخ (کبیری ص ۵۰۱) (۶)

اور صاحب درمختار نے قہستانی کے حوالہ سے یہاں تک لکھ دیا کہ ایسا شخص جہنم کا مستحق ہے لیکن علامہ شامی نے استحقاق جہنم کو عدم توبہ اور عدم معافی خداوند قدوس کے ساتھ مقید کر دیا ہے لہٰذا اگر توبہ کرے تو امید ہے کہ انشاء اللہ اللہ جل شانہ معاف فرمادیں گے **کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار در(۷) مختار ج۱ ص۵۳۰ قولہ استحق النار ای اذا لم یتب او یعف عنہ العزیز الغفار شامی** بہر حال حالت سفر میں قصر کے بجائے اتمام مکروہ تحریمی ہے **واساءتہ بتاخیر السلام المراد بالاساءۃ کراھۃ التحریم طحطاوی(۸) علی المراقی وھکذا فی رد المحتار قولہ بعد ان فسر اساء باثم و کذا صرح فی البحر بتأثیمہ فعلم ان الاساءۃ ھنا کراھۃ التحریم** ج۱(۹) ص۵۳۰ اور چونکہ حالت سفر میں دو رکعت ادا کرنا واجب ہے لہٰذا عمداً دو کے بجائے چار رکعت ادا کرنے کی وجہ سے تارکِ واجب اور مرتکب مکروہ تحریمی ہوا اور یہ ضابطہ ہے کہ عمداً ترکِ واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے نیز ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کو مستلزم ہو وہ بھی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور ہر وہ نماز جو واجب الاعادہ ہو اگر وقت میں یا وقت نکل جانے کے بعد ادا کرلی جائے تو بلانقصان ادا سمجھی جائے گی اور اگر اعادہ نہیں کیا تو نفس فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا لیکن وہ بھی ناقص اور اس کے ساتھ شرعاً وہ فاسق وگنہگار ہوگا لہٰذا صورت مسئولہ میں چاہئے کہ وہ اتمام والی نمازوں کا اعادہ کرلیں تاکہ فسق واثم سے خارج ہوجائیں اور آئندہ خیال رکھیں **وحکم الواجب استحقاق العقاب بترکہ عمدًا الی ان قال واعادتھا بترکہ عمدا وسقوط الفرض ناقصًا وان لم یسجد ولم یعد مراقی الفلاح(۱۰)** ۱۳۴ **وان لم یعدھا حتی خرج الوقت تسقط مع النقصان و کراھۃ التحریم ویکون فاسقا اثمًا کذا الحکم فی صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم الخ طحطاوی علی المراقی** ص۱۳۴۔

قلت أی لانہ یشمل وجوبھا فی الوقت وبعدہ أی بناءً علی أن

الاعادة لا تختص بالوقت وظاهر ما قدمنا عن شرح التحرير ترجيحه وقد علمت ايضًا ترجيح القول بالوجوب رد المحتار ج۱ ص ۴۸۷ مطلب فی تعريف الاعادة باب قضاء الفوائت

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) صلى الفرض الرباعى ركعتين وجو بالقول ابن عباس رضی اللہ عنہ ان الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم اربعاً والمسافر فر ركعتين الحديث۔ (الدر المختار مع الشامى: ۷۲۶ ج:۲۔ اشرفیہ)

(۲) والقصر لازم عندنا۔ (حلبی کبیر: ص ۵۳۷ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان)۔

(۳) فلا يتضمن اكمال الصلاة ثواباً لان الثواب من فعل العبد ما عليه ولو بالتخيير بيناه وبين ما اليسر۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۰ دار الکتاب)۔

(۴) واما الصلاة فى السفر فليست الا ركعتين من الرباعية فاذا صلاهما لم يبق عليه بشيئ فلا ثواب له فى الاكمال اربعاً الخ۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۰/دار الکتاب دیوبند)

(۵) ص:۵۳۸۔

(۶) (حلبی کبیر: ص ۵۳۸) سہیل اکیڈمی، لاہور، پاکستان۔

(۷) (الدر المختار مع الشامی ص: ۷۳۴/ ۲) اشرفیہ

(۸) مراقی الفلاح ص: ۴۲۰ دار الکتاب۔

(۹) (ص: ۷۳۴/ ۲) اشرفیہ۔

(۱۰) (مراقی الفلاح ص: ۲۴۷) دار الکتاب۔

(۱۱) (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۲۴۷-۴۸) دار الکتاب۔

(۱۲) (الشامی ص: ۶۳۱/ ج: ۲) اشرفیہ مطلب فی تعریف۔ الاعادۃ باب قضاء الفوائت۔

قصر کی ایک صورت

سوال (۳۰۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے وطن سے تقریباً ۲۰ یا ۲۵ میل دور ملازم ہے اور اسی جگہ سے ایک ہفتہ کے لئے سو میل دور کا سفر کرتا ہے پھر ایک ہفتہ بعد واپس ہوا تو ابھی ملازمت کی جگہ ٹھہر گیا اور چند یوم بعد ۱۵ یوم سے قبل وطن اصلی جانے کا ارادہ ہے آیا اس وقفہ میں اس ملازمت گاہ پر مسافر ہوگا یا مقیم؟ اور نماز قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔ **بینوا بالصواب توجروا بغیر حساب**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسافر رہے گا قصر کرے گا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها يسير الإبل أو مشي الأقدام يلزمه قصر الصلاة۔ إن كان ذلك وطنا اصليا، بأن كان مولده وسكن فيه أولم يكن مولده ولكنه تأهل به وجعله داراً۔ وإن لم وطنا أصلياً له فإنه يقصر الصلاة مالم ينو الإقامة بها خمسة عشر يوماً۔ (قاضی خان ج:۱ ص:۴۸۔ ۱۴۷، دار الکتب العلمیۃ)

ويصير مريد السفر مسافراً إذا فارق بيوت البلد قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بامشي الأقدام ولا يزال على حكم السفر حتى يدخل بلده أو ينوي الإقامة خمسة عشر يوماً في مدينة أو قرية وإن نوى أقل من ذلك فهو مسافر وطال مقامه۔ (الفقہ الحنفی وأدلتہ ج:۱ ص:۲۰۷، شیخ الہند)

فإذا قصر الإنسان موضعاً بينه وبين مقصده مسيرة ثلاثة أيام جاز له القصر۔

(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ج: ۲ ص: ۱۳۴۲ دار الفکر)

وکذا فی الفتاویٰ الھندیۃ ج: ۱ ص: ۱۹۹ (زکریا)۔

وکذا فی الھدایۃ ج: ۱ ص: ۱۶۶۔ (تھانوی)۔

وکذا فی البنایۃ ج: ۳ ص: ۲۰۔ ۱۹۔ (دار الفکر)۔

مسافر کے لئے قصر کا حکم

سوال ۲۶۳: قصر نماز اگر مسافر قصداً پوری پڑھے تو کیا پوری نماز پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے؟ ایسی حالت میں مصلی کی نماز ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو مصلی کو ثواب ہوگا یا گنہگار ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسافر کے لئے واجب ہے کہ چار رکعت والی نماز میں قصر کرکے دو رکعت ادا کرے۔

صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبًا لقول ابن عباس ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلاۃ المقیم اربعًا والمسافر رکعتین الخ (تنویر الابصار مع الدر (۱) المختار ج ۱ ص ۵۲) والقصر لازم عندنا الخ (کبیری ص ۴۹۹) قصر ترک کرکے اتمام کرنے میں ثواب کے بجائے گناہ ملے گا۔ فلا یتضمن اکمال الصلاۃ ثوابًا لان الثواب فی فعل العبد ما علیہ ولو بالتخییر بینہ وبین ما ایسر. (مراقی الفلاح (۲) ص ۲۲۹) واما الصلاۃ فی السفر فلیست الا رکعتین من الرباعیۃ فاذا صلاھما لم یبق علیہ شیء فلا ثواب لہ فی الاکمال اربعًا الخ (مراقی الفلاح ص ۲۲۹)

کیونکہ ایسا شخص سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی سفر کی حالت میں اتمام نہیں کیا خواہ تعلیم جواز ہی کے لئے کیوں نہ ہو چنانچہ کبیری میں ہے ولان الاتمام منکر ولو کان جائزًا لفعلہ علیہ

الصلاۃ والسلام مرۃً تعلیما للجواز الخ ص ۵۰۰۔

ولہٰذا یکرہ الاتمام عندنا حتّٰی روی عن ابی حنیفۃ انہ قال من اتم الصلوٰۃ فقد اساء وخالف السنۃ کبیری ص ۵۰۱۔

اور صاحب درمختار نے قہستانی کے حوالہ سے یہاں تک لکھ دیا کہ ایسا شخص جہنم کا مستحق ہے لیکن علامہ شامی نے استحقاق جہنم کو عدم توبہ اور عدم معافیٔ خداوند قدوس کے ساتھ مقید کیا ہے لہٰذا اگر توبہ کرے تو امید ہے کہ اللہ جل شانہ معاف فرمادیں گے۔

کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار اھ۔ (درمختار ص ۵۳۰)

قولہ استحق النار ای اذا لم یتب او یعف عنہ عزیز الغفار اھ۔ (شامی)

بہر حال سفر میں قصر کے بجائے اتمام مکروہ تحریمی ہے واساءتہ بتاخیر السلام المراد بالاساءۃ کراھۃ التحریم. طحطاوی علی مراقی الفلاح وھکذا فی رد المحتار قولہ بعد ان فسر اساء باثم وھکذا صرح فی البحر بتأثیمہ فعلم ان الاساءۃ کراھۃ التحریم اھ ج ا ص ۵۳۰۔

اور چونکہ حالت سفر میں دو رکعت ادا کرنا واجب ہے لہٰذا عمداً دو کے بجائے چار رکعت ادا کرنے کی وجہ سے تارک واجب اور مرتکب مکروہ تحریمی ہوا اور یہ ضابطہ ہے کہ عمداً ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے اور ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کو مستلزم ہو وہ بھی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور ہر وہ نماز جو واجب الاعادہ ہو اگر وقت میں یا وقت نکل جانے کے بعد ادا کرلی جائے تو بلانقصان ادا سمجھی جائے گی اور اگر اعادہ نہیں کیا تو نفس فریضہ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا لیکن وہ بھی ناقص اور اس کے ساتھ ساتھ شرعاً وہ فاسق اور گنہگار ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں چاہئے کہ اتمام والی نمازوں کا اعادہ کرلیں تاکہ فسق واثم سے خارج ہو جائیں اور آئندہ خیال رکھیں۔

وحکم الواجب استحقاق العقاب بترکه عمدًا الیٰ ان قال واعادتها بترکه عمدًا وسقوط الفرض ناقصًا ان لم یسجد ولم یعد اہ مراقی الفلاح ص ۱۳۴۔ وان لم یعدها حتی خرج الوقت تسقط النقصان و کراھة التحریم (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۳۴) قلت ای لانه یشمل وجوبها فی الوقت وبعده ای بناءً علی ان الاعادة لا تختص بالوقت وظاھر ما قدمناه ترجیحه شرح التنویر اہ. (رد المحتار ج ۱ ص ۴۸۷) (مطلب فی تعریف الاعادة باب قضاء الفوائت)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مر تخریجه فی المسئلة السابقة

دوران سفر وطن اصلی سے صرف مرور ہوا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۱۱): بکر ایک جگہ مقیم ہے اس کو ایک جگہ جانا ہوا جو اس کے وطن اقامت سے سفر شرعی کی مقدار یعنی ۴۸ میل سے زیادہ ہے لیکن راستہ میں اس کا مکان پڑتا ہے۔ اپنے مکان سے گذرتے ہوئے منزل مقصود تک پہونچ گیا اپنے مکان پر اترا نہیں یہ بھی یاد رہے کہ اس کے مکان سے منزل مقصود شرعی مسافت سے کم ہے مثلاً مغل سرائے کا رہنے والا بھوجپور میں مقیم ہے اس کو بنارس جانا ہوا مغل سرائے ہوتے ہوئے بنارس پہنچا اپنے گھر نہیں گیا تو ایسی صورت میں کیا وہ مسافر ہوگا یا مقیم۔ کون سے احکام اس پر جاری کئے جائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وطن اصلی سے ۴۸ میل کی مسافت کی نیت سے نکلنے والا شخص فناء مصر وقریہ سے نکل کر قصر شروع کردے (۱) گا اور اس وقت تک قصر کرتا رہے گا جب تک کسی آبادی میں پندرہ

دن یا اس سے زیادہ قیام کی قابل اعتبار نیت نہ کرلے اور جب وطن اصلی میں داخلہ ہوگا خواہ یہ داخلہ بطورِ مرور ہو یا کسی ضرورت کے تحت ہو، اختیاری ہو یا غیر اختیاری بہر حال داخل ہوتے ہی مسافرت کی رخصت ختم ہو جائے گی اور یہ شخص صاحب عزیمت ہو جائے گا چاہے وطن اصلی کے حدود میں چند لمحہ ہی کیوں نہ آیا ہو اور دوبارہ جب یہاں (وطن اصلی) سے نکلے گا تو رخصت سے اسی وقت مستفید ہو سکے گا جب منتہائے سفر کم از کم ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہو الغرض وطن اقامت میں رخصت موقوف ہو جاتی ہے پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت پر بخلاف وطن اصلی کے یہاں دخول محض کافی ہے انعدام رخصت کے لئے خواہ دخول بطریق مرور ہو یا بطریق مکث۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مغل سرائے کا رہنے والا جب وطن اقامت بھوجپور سے بنارس کی نیت سے نکلے گا اور مغل سرائے سے گذرے گا خواہ بس سے گذرے یا ریل سے چونکہ دونوں طریق میں گذر شہر کے درمیان سے ہوگا تو مغل سرائے پہونچ کر رخصت ختم ہو جائے گی اور مغل سرائے سے نماز کی مسافت چونکہ شرعی تحدید سے کم ہے اس لئے مغل سرائے سے بنارس تک قصر کے بجائے اتمام کرے گا اور اگر بھوجپور سے کوئی راستہ ایسا ہو جو حدود وفنا مغل سرائے سے باہر ہو اس صورت میں بھوجپور سے بنارس کی نیت سے چلنے والا شخص مسافر ہوگا اور وہ قصر کرے گا۔

التعلیق والتخریج

(۱) والمعتبر من الخروج أن یجاز المصر وعمرانا ته وهو المختار وعلیه الفتوی۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ص:۴۹۳ ج:۲) زکریا۔

قال محمد رحمه الله لا یقصر حتی یخرج من مصره ویخلف دور المصر۔ (المحیط البرهانی ص:۳۸۷ ج:۲۔ مجلس علمی)۔

وأشار إلی أنه شرط مفارقة ما كان من توابع موضع الإقامة كربعض المصر وهو ما حول المدینة من بیوت ومنا کین فإنه فی حکم المصر۔ (شامی ص:۱۲۱ ج:۲۔ کراچی)۔

قصر میں قریب اور بعید راستہ کا اعتبار

سوال (۳۱۲): ہم گھر سے منزل تک بس کے ذریعہ پہونچے تو مسافر ہو گئے اور سائیکل سے بائی پاس ہو کر چلے تو مسافت سے دو تین کیلومیٹر کم ہو رہا ہے تو بس کا اعتبار رہے یا موٹر سائیکل کا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس سواری اور راستہ سے آپ گئے ہیں اس کا اعتبار ہو گا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) واعتبر السير وهو سير الإبل ومشي الأقدام في البر وفي الجبل بما يناسبه۔ (مراقي الفلاح على نور الإيضاح مع حاشية الطحطاوي ص:۴۲۱ دار الكتاب)۔

تعتبر المدة من أي طريق أخذ فيه۔ (البحر الرائق ص:۱۳۰ ج:۲۔ سعيد)۔

تبيين الحقائق ص:۲۱۰ ج:۱۔ امداديه۔

لا يعتبر السير في البر بالسير في البحر ولا السير في البحر بالسير في البر، وإنما يعتبر في كل موضعٍ منهما ما يليق بحاله: حتى لو كان موضع له طريقان أحدهما في الماء وهي تقطع في ثلاثة أيامٍ إذا كانت الرياح مستويةً والثاني في البر وصلى في ثلاثة أيامٍ وإذا سار في البحر وصل في يومين تصر وفي البر لا يفطرً۔ (الجوهرة النيرة ص:۱۰۹ ج:۱، كراچي)۔

سكب الأنهر ص۲۳۹ ج:۱۔ فقيه الامت۔

قصر کی ایک صورت

سوال (۳۱۴۳): ہم جماعت میں چلہ کے لئے ایسی جگہ میں بھیجے گئے جہاں دس بارہ دن تک مسافت نہیں ہوتی بعد میں دور بھیجے گئے جہاں مسافت ہوگئی یعنی قصر واجب ہے تو شروع چلہ سے مسافر ہوئے یا جب ۴۸ میل ہوگا تب مسافر ہوں گے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

شہر سے جب آپ چلے تو اگر ارادہ ۴۸ میل کا ہے تو آپ وہیں سے مسافر ہوئے اور اگر ارادہ ۴۸ میل سے کم کا ہے تو مسافر نہیں ہوئے اور اگر کراکت سے آگے جانا ہے تب جہاں تک جانا ہے سب کو ملا کر جوڑ لیں البتہ اس کا خیال رہے کہ جہاں تک جانا ہے وہاں تک جوڑتے وقت ہر ایک اپنے گھر سے جوڑے شہر سے نہیں۔ لہٰذا گھر سے لیکر جہاں تک جانا ہے اگر ۴۸ میل ہو جائے تو آپ مسافر ہوں گے ورنہ نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن ابن أبي رباح قال: قلت لابن عباسٍ أقصر إلى عرفة؟ فقال: لا قلت أقصر إلى منى؟ فقال: لا أقصر إلى الطائف أو إلى عسفان؟ قال نعم، وذلك ثمانية وأربعون ميلاً عقد بيده۔ (المصنف لابن أبي شيبة ص ۳۵۸ ج: ۵۔ مؤسسة علوم القرآن)۔

أقل مدة سفرٍ تغير به الأحكام ميسرة ثلاثة أيامٍ من أقصر أيام السنة وهذا التقدير للسنو الذى تقصير فيه الصلاة ۔ (مراقى الفلاح على نور الايضاح مع الطحطاوى ص:۴۱۹ دار الكتاب)۔

من فارق بيوت موضعٍ هو فيه من مصرٍ أو قرية ناوياً الذهاب إلى موضعٍ بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافراً ۔ (حلبى كبيرى ص۵۳۶) لاهور۔

الجوهرة النيرة ص:۱۰۹ ج:۱، کراچی۔

نکلنے کا دن بھی قصر میں شمار ہوگا

سوال (۳۱۴): جس دن نکلے اس دن کو چھوڑ کر پندرہ دن رہنے پر مقیم ہوں گے یا نکلنے والا دن بھی پندرہ واں دن شمار ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جہاں جانا ہے وہاں پہونچنے کے بعد سے جوڑا جائے گا مثلاً پیر کو آپ کراکت پہونچے تو آپ پیر سے حساب جوڑیں اگر اگلا ایک پیر چھوڑ کر دوسرے پیر تک وہاں رہنے کا ارادہ ہے تو مقیم ہو جائیں گے ورنہ مسافر رہیں گے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) فلا يصير مسافراً قبل أن يفارق عمران فاخرج منه من الجانب الذي خرج منه۔ (حلبی کبیری ص:۵۳۶ لاهور)۔

فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر إذا جاوز بيوت مقامه وجاوز أيضاً ما اتصل به من فنائه۔ (مراقی الفلاح علی نور الإيضاح مع الطحطاوي ص:۴۲۳ دار الكتاب)۔

ہکذا فی: (مجمع الأنہر ص:۲۳۸، فقیہ الامت)۔

الجوہرۃ النیرۃ ص۱۰۹ ج:۱، کراچی۔

مذکورہ صورت میں قصر ہے

سوال (۳۱۵): سفر کے لئے چلے راستہ میں ایک دو دن رکنا ہے تو قصر کرنا ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اگر ۴۸ میل کے ارادہ سے چلے تو منزل سے ۱-۲ دن کے لئے اگر کہیں رکنا پڑ گیا تو مسافر رہیں گے قصر کرنا ہوگا۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) فيقصر الفرض الرباعي من نوى السفر إزا جاوز بيوت مقامه وجاوز أيضاً واتصل به من فنائه. (مراقی الفلاح علی نور الإيضاح مع الطحطاوی ص:۴۲۳ دار الکتاب)۔ حلبی کبیری ص:۵۳۶ لاہور۔
مجمع الأنہر ج:۱ص:۲۳۸ فقیہ الامت۔ الجوہرۃ النیرۃ ص:۱۰۹ ج:۱ کراچی۔

گھر پہونچنے کے بعد مقیم ہونگے

سوال (۳۱۶): پندرہ دن رہنے کا ارادہ تھا کسی وجہ سے گھر لوٹنا پڑا تو مقیم کب ہوگا گھر پہونچنے پر یا پہلے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جب آپ گھر پہونچ جائیں گے تب مقیم ہونگے لہٰذا اگر گھر پہونچے سے قبل راستہ میں نماز ادا کرنی پڑی تو قصر کریں گے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

(۱) يقصر حتى يدخل مصره يعني وطنه الأصلي أو ينوي اقامته نصف شهرٍ ببلدٍ أو قريةٍ۔ (مراقی الفلاح على نور الإيضاح مع الطحطاوی ص:۴۲۵ دار الکتاب)۔

ثم لا يزال المسافر على حكم المسافر حتى يدخل وطنه أو بنوى إقامة خمسة عشر يوماً بموضع واحدٍ من مصرٍ أو قريةٍ غير وطنه فعلم بهذا أنه يصير مقيماً بدخول وطنه وإن لم ينو الإقامة۔ (حلبی کبیری ص:۵۳۹ لاهور)۔

قصر إلى غاية دخول المصر أو نية الإقامة في موضع صالح للمدة المذكورة۔ (البحر الرائق ص:۱۳۱ ج:۲۔ سعيد)۔

ولا يزال على حكم السفر وجواز القصر حتى يدخل وطنه إن سار مدة السفر۔ (سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص:۲۴۰ ج:۱۔ فقيه الامت)۔

۴۸ رمیل کے کتنے کیلومیٹر ہوتے ہیں؟

سوال (۳۱۷): سفر کے سلسلہ میں ۴۸ رمیل کے کتنے کیلومیٹر ہوتے ہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

۷۷ رکیلومیٹر۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) احسن الفتاویٰ ص ۹۱ ج: ۴ زکریا۔ (القول الأظهر في تحقيق مسافة السفر)۔

خیر الفتاویٰ ص: ۶۶۶ رج: ۲ زکریا۔

محمود الفتاویٰ ص: ۲۰۱ ج: ۵۔

وہذا مستفاد من عبارة الفقهاء۔

مقیم ومسافر کا مسئلہ

سوال (۳۱۸): سفراء حضرات چندہ کے لئے بمبئی جاتے ہیں اور پندرہ دن کی نیت کر کے مقیم بنکر پوری نماز پڑھتے ہیں جبکہ درمیان میں بمبئی کے باہر بھیونڈی وغیرہ جاتے ہیں اور وہاں رات گذار کر دوسرے دن آتے ہیں اور مقیم سمجھ کر پھر اتمام کرتے ہیں تو آیا صورت مسئولہ میں مقیم ہیں یا مسافر اگر مسافر ہیں تو اعادہ نماز ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) عموماً حضرات سفراء کے ذہنوں میں کام کرنے کی جگہیں متعین ہوتی ہیں اور ذہنی طور پر ایک اجمالی خاکہ بنا کر اسی کے مطابق کام کرتے ہیں، لہٰذا اگر یہاں سے ارادہ صرف بمبئی میں کام کرنے کا تھا یا وہیں جا کر وہیں پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہر کر کام کرنے کی نیت کر لی تو اس صورت میں سفراء حضرات مقیم ہونگے، بایں وجہ ان پر مقیم کے احکامات جاری ہوں گے۔ پندرہ دن کے اندر ۴۸ میل کے اندر اندر اگر سفر کرنا پڑا تو اقامت باطل نہ ہوگی، اور ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت والی جگہ کا سفر کرنا پڑا تو اقامت باطل ہو جائے گی۔

(۲) اور اگر یہیں سے ارادہ بھیونڈی یا دوسری جگہ جانے کا ہو تو بمبئی پہونچ کر اقامت کی نیت صحیح نہ ہوگی بلکہ مسافر ہی رہیں گے۔

البتہ بھیونڈی وغیرہ کے کام سے فارغ ہو کر بمبئی آنے کے بعد بمبئی میں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کا ارادہ ہو تو مقیم ہو جائیں گے۔

(۳) اور اگر ارادہ بھیونڈی اور بمبئی کا ہو اس طور پر کہ ایک دن بھیونڈی کام کرنا ہو اور دوسرے دن بمبئی اور دونوں جگہ ٹھہرنے کی نیت ہو لیکن مبیت کے لئے کوئی ایک جگہ متعین ہو کہ وہاں پہونچ کر رات گذارتے ہوں تو اس صورت میں اقامت صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ ہو لیکن عموما سفراء حضرات کا ارادہ دوسری قسم کا ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہے۔ یہ تفصیل اس لئے لکھ دی گئی ہے تاکہ ساری

صورتیں واضح ہو جائیں۔(۱)

الجواب صحیح فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد حنیف غفرلہ حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا تصحّ نيّة الإقامة ببلدتين لم يعين المبيت بإحداهما۔ أمّا إذا عيّنه بأن نوى أن يقيم الليل فى إحداهما ويخرج بالنهار إلى الموضع الأخر إذا دخل أوّلاً الموضع الذى عزم على الإقامة فيه بالنهار لم يصر مقيماً أى حتى يدخل الموضع الذى نوى المبيت فيه، وان دخل أوّلاً الموضع الذى عزم على الإقامة فيه بالليل صار مقيما ثمّ بالخروج إلى الموضع الأخر لم يصر مسافراً لأنّ موضع إقامة المرأحيث يبيت فيه۔ (طحطاوى على المراقى ص:۴۲۶) (وفى التاتارخانيه ص:۴۹۹ ج:۲)۔ زكريا۔

ہندیہ ص:۲۰۰/ج:۱۔زکریا جدید۔(وفی خلاصۃ الفتاویٰ ص:۱۹۹/ج:۱)اشرفیہ۔

البدائع الصنائع ص:۲۷۰/ج:۱۔زکریا۔

وفی البحرالرائق ص:۱۳۲/ج:۲۔سعید۔

قصرِ صلوٰۃ کی ایک شکل

سوال (۳۱۹): زید ایک سرکاری افسر ہے، تمل ناڈو سکریٹریٹ (secretarrat) میں معتمد اور (Undersecretary) کے عہدہ پر فائز ہے۔ شہر مدارس حکومت تمل ناڈو کا دارالسلطنت (HeadQuarters) ہے۔ مدارس میں اپنے قیام کے لئے زید نے ایک کمرہ کرایہ پر لیا ہے اور کسی قریبی مطبخ میں اپنے طعام کا انتظام کر رکھا ہے۔ مدارس شہر سے پچھتر میل (۱۰۸) کلومیٹر دور کے فاصلے پر میل وشارم (Melvesharam) نام کی ایک بستی ہے جو زید کا وطن خاص ہے، اس کا اپنا خاص مکان اس بستی میں ہے اور اس کے اہل

وعیال وہیں قیام پذیر ہیں ۔حکومت تمل ناڈو چونکہ پانچ دن کام (Five Day week) کے اصول پر کاربند ہے اور ہر ہفتہ دو دن یعنی ہفتہ اتوار چھٹی کے دن ہیں، زید کا معمول یہ ہے کہ ہر جمعہ کی شام بعد نماز عصر اپنے دفتری کام سے فارغ ہو کر شہر مدارس سے اپنے وطن میل وشارم روانہ ہو جاتا ہے ہفتہ اور اتوار دو دن اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہ کر پیر کی صبح بعد نماز فجر مدارس پہونچتا ہے، ہر ہفتہ یہی اس کا معمول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ شہر مدارس کے پانچ دن کے قیام میں زید کو نمازیں پوری پڑھنی چاہئے یا قصر کرنی ہے؟ یہ امر قابل ذکر ہے کہ شہر مدارس زید کے لئے صدر دفتر یعنی ہیڈ کواٹر کا درجہ رکھتی ہے، اور ہیڈ کواٹرس سے باہر میل وشارم کے لئے زید کو ہر ہفتہ اپنے اعلیٰ افسر کی تحریری اجازت لینی پڑتی ہے۔ ان حالات میں زید کا شہر مدارس میں پانچ روز قیام بحیثیت مقیم ہوگا یا مسافر؟ اسی طرح دوران سفر یعنی مدارس سے میل وشارم جاتے وقت یا میل وشارم سے مدارس آتے وقت اگر نماز کا وقت آجائے تو اس وقت نمازیں پوری پڑھنی ہے یا قصر کرنی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں براہ کرم تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں شہر مدارس زید کا وطن اقامت اور میل وشارم وطن اصلی ہے، چونکہ مدراس شہر کا فاصلہ شرعی مسافت (۷۷ رکلومیٹر) سے زیادہ ہے لہٰذا زید میل وشارم کے حدود سے باہر نکلنے کے بعد مسافر ہو جائے گا اور دورانِ سفر قصر کرے گا۔ مدراس شہر پہونچ کر پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت ہو تب اتمام ہوگا ورنہ قصر کرنا ہوگا، چونکہ معمول ہر ہفتہ میل وشارم جانے کا ہے اس لئے قصر کرنا پڑے گا، نیز مدراس شہر سے واپسی پر دوران سفر قصر ہی کرنا پڑے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشر یوماً أو أکثر وان نوی اقل من ذلك قصر۔

ولو دخل مصراً علی عزم ان یخرج غداً أو بعد غدٍ ولم ینو مدة الاقامة حتی بقی علی ذلك سنین قصر۔ (ھدایه: ج۱ ص:۱۶۶۔ مکتبه تھانوی دیوبند)۔

البنایة ج:۳ص:۲۰۔۱۹۔دارالفکر۔

إذا جاوز المقیم عمران مصره قاصداً مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها یسیر الإبل أو مشی الاقدام یلزمه قصر الصلاة۔

ان کان ذلك وطناً أصلیاً بأن کان مولده وسکن فیه أو لم یکن مولده ولکنه فأهل به وجعله داراً.... وإن لم یکن وطناً اصلیاً له فإنه یقصر الصلاة مالو ینوا الاقامة بها خمسة عشر یوماً۔ (فتاویٰ قاضی خان: ج:۱، ص:۴۸۔ ۱۴۷۔ دار الکتب العلمیة۔

ویصیر مرید السفر مسافراً اذا فارق بیوت البلد قاصداً مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها بمشی الاقدام۔ ولا یزال علی حکم السفر حتی یدخل بلده أو ینوی الاقامة خمسة عشر یوماً فی مدینة أو قریة وان نوی أقل من ذلك فهو مسافر وطال مقامه۔ (الفقه الحنفی وادلته: ج:۱، ص:۲۷۔ شیخ الهند۔

فتاویٰ ہندیہ ج:۱ص:۱۹۹۔زکریا۔

الفقه الاسلامیه وادلته: ج:۲ص:۱۳۴۲۔دارالفکر۔

✪✪✪✪

باب سجود السهو

سجدۂ تلاوت سے فارغ ہو کر سورہ فاتحہ پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال (۳۲۰): زید نے دوسری رکعت میں سجدہ کی آیت پڑھی اور فوراً سجدہ میں چلا گیا سجدہ سے اٹھنے کے بعد الحمد شریف پڑھ کر رکعت پوری کر لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں بحوالہ کتب شرعیہ جواب مفصلاً تحریر فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

سجدہ سہو واجب نہیں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) سجود السهو يتعلق بأشياء.... منها إذا قرأ في الأوليين أو في احداهما الفاتحة ثمّ السورة، ولو قرأ الفاتحة ثمّ السورة ثمّ الفاتحة لا سهو عليه. (قاضي خان: ۷۶ ج:۱) زکریا جدید نسخہ۔

لو قرأ الفاتحة قبل السورة مرّة وبعدها مرّة فلا يجب "اى سجود السهو". (شامي: ۴۶۰ ج:۱) کراچی۔

و كذا في الهندية: ۱۸۵ ج:۱۔ زکریا جدید نسخہ۔

و كذا في تبيين الحقائق: ۱۹۳ ج:۱، مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

وفي الأصل إذا قرأ سجدة في آخر السورة في صلاته إن كان بعدها آية أو آيتان إلى

أخر السورة إن شاء ركع وإن شاء سجد لها يعني إن شاء ركع لها ركوعاً على حدة وإن شاء سجد لها سجدة على حدة والسجدة أفضل وإذا سجود يعود إلى القيام لانّه يحتاج إلى الركوع ويقرأ بنفسه السورة ثمّ يركع إن شاء ضم إليها آية من السورة الأخرى حتى يصير تلاث آيات۔ (بنايه شرح الهدايه: ۸۱۴ ج:۲) دار الفکر۔

شک کی وجہ سے سجدہ سہو کرلیا۔کیا حکم ہے؟

سوال (۳۲۱): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوا تھا محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو کرلیا تو آیا اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں کتب فقہ کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور رہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورۃ مسئولہ میں نماز تو ہوگئی مگر سلام ثانی جو اصح قول کے مطابق واجب ہے اس کی تاخیر کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) لترك واجب بتقديم، أو تأخير، أو زيادة أو نقص۔(حاشیۃ الطحطاوی ص:۴۶۰ دار الکتاب دیوبند۔

ومحلة: بعد، سواء كان من زيادة أو نقصان، ولو سجد قبل السلام أجزأة عندنا۔

(الفتاوی الهندیۃ: ج:۱ص:۱۸۵) زکریا۔

أكثر المشائخ على ان سجود السهو يجب بسته أشياء: بتقديم ركن، وبتأخير ركن، وبتكرار ركن، وبتغيير واجب، وبترك واجب، وبترك سنة يضاف إلى جميع الصلوٰة۔(التاتارخانیہ ج:۳ص:۳۸۷ زکریا)

أن وجوب السجود ليس لمخصوص الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم بل لترك الواجب هو تعقيب التشهد للقيام بلا فاصل، حتى لو سكت يلزمه السهو قدمناه-(فتاویٰ شامی ج:۲ص:۶۵۷/اشرفیہ)

پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا قعدہ اخیرہ بھول گیا سہواً پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا اور قراۃ شروع کردی لقمہ دینے پر وہ بیٹھ گیا تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں اور اگر صحیح ہوئی تو سجدہ سہو لازم ہوا یا نہیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی البتہ سجدہ سہو لازم ہوگا نماز فاسد نہیں ہوئی وان سها عن القعود الاخير حتى قام الى ركعة اخرى عاد الى القعود لا صلاح صلاته ما لم يسجد وسجد للسهو لتاخيره فرضًا الخ (مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۵۰)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (مجمع الانہر ج:۱ص:۲۲۳ مکتبہ فقیہ الامت)

(۲) ولو سها عن القعود الأخير كله او بعضه عاد ويكفي كون كلا الجلستين قدر التشهد مالم يقيدها بسجدة لان مادون الركعة محل الرفض وسجد للسهو لتاخير القعود-(شامی ج:۲ص:۶۶۴، مکتبہ الاشرافیہ دیوبند)

(۳) وان سها عن الآخير عاد مالم يسجد لان فيه اصلاح صلاته فامكنه ذلك

لان مادون الركعة، محل الرفض أراد بالآخير القعود المفروض بشمالي ليشمل الفرض الرباعي والثلاثي والثاني۔ (البحر الرائق ج:۳ ص:۱۰۲)

وتر میں دعاء قنوت کی جگہ التحیات پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں

سوال (۳۲۳): اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں دعا قنوت کی جگہ پر التحیات آدھی سے زائد پرھ جائے اور یاد آنے کے بعد دعا قنوت پھر پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

باوجود تتبع کثیر کے کوئی صریح جزئیہ نہیں مل سکا ویسے حضرات فقہاء کرام کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں سجدہ واجب نہیں اس لئے کہ التحیات بھی قنوت کی طرح دعا ہے اور وتر کی نماز میں جہاں دعاء قنوت پڑھتے ہیں وہ بھی مقام دعا ہے جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں تصریح کی ہے صرف دعاء قنوت کی تحدید نہیں بلکہ اس سے کم زائد بھی کرسکتے ہیں جیسا کہ علامہ شامی نے باب الوتر میں تصریح کی ہے لہٰذا اگر التحیات پڑھ لیا تو اس سے دعا ہی میں اضافہ ہوا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔(۱)

هذا ما ظهر لی بعد المطالعة والله تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) قنوت الوتر وهو ومطلق الدعا فی الشامی: أی القنوت الواجب يحصل بأیّ دعاء كان قال فی النهر وأمّا خصوص: اللهم إنا نستعينك فسنّه فقط۔ حتی لوأتی بغيره جاز إجماعاً۔

(درمختار مع الشامی: ۲/۲۵۵ مطلب: واجبات الصلاۃ۔

وأيضاً فی الشامی فی باب الوتر: وذكر فی البحر عن الكرخی أنّ القنوت ليس فيه دعاء موقّت لأنّه روی عن الصحابة أدعية مختلفة ولأنّ المؤقّت من الدعاء يذهب برقة القلب۔ (شامی: ص ۲/۵۳۴) **اشرفيه۔**

وکذا فی البحر الرائق: ص: ۲/۴۱، باب الوتر۔ ایچ، ایم سعید۔

المراد من الدعاء مطلقه، وقول محمد ليس فی القنوت دعاء موقت مجری علی إطلاقه۔ (النہر الفائق: ص: ۲/۲۹۲) زکریا۔

وکذا فی التاتارخانیہ: ۲/۳۴۱، زکریا۔

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص ۳۸۲۔ دار الکتاب۔

جہری نماز میں سراً پڑھنے کا حکم

سوال (۳۲۴): امام صاحب نے نمازِ جہری کے اندر دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سراً پڑھا، اسکے بعد سورۃ کو بالجہر پڑھا، بعد میں سجدہ سہو کیا تو آیا ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جہری نمازوں میں امام کے لئے جہراً پڑھنا واجب ہے، "**والجهر فی محله، ای جهر الامام فی محل الجهر**" (مجمع الانہر ج۱ (۱) ص ۱۸۹) اور سہواً کسی واجب کا ترک موجب سجدۂ سہو ہے اور وجوبِ سجدۂ سہو کے بعد سجدۂ سہو اگر کرلیا جائے تو نماز صحیح ہوجاتی ہے اور صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو چونکہ کرلیا گیا ہے اس لئے نماز صحیح ہوگئی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (مجمع الأنہر ص ۱/۱۳۴، مکتبہ فقیہ الأمت دیوبند)۔

والجهر فيما يخفى وكذا المخافتة فيما يجهر۔ (مجمع الأنہر ص ۱/۲۲۱، مکتبہ فقیہ الأمت)۔

والجهر فيما يجهر فيه والمختار فيها يخافت فيه ولهذا تجب عليه سجدتا السهو بتركها۔ (فتح القدیر ص:۲۴۱/۱، مکتبہ دار إحیاء التراث العربی بیروت)

ويجب الجهر فيما يجهر والمخافتة فيما يخافت۔ هكذا في التبيين۔ (الفتاویٰ الہندیۃ: ص ۱۲۹/۱، مکتبہ زکریا دیوبند)

سجدۂ سہو میں دونوں طرف سلام پھیرنے کا حکم

سوال (۳۲۵): اگر امام نے دونوں طرف سلام پھیر دیا قصداً پھر سجدۂ سہو کیا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کراہیت کے ساتھ یا بغیر کراہیت کے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

دونوں طرف سلام پھیر کر سجدہ کرنے کی بھی اجازت فقہ حنفی میں ہے۔ "وفي (۱) الهدايه ويأتي بتسليمتين هو الصحيح" لیکن احسن یہ ہے کہ صرف ایک سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرلے دونوں طرف سلام نہ پھیرے اس لئے کہ بعض فقہاء کے نزدیک سجدۂ ثانیہ کلام کے درجہ میں ہے اس لئے دوسرے سلام کے بعد سجدہ درست نہیں ہوگا۔

ويكتفي بتسليمة واحدة قاله شيخ الاسلام وعامة المشائخ وهو الاصح للاحتياط والاحسن ان يسلم عن يمينه وقد قال شيخ الاسلام خواهر زاده لا يأتي بسجود السهو بعد تسليمتين لان ذالك بمنزلة الكلام الخ. (مراقی الفلاح ص ۲۵۲) (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الہدایۃ ج:۱ ص:۱۵۷۔ دار الکتاب۔

(۲) متن العبارۃ: حاشیۃ الطحطاوی ص ۴۶۲۔ دار الکتاب دیوبند۔

يجب له بعد سلام واحد عن يمينه فقط۔ وقول الشامي: يعني فيكون سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه، وغيره من أهل هذا القول على أنه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة۔ (شامی ص ۶۵۲ ج: ۲، اشرفیہ)۔

اذا سها بزيادة أو نقصان سجد سجدتين بعد التسليمتين وقيل بعد واحدٍ۔ كما هو مختار فخر الاسلام، وصاحب الإيضاح وصاحب الكافي وشيخ الاسلام وفي المجتبى، وهو الأصح، وفي المحيط على قول عامة المشايخ: يكتفي بتسليمة واحد۔
(مجمع الأنهر ج: ۱ ص ۲۱۹ فقیہ الأمة دیوبند)

واختار فخر الاسلام أنه يسلم واحدة تلقاء وجهه فرقاً بين سلام القطع والسهو وجعلة في المحيط قول عامة المشايخ وفي الكافي قول الجمهور وهو الصواب وإليه أشير في الأصل وفي المجتبى وهو الأصح وقيل: يسلم واحدة عن يمينه وصححه في المجتبى أيضاً۔ (النهر الفائق ج: ۱ ص: ۳۲۲) زکریا دیوبند۔

احتیاطاً سجدہ سہو کرنے کا حکم

سوال (۳۲۶): کسی شخص پر سجدۂ واجب نہ تھا اس نے احتیاطاً سجدۂ سہو کرلیا اس سے نماز میں کوئی خلل تو نہ پیدا ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سلام ثانی مفتیٰ بہ قول کے مطابق واجب ہے اور ترک واجب یا تاخیر واجب سہواً موجب سجدۂ سہو ہے، اور عمداً مفسدِ صلوٰۃ ہے بلا وجوب سجدۂ سہو سجدہ کرنے کی صورت میں یقیناً تاخیر واجب ہوا لہٰذا نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح — بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) یسجد لترك واجب سهواً بتقديم أو تاخير أوزيادة أو نقص والمعتمد لا يستحق الّا التغليظ بإعادة صلاته ليجبر خللها ۔ (حاشية الطحطاوی ص۴۶۱ دار الكتاب)۔

وقال الحنفية: السلام ليس بفرض بل واجب والواجب تسليمتان۔ (الفقہ الاسلامی ص ۸۵۸ / ج: ۲ دارالفکر)

يسجد للسهو بترك شئی..... أو تغيير محله سهواً زيادة فعل مثلاً زيادة ركن فعل من أركان الصلاة۔ (ص ۱۰۹۱ ج: ۲ أيضاً)

كالركوع والسجود... ويسجد للزيادة بعد السلام۔ (ص: ۱۱۱۳ / ج: ۲ أيضاً)۔

أنه لا يجب السجود فی العمد وانما تجب الاعادة جبراً النقصانه الخ۔

(ص ۱۸۵ / ج: ۱، ہندیہ زکریا)

اذا سها بزيادة ونقصان سجد للسهو۔ (المجمع الأنہر ص ۱۳۱ / ج: ۱، فقیہ الامۃ)

اگر امام دونوں طرف سلام پھیر دے قصداً پھر سجدہ سہو کرے کیا حکم ہے؟

سوال (۳۲۷): اگر امام دونوں طرف سلام پھیر دے قصداً پھر سجدہ سہو کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کراہت کے ساتھ یا بغیر کراہت کے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

دونوں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو میں کوئی حرج نہیں بلکہ صاحب ہدایہ نے اس کو بہتر قرار دیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

نماز میں صرف ایک سجدہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۲۸): زید نے دو سجدوں میں سے صرف ایک سجدہ کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید کی نماز نہیں ہوئی البتہ اگر نماز ختم کرنے سے پہلے چھوٹے ہوئے سجدہ کی قضاء کر لئے ہوتا اور سجدہ سہو بھی کر لیتا تو نماز ہو جاتی۔

"السجود الثانی فرض کالأول باجماع الأمة کذا فی الزاهدی فاذا ترك سجدة صلبية من ركعة قضاها فی آخرها اذا تذكر ولا تلزم اعادة ما بعدها" (البحر الرائق: ۱/۱۰۶) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) البحر الرائق ص: ۹۸ ج: ۲ سعید۔

لأن السجود الثانی كالأول فرضه باجماع الأمة ولا يتحقق كونه كالأول إلا يوضع الأعضاء السعبة۔ (مراقی الفلاح علی نور الإيضاح مع الطحطاوی ص: ۲۳۴۔ دار الكتاب)۔

فتذكر أنه لم يسجد فی الثانية إلا سجدة واحدة فإنه يسجد تلك السجدة ثم يشتهد للثانية۔ (الفتاویٰ الهندية ص: ۱۲۶ ج: ۱۔ رشيدية)

ومنها السجود۔۔۔ تكراره تعبد ثابت بالسنة كعدد الركعات وتحته فی الشامية: وهذا لأن الأمر بالسجود فی الآية لايدل علی تكراره۔ (شامی ص: ۴۴۷ ج: ۱۔ كراچی)۔

شک کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم

سوال (۳۲۹): زید پر سجدہ سہو واجب نہیں تھا لیکن اس نے اس شک میں کہ شاید مجھ پر سجدہ سہو واجب ہو گیا اس نے سجدہ سہو کرلیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر اس نے دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا ہے تو نماز ہوگئی اور اگر صرف ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا ہے تو نماز واجب الاعادہ ہے چونکہ دوسرا سلام پہلے سلام کی طرح واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/ ۵۴۸)(۱)

"**ولفظ السلام مرتين فالثاني واجب على الاصح**" (الدرالمختار: ۱/ ۳۱۴)(۲)

لہٰذا ایسے موقع پر دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرے۔ صاحب ہدایہ اسی کے قائل ہیں کہ عام حالات میں بھی دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) امداد الفتاویٰ ج: ۱ ص: ۵۴۸ قدیم۔

(۱) الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ص: ۳۱۷/ ج: ۱ نعمانیہ۔

ويجب لفظ السلام مرتين فى اليمين واليسار للمواظبة۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص: ۲۵۱ دار الكتاب)۔

مجمع الأنہر ص ۱۳۳ ج: ۱ فقیہ الامت۔

ثم قيل الثانية سنة والأصح أنها واجبة كالأولى۔ (حلبى كبيرى ص: ۳۳۷ لاهور)۔

سورہ فاتحہ کے تکرار سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال (۳۳۰): زید سورہ فاتحہ مکمل کرنے کے بعد بھول گیا یہ سوچ کر کہ میں نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھا ہے دوبارہ پڑھنا شروع کر دیا، ختم پر یاد آیا کہ میں فاتحہ پڑھ چکا ہوں، کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

فرض کی پہلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے تکرار سے سجدہ سہو واجب ہوجائے گا۔ ''ان تکرار الفاتحة فی الاولیین یوجب السهو '' (مجمع الانہر(۱): ۱/۱۴۸، کذا فی الہندیہ: (۲) ۱/۱۲۶، ورد المحتار: ۱/۳۰۹) (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (مجمع الأنہر ص ۲۲۰ ج:۱) مکتبہ فقیہ الامت۔

(۲) وفی الهندیه ص:۱۲۶ ج:۱۔ مکتبه رشیدیه پاکستان۔

(۳) وفی الشامی ص:۳۰۹ ج:۱۔ مکتبه نعمانیه۔

تاتارخانیہ ص:۳۹۱/ ج:۲۔ زکریا بک ڈپو دیوبند۔

فجر کی نماز میں التحیات پڑھنے کے بعد کھڑے ہونے کا حکم

سوال (۳۳۱): فجر کی فرض نماز کی آخری رکعت میں التحیات پڑھنے کے بعد کھڑے ہوجانے پر غلطی کا احساس ہوا بیٹھ گیا التحیات دوبارہ پڑھ کر سجدہ سہو کریں گے۔

محمد خلیل انصاری شاہ گنج

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) إن كان زمن التفكر زائداً عن التشهد قدر أداء ركن وجب عليه سجود السهو لتأخيره واجب القيام للثالثة وإلّا أى إن لم يكن تفكّره قدر أداء ركن لا يسجد لكونه عفواً۔ وتحته فى الطحطاوى:۔ ولم يبثينوا قدر الركن وعلى قياس وما تقدّم أن يعتبر الركن مع سنّة وهو مقدار يتلاث تسبيحات۔ (طحطاوى على المراقى ص:۴۷۴ دار الكتاب)۔

فعند الإمام طويله ما يمكن فيه أداء ركن ولؤ بلا سنّة وهو مقدار سبحان اللّٰه مرّةً۔ وعند الثانى أى أبى يوسف ما يسع أداء ركن بسنّة وهو قدر ثلث تسبيحات وهو المختار۔ (اعلاء السنن ص۱۶۳ ج:۷) ادارة القرآن، كراچی۔

أمّا إن طال تفكّره بأن كان مقدار ما يمكنه أن يؤدى فيه ركناً من أركان الصلاة كالركوع والسجود أولم يطل: فان لم يطل تفكّره فلا سهو عليه..... لأنّه إذا لم يبطل لم يوجد سبب الوجود الأصلى وهو ترك الواجب أو تغيير فرض أو واجب عن وقته الأصلى۔ (البدائع الصنائع ص:۴۰۲ ج:۱) زكريا۔ (وفى الشامى ص:۶۷۷ ج:۲) اشر فيه۔

أكثر المشائخ على أنّ سجود السهو يجب بستة أشياء: بتقديم ركن وبتأخير ركن، وبتكرار ركن، وبتغير واجب، وبترك واجب، وبترك سنّة يضاف إلى جميع الصلاة۔ (تاتارخانيه ص:۳۸۷،۳۸۸ ج:۲) زكريا۔

قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۲): امام صاحب بھولے سے قعدہ اخیرہ کرنے کے بجائے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے، ایا قعدہ کی طرف لوٹ آئے گا یا نہیں؟ اگر لوٹ آیا تو کیا سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا؟ اور اگر نہیں لوٹا تو نماز کا کیا حکم ہے؛ تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام قعدہ اخیرہ کے بجائے بھولے سے کھڑا ہو گیا تو اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آنے پر تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور تاخیر سلام کی وجہ سے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرلے تو نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ اگر سجدہ کرلیا اور اس سے پہلے قعدہ کی طرف نہیں لوٹا تو نماز فاسد ہوگئی، نماز کو پھر سے دوبارہ پڑھنا لازم اور ضروری ہوگا۔

کما فی الهداية وان سهى عن القعدة الاخيرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة مالم يسجد لان فيه اصلاح صلاته وامكنه ذالك ما دون الركعت بمحل الفرض قال والغى الخامسة لانه رجع الى شى محلة قبلها فيرتفض وسجد للسهو لانه اخر واجبا وان قيد الخامسة بسجدة بطل فرضه عندنا الى قوله، وتحولت صلاته نفلا الخ (ہدایہ (۱) ج ۱ ص ۱۳۹) هكذا فى العالمگيريه عن المحيط حيث قال، وان لم يقعد على راس الرابعة حتى قام الى الخامسة ان تذكر قبل ان يقيد الخامسة بالسجدة عاد الى القعدة. وفى الخلاصة يتشهد ويسلم ويسجد للسهو كذا فى التاتارخانيه وان قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا، وتحولت صلاته نفلا عند ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ (عالمگیری (۲) ج ۱ ص ۱۲۹، درمختار مع الشامی ج ۱

ص ۵۰۱)(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ہدایہ ص:۱۵۹/ج:۱ تھانوی۔

(۲) الفتاوی الہندیۃ ص:۱۲۹/ج ۱ رشدیۃ۔

(۳) الدر المختار علی الدر المختار ص:۵۰۱/ج:۱ نعمانیہ۔

وإن سها عن القعود الأخير عاد مالم يسجد وسجد للسهو لتأخيره فرضه القعود به وردت السنة عاد النبى صلى الله عليه وسلم بعد قيامه إلى الخامسة مسجد للسهو۔ (مراقی الفلاح مع نور الإيضاح مع الطحطاوی ص:۴۶۸ دار الکتاب)۔

قرأۃ فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھ لیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۳): اگر کوئی شخص قیام میں بھولے سے سورہ فاتحہ سے پہلے تشہد پڑھ لے تو کیا سجدہ سہو لازم ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سورہ فاتحہ سے پہلے بھول کر تشہد پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا، اس کے بغیر نماز مکمل ادا ہوتی ہے، ولو تشهد فى قيامه قبل قرآة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح (فتاوی ہندیہ (۱) ج ۱ ص ۱۲۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ ہندیہ ج:۱ ص:۱۲۷ رشدیہ۔ کراچی۔

ولو قرأ قائما أو راكعاً أو ساجداً لا سهو عليه لأن التشهد ثناء والقيام موضع الثناء والقراءة۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۲،ص:۳۹۷۔ زکریا۔

تبیین الحقائق ص:۱/ ۱۹۳۔امدادیہ ملتان۔

البحرالرائق ص ۲/ ۹۷۔ایچ ایم سعید کراچی۔

دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ملانا بھول گیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۴): زید نے نماز پڑھائی اور دوسری رکعت میں سورت ملانا بھول گیا، یاد آنے پر سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرلی، تو آیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

سورت کا ملانا واجب ہے، اور ترک واجب کی صورت میں سجدہ سہو کے ساتھ نماز صحیح ہو جاتی ہے، خلاصہ یہ کہ صورت مذکورہ میں نماز صحیح ہوگئی۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولو سها عن الفاتحه فيهما أو فى احداهما أو عن السورة فيهما أو فى احداهما فعليه السهو۔ (بدائع الصنائع ج:۱،ص:۴۰۵۔ زكريا)۔

ويجب بترك الواجب رأسا۔ نحو ان يترك القعدة الأولى او لقنوت او تكبيرات العيد أو غير ذلك من الواجبات۔ (حلبى كبير ص:۴۵۷۔ سهيل پاكستان)۔

لو ترك الفاتحه أو اكثرها فى الاوليين وجب عليه سجود السهو ولو قرأ الفاتحه وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو۔ (تبيين الحقائق ج:۱، ص:۱۹۳۔ امداديه ملتان۔

باب سجود التلاوة

سننے والے کو آیت سجدہ کا علم نہیں

سوال (۳۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ مسجد میں بہت سے لوگ تلاوت کلام اللہ کرتے ہیں اور اس کے اندر آیت سجدہ بھی پڑھی جاتی ہے اور سننے والے کو معلوم نہیں کہ آیت سجدہ ہے یا کوئی غیر سجدہ آیا اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

آیت سجدہ کو سراً پڑھنا مستحسن ہے اس لئے قاری کو اس کا خیال رکھنا چاہئے جیسا کہ صاحب ملتقی الابحر نے تصریح کی ہے **واستحسن اخفاءها عن السامعين** ج ا ص ۱۶۰۔

لیکن اگر کسی نے جہراً پڑھ دیا اور دوسروں نے سن لیا تو سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے خواہ اس آیت کا آیت سجدہ ہونا سامع کو معلوم ہو یا نہ ہو چونکہ سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کے اسباب تین ہیں (۱) تلاوت۔ (۲) سماع۔ (۳) اقتداء۔ ان اسباب میں سے کوئی ایک سبب بھی اگر متحقق ہوگیا تو سجدہ تلاوت واجب ہوجائے گا۔ (کذا فی الدر (۱) المختار ج ۱ ص ۷۷) **ذكر في المجتبى ان الموجب للسجدة احد ثلاثة التلاوة والسماع والائتمام وظاهره انها اسباب ثلاثة وبه صرح في الحليه وبعد اسطر اما لو كانت بالعربية فانه يجب بالاتفاق فهم اولا الخ** نیز سماع میں یہ بھی تعمیم ہے کہ خواہ سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو بہر صورت سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے **كذا في ملتقى (۲) الابحر ج ۱ ص ۲۵۶ وتجب على من سمع لو غير قاصد الخ**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار: ج:۱ص: ۱۰۴۔ ایچ ایم سعید۔

(۲) ملتقی الابحر: ج:۱ص: ۲۳۶۔ فقیہ الامۃ۔

وہکذا فی حاشیۃ ابن عابدین: ج:۲ص: ۶۹۶۔ اشرفیہ۔

ملتقی الابحر: ج:۱ص: ۲۳۲۔ فقیہ الامۃ۔

وکذا اذا سمع ولم یعلم ولم یفهم وجب علیه السجدۃ۔

قوله: فان الصحابة رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔

قالوا: السجدۃ علی من سمعها۔

(الفتاویٰ التاتارخانیة) ج:۲ص: ۴۶۱۔ زکریا۔

سجدۂ صلوتیہ سے سجدۂ تلاوت ادا ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدۂ تلاوت نہیں بلکہ نماز کا رکوع وسجدہ کیا اور اسی میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کی پھر مقتدیوں میں سے بعض حضرات کو معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھی گئی اور بعض حضرات اس سے جاہل رہے جن کو معلوم ہوا انہوں نے سجدہ تلاوت کی نیت کی اور جنہیں معلوم نہیں ہوا وہ کیا کریں آیا جو لوگ جاہل ہیں ان کا سجدہ تلات ادا ہوگا یا نہیں مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

رکوع سے سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لئے امام ومقتدی کا نیت کرنا ضروری ہے بخلاف سجدہ صلبیہ کے اس میں نیت کی ضرورت نہیں جب امام ومقتدی سجدہ میں جائیں گے تو سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جائے گا خواہ مقتدی کو معلوم ہو یا نہ ہو (کذافی الدر المختار ج ۱ ص ۷۲۴) (۱)

نعم لو رکع وسجد لها فورًا ناب بلانیة الخ (قوله نعم رکع وسجد لها) أی للصلٰوۃ فورا ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوۃ بلانیة تبعًا لسجود امامه لما مر آنفًا انها تؤدی بسجود الصلٰوۃ فورا وان لم ینو الخ (رد المحتار(۲) ج۱ ص ۷۲۴) وهکذا فی مجمع الانهر(۳) شرح ملتقی الابحر ج۱ ص ۱۵۸ وهکذا فی الدر المنتقی علی هامش مجمع الانهر ج۱ ص ۱۶۰)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار: ج: ۲ ص: ۱۱۲۔ کراچی۔

(۲) وکذا: حاشیۃ ابن عابدین ج: ۲، ص: ۷۰۶۔ اشرفیہ۔

وکذا: رکع ونوی السجدۃ بجزیہ قیاسا الخ۔ (ہندیہ: ج: ۱، ص: ۱۳۳) رشیدیہ۔

(۳) مجمع الانہر ج: ۱، ص: ۲۳۴۔ فقیہ الامۃ دیوبند۔

و کذا وتؤدی برکوع الصلاۃ اذا کان الرکوع علی الفور ان نواہ بسجودها کذلك۔

آیتِ سجدہ کا علم نہ ہوتب بھی سجدہ واجب ہے؟

سوال (۷۳۳): مسجد میں بہت سے لوگ تلاوت کلام اللہ کرتے ہیں اور اس کے اندر آیت سجدہ بھی پڑھی جاتی ہے اور سننے والے کو معلوم نہیں کہ آیتِ سجدہ ہے یا نہیں آیا اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

آیت سجدہ کو سراً پڑھنا مستحسن ہے اس لئے تالی کو اس کا خیال رکھنا چاہئے جیسا کہ صاحب ملتقی الابحر(۱) نے تصریح کی ہے واستحسن اخفاؤها عن السامعین ج۱

ص ۱۶۰۔لیکن اگرکسی نے جہراً پڑھ دیا اور دوسروں نے سن لیا تو سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے خواہ اس آیت کا آیت سجدہ ہونا سامع کو معلوم ہو یا نہ ہو چونکہ سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کے اسباب تین ہیں: (۱) تلاوت۔(۲) سماع۔(۳) اقتداء۔ان اسباب میں سے کوئی ایک سبب بھی اگر متحقق ہوگیا تو سجدۂ تلاوت واجب ہوجائے گا۔(کذافی (۲) ردالمحتار ج۱ص ۷۱۷)**ذکر فی المجتبیٰ ان الموجب للسجدۃ احد ثلاثۃ. التلاوۃ والسماع والائتمام وظاھرہ انما اسباب ثلاثۃ وبہ صرح فی الحلیۃ وبعد أسطر امالو کانت بالعربیۃ فانہ یجب بالاتفاق فھم اولا** الخ نیز سماع میں یہ بھی تعمیم ہے کہ خواہ سننے کاارادہ ہو یا نہ ہو بہرصورت سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے (کذافی ملتقی الابحر (۳) ج۱ص ۱۵۶)**وتجب علیٰ من سمع ولو غیر قاصد.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر: ج:۱رص:۲۳۶ فقیہ الامۃ۔

(۲) ردالمحتار: ج:۲رص:۱۰۵۔۱۰۴۔ایچ ایم سعید۔

(۳) مجمع الانہرج:۱رص:۲۳۲۔فقیہ الامۃ۔

آیت سجدہ پر سجدہ کے بجائے رکوع کرلیا، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۳۸): امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا بلکہ نماز کا رکوع وسجدہ کیا اور اسی میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کی پھر مقتدیوں میں بعض حضرات کو معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھی گئی اور بعض حضرات اس سے جاہل رہے جن کو معلوم ہے انہوں نے سجدۂ تلاوت کی نیت کی اور جنہیں معلوم نہیں وہ کیسے کرسکتے ہیں؟ آیا جولوگ جاہل ہیں ان کا سجدۂ تلاوت اداہوگایا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

رکوع سے سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لئے امام ومقتدی کا نیت کرنا ضروری ہے بخلاف سجدۂ صلبیہ کے اس میں نیت کی ضرورت نہیں جب امام ومقتدی سجدہ میں جائیں گے تو سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جائے گا خواہ مقتدیوں کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ (کذا فی الدر المختار ج۱ ص ۷۲۴)

نعم لو رکع وسجد لها فورًا ناب بلا نیة الخ (قوله نعم لو رکع وسجدها) ای للصلوٰة فورا ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلا نیة تبعًا لسجود امامه لما مر آنفا انها تؤدی بسجود الصلوٰة فورا وان لم ینو الخ (رد المحتار(۱) ج۱ ص ۷۲۴) وهکذا فی الدر المنتقی علی هامش مجمع الانهر (۲) ج۱ ص ۱۶۰۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص: ۷۰۹۔ ۷۰۸۔ اشرفیہ۔

(۲) وکذا فی مجمع الانہر ص ۲۳۳ / ج: ا فقیہ الامت۔

وکذا فی الفتاویٰ الہندیہ ص: ۱۹۳ / ج: ۱۔ زکریا۔

وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ ص ۴۷۷ / ج: ۲۔ زکریا۔

آیت سجدہ کو لکھنے سے سجدہ کا حکم

سوال (۳۳۹): ایک آدمی نے سجدہ کی آیت کو کسی کاغذ پر لکھا اس کو نہ زبان سے پڑھا نہ کسی سے سنا اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

آیتِ سجدہ کے محض لکھنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔ ولا تجب السجدة

بکتابۃ آیۃ السجدۃ لانہ لم یقرأ ولم یسمع. (الفتاویٰ (۱) الخانیۃ ج ۱ ص ۱۵۷ کذا فی البحر الرائق (۲) ج ۲ ص ۱۲۸ وفتح القدیر (۳) ج ۲ ص ۴۶۶ ورد المحتار (۴) ج ۱ ص ۵۱۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الخانیۃ علی ہامش الہندیۃ۔

(۲) البحر الرائق ج:۲ ص:۱۲۸ سعید۔

لا تجب بالکتابۃ او النظر من غیر تلفظہ لانہ لم یقرأ ولم یسمع۔ (حلبی کبیر ص ۵۰۰، اشرفیۃ)۔

وکذالک لو کتب القرآن لا تجب علیہ السجدۃ۔ (التاتارخانیۃ ص۴۶۲ ج:۲) زکریا۔

(۳) لا تجب بکتابۃ۔ (فتح القدیر ص:۱۴، ج:۲)۔

(۴) یجب بسبب تلاوۃ، وتحتہ فی الشامیۃ احترز عما لو کتبھا، أو تھجاھا فلا سجود علیہ۔ (شامی ص۵۷۵ ج:۲) زکریا۔

ٹیپ ریکارڈر ریڈیو سے آیت سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۰): ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ یا اس طرح کے آلہ جات سے قرآن سننے کی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح ٹیلی ویژن پر کہ اس میں قاری سامنے ہوتا ہے (یعنی قاری کی تصویر) جیسا کہ حرم مکہ میں ٹیلی ویژن پر تراویح ہونے کی صورت

میں ہوتا ہے جس میں آیاتِ سجدہ وغیرہ بھی پڑھی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر کہ اس میں قاری کا سامنے نہ ہونا ظاہراً معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً آواز اسی کی ہوتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ سے سنی ہوئی آیتِ سجدہ پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں **ولا تجب (ای سجدۃ التلاوۃ) بسماعه من الصدی والطیر** (درمختار(۱) ج ۲ ص ۵۱۷) **قوله من الصدی هو ما یجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاری ونحوها فی الصحاح** (درمختار ج ۲ ص ۵۱۷) **وهکذا فی الهندیة(۲) ناقلًا عن الخلاصة** ج ۱ ص ۱۳۲۔ ٹیپ وریڈیو سے نکلنے والی آواز صدی کی طرح ہے تو جس طرح صدی پر سجدہ واجب نہیں اسی طرح ٹیپ وریڈیو سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں، ٹیلی ویژن سے آیت سجدہ کے سننے پر سجدہ واجب ہے بشرطیکہ قاری موجود ہو اور اگر اس کی ریل بنا کر اسی کو سناتے ہوں تو اس صورت میں سجدہ واجب نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ۲/ ۷۰۲۔ (اشرفیہ)۔

(۲) **وإن سمعها من الصدی لا تجب علیه کذا فی الخلاصة۔** (الفتاویٰ الهندیة: ۱/ ۱۳۲، رشیدیة)

وإن سمعها من الصداء ویقال بالفارسیة بحواك وفی الظهیرة "آواز کوه" لا تجب علیه السجدة۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة ص ۲/ ۴۶۲، زکریا)

کذا فی خلاصة الفتاوىٰ۔ ۱/ ۱۸۴۔ (اشرفیہ)

کذا فی فتاویٰ قاضی خان ۱/ ۱۴۱۔ (دار الکتب العلمیة)

بعد نماز فجر سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال (۳۴۱): فجر کی نماز کے بعد تلاوت کرتے وقت سجدۂ تلاوت کرنا چاہئے یا سورج نکلنے کے بعد کرنا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

فجر کی نماز کے بعد بھی سجدۂ تلاوت جائز ہے۔ **کما فی الشامی(۱) والهنديه (۲)**

الجواب صحیح — فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالحلیم — حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۲) صلاة الجنازة وسجدة التلاوة لو وجبتا فى هذا الوقت وأديتا فيه جاز ولكن ألأفضل فى سجدة التلاوة تاخيرها ۔ (الفتاوىٰ الهندية ص:۵۲ ج:۱۔ رشيدية)۔

(۱) فلو وجبتا فيها لم يكره فلهما أى تحريماً ۔ وفى التحفة الأفضل أن لا تؤخر الجنازة۔ (شامى ص:۳۷۴ ج:۱۔ كراچى)۔

ومنع عن الصلاة۔ سجدة التلاوة المتلوة فى غيرهذه الأوقات۔ (سكب الأنهر ص:۱۱۰ ج:۱،فقيه الامت)۔

إذا تلا آية السجدة فى هذه الأوقات فالأفضل أن لا يسجد ولو سجدها جاز لا يعيد۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ص:۴۰۸ ج:۱۔ كراچى)

سجدہ تلاوت سے اٹھ کر سورہ فاتحہ پڑھ دیا کیا حکم ہے؟

سوال (۳۴۲): زید حالتِ نماز میں قرأت کر رہا تھا اس کو سجدہ تلاوت لاحق ہوگیا وہ فوراً اس کی ادائیگی کے لئے سجدہ میں چلا گیا۔ سجدے سے اٹھنے کے بعد اس نے پھر سورہ فاتحہ پڑھ لیا بایں صورت اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں دونوں صورتوں میں دلائل کے

ساتھ مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے نیز اگر سورہ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورت پڑھ لے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا، سورہ فاتحہ کے بعد بغیر دوسری سورت پڑھے معاً دوبارہ سورہ فاتحہ پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ (کذا فی الطحطاوی (۱): ۲۵۰) **ولو كرّر الفاتحة أو بعضها فی أحد الاولیین قبل السورة سجد للسهو الخ.**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۲۴۹ دار الکتاب۔

ولو كرر الفاتحه فی الأولين فعليه السهو لتاخير السورة۔ (البحر الرائق ص:۹۷ ج:۲۔ سعيد)۔

وكذا ترك تكرارها: وفی الشامية: فلو قرءها فی ركعة من الأولين مرتين وجب سجود السهو لتاخير الواجب وهو السورة كما فی الذخيرة وغيرها۔ (شامی ص:۳۰۹ ج:۱۔ نعمانيه)

إن تكرار الفاتحه فی الأولين يوجب السهو۔ (مجمع الأنهر ص۲۲۰ ج:۱۔ فقيه الامت)۔

ولو كررها أی الفاتحه سهواً لا يجب سجود السهو لأن ما بعد الأولين لا ينعين القراءة إن شاء قرء وإن شاء سكت الخ۔ (حلبی كبيری ص۲۹۵ لاهور)۔

ریڈیو، ٹیپ، ٹیلی ویژن اور لاؤڈ اسپیکر پر قرآن سننے کی صورت میں آیات سجدہ پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال (۳۴۳): ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، یا اس طرح کے آلات سے قرآن سننے کی صورت میں سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح ٹیلی سے ٹیلی ویژن پر کہ اس میں قاری سامنے ہوتا ہے (یعنی قاری کی تصویر) جیسا کہ حرم مکہ میں ٹیلی ویژن پر تراویح ہونے کی صورت میں ہوتا ہے جس میں آیاتِ سجدہ وغیرہ بھی پڑھی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر کہ اس میں قاری کا سامنے نہ ہونا ظاہراً معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتاً آواز اسی کی ہوتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ سے سنی ہوئی آیتِ سجدہ پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں **ولا تجب (ای سجدۃ التلاوۃ) بسماعه من الصدی والطیر** (درمختار(۱) ج۱ ص ۵۱۷) **قوله من الصدی هو ما یجیبك مثل صوتك فی الجبال والصحاری ونحوها کما فی الصحاح وهکذا فی الهندیة(۲) ناقلًا عن الخلاصة(۳)** (۱/ ۱۳۲) ٹیپ وریڈیو سے نکلنے والی آواز صدی کی طرح ہے۔

جس طرح صدی پر سجدہ نہیں، اسی طرح ٹیپ سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں، ٹیلی ویژن سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ واجب ہے، بشرطیکہ قاری موجود ہو اور اگر اس کی ریل بنا کر بار بار سناتے ہوں تو ایسی صورت میں سجدہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب — الجواب صحیح بندہ عبد الحلیم غفرلہ

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی — الجواب بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع شامی ص:۱۰۸ ج:۲۔ مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی پاکستان۔

(۲) ولا تجب اذا سمعها من طیرھوا المختار۔۔۔۔ وان سمعها من الصدیٰ لا تجب علیه۔ (ھندیه ص:۱۳۲ ج:۱، مکتبه ماجدیه عیدگاه پاکستان۔

(۳) خلاصة الفتاویٰ ص۱۸۴ ج:۱، مکتبه اشرفیه دیوبند۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص:۴۸۶۔ دار الکتاب۔

باب التراویح

عورتوں کیلئے جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

کیا منشاء ہے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا مسئلہ ذیل کے بارے میں مدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں:

سوال (۳۴۴): (۱) حافظ عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲) اگر پڑھا سکتا ہے تو مردوں میں سے ایک یا دو مقتدی کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۳) عورتوں کا محرم ہونا ضروری ہے یا نہیں یعنی صرف محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا غیر محرم کو بھی، صرف غیر محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں یا محرم عورتیں اور غیر محرم عورتیں دونوں ساتھ میں ہوں تو بھی کافی ہے یا نہیں؟

سوال: (۴) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں یعنی اس کی آواز ستر بنے گی یا نہیں؟

سوال: (۵) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی غیر محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ستر ہونے کی بنا پر لقمہ نہیں دے سکتی تو پردہ سے مرد نامحرم عورت سے گفتگو بھی نہیں کرسکتا؟

سوال: (۶) اور حافظ امام اور محرم مقتدی یا غیر محرم مقتدی یا محرم اور غیر محرم مقتدی کے درمیان حائل ہونا ضروری ہے یا نہیں اور اگر حائل ہونا ضروری ہو تو اس کی کیا نوعیت ہوگی؟ **اوضحوا تثابوا**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) حافظ مرد عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے جائز ہے جیسا کہ ابتدائے

اسلام میں عورتیں مسجد میں جا کر مردوں کی اقتداء میں نمازیں ادا کیا کرتی تھیں لیکن امام کو چاہئے کہ محاذات کا خیال رکھے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی نیز صحتِ اقتداء عورت کے لئے امام کا نیت کرنا ضروری ہے۔

ونية الرجل الامامة شرط لصحة اقتداء النساء به الخ (مراقی الفلاح ص ۱۵۸)(۱)

ويصح اقتداء المرأة بالرجل فی صلوة الجمعة وان لم ينو امامتها وكذا فی العيدين وهو الاصح كذا فی الخلاصه۔ (عالمگیری (۲) ج ا ص ۸۵ الفصل الثالث)

فی بيان من يصلح إمامًا لغيره عالمگیری کی مذکورہ عبارت سے صحت امامت پر استدلال کر سکتے ہیں **اقول والحاصل ان كلا من الامام والمقتدی اما ذكر او انثی او خنثی وكل منهما اما بالغ او غيره فالذكر البالغ تصح امامتهٗ للكل الخ** (شامی ج ا ص ۳۸۸)(۳)

(۲) کم از کم ایک مرد کا ہونا ضروری ہے ورنہ نماز مکروہ ہوگی اور اگر مرد نہ ہو تو محرم میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے، جیسے ماں، بہن، بیوی وغیرہ۔ اس صورت میں بھی کراہت مرتفع ہو جائے گی اور اگر نہ کوئی مرد ہو اور نہ ہی محرم میں سے کوئی ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔ (كذا فی تنوير الابصار مع الدر (۴) المختار ج ا ص ۳۸۱)

كما تكره امامة الرجل لهن فی بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه كاخته او زوجته او امته اما اذا كان معهن واحد ممن ذكر او امّهن فی المسجد لا يكره الخ

(۳) صرف غیر محرم کو بھی پڑھا سکتا ہے مگر مکروہ ہے جیسا کہ سوال نمبر ۲ کی عبارت تنویر الابصار سے ظاہر ہے **كما تكره امامة الرجل الخ**

اور اگر غیر محرم عورتوں میں محرم عورتیں ہوئیں تو کراہت ختم ہو جائے گی پھر مرد کی کوئی

ضرورت نہیں ہے۔ اما اذا کان معھن واحد ممن ذکر الخ لا یکرہ الخ

(۴) محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے محرم عورت کی آواز محرم مرد کے لئے ستر نہیں ہے۔

(۵) فرع صرح فی النوازل بان نغمة المرأة عورة وبنی علیه ان تعلمها القرآن من المرأة احب الی من الاعمیٰ قال لان نغمة المرأة عورة ولذا قال علیه السلام التسبیح للرجل والتصفیق للنساء فلا یحسن ان یسمعها الرجل انتهی کلامه وعلی هذا لو قیل اذا جهرت بالقراءة فی الصلوة فسدت کان متجهًا ولذا منعها علیه الصلوة والسلام من التسبیح بالصوت لا علام سهوه الی التصفیق الخ (فتح القدیر (۵) ج۱ ص ۲۲۷ وفی البحر الرائق (۶) فی باب شروط الصلوة ج۱ ص ۲۷۰)

وصرح فی النوازل بان نغمة المرأة عورة الخ فلا یجوز ان یسمعها الرجل ومشی علیه المصنف فی الکافی فقال ولا تلبی جهرًا لان صوتها عورة ومشی علیه صاحب المحیط فی باب الاذان الخ وفی شرح المنیة الاشبه ان صوتها لیس بعورة وانما یؤدی الی الفتنة کما علل به صاحب الهدایه وغیره فی مسئلة التلبیة وانما منعهن من رفع الصوت بالتسبیح فی الصلوة لهذا المعنی ولا یلزم فی حرمة رفع صوتها بحضرة الجانب ان یکون عورة کما قدمناه الخ

وفی حاشیة منحة الخالق علی البحر (۷) الرائق ج۱ ص ۲۷۰ وقد یقال المراد بالنغمة ما فیه تمطیط وتلیین لا مجرد الصوت والا لما جاز کلامها مع الرجال اصلًا لا فی بیع ولا غیره ولیس کذالك ولما کانت القراءة مظنة حصول النغمة معها منعت من تعلیمها من الرجل الخ وفی کنز الدقائق و کره اذان الجنب واقامته واقامة المحدث واذان المرأة الخ قال صاحب البحر الرائق واما اذان المرأة

الخ فلانها منهيّة عن رفع صوتها لانه يؤدی الى الفتنة بحرج ا ص ۲۷۷۔(۹)
و کره اذان الجنب ويعاد كاذان المرأة الخ (ملتقی الابحر ج ا ص ۷۸) لان المرأة ان رفعت صوتها فقد باشرت منكر الان صوتها عورة الخ اقول وفيه كلام لان صوتها مطلقا ليس بعورة والا يستلزم ان يكره تكلمها مع الاجنبی وليس كذالك بل يكره رفع صوتها تدبر الخ (مجمع الانہر ج ا ص ۷۸) (۸)

وصوتها على الراجح الخ (الدر المختار ج ا ص ۴۷۴) (۱۰) باب شروط الصلوٰة قوله وصوتها معطوف على المستثنى يعنى انه ليس بعورة الخ
مذکورہ بالا عبارات فقہیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر غیر محرم عورت لقمہ دے دے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ مکروہ ہے اس لئے کہ عورت کے لئے رفع صوت مکروہ ہے اگر چہ صاحب رد المحتار نے راجح اسی کو قرار دیا ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن عورت کی اذان بالاتفاق مکروہ ہے اور اس کی علت صوت العورۃ عورۃ ہی لکھتے ہیں۔

(۶) عورتیں خواہ محرم ہوں یا غیر محرم حائل کا ہونا ضروری ہے ورنہ محاذات کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام کے پیچھے ہوئی تب نماز ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی کپڑے کا پردہ بیچ میں ٹانگ دیں تا کہ پورے طور پر پردہ ہو جائے۔ ويقف الواحد ولو صبيا اما الواحدة فتتأخر الخ (تنویر الابصار مع الدر المختار ج ا ص ۳۸۱) (۱۱) قوله اما الواحدة فتتأخر فلو كان معه رجل ايضا يقيمه عن يمينه والمرأة خلفها ولو رجلان يقيمهما خلفه والمرأة خلفهما بحر وتأخر الواحدة محله اذا اقتدت برجل لا بامراءة مثلها الخ (رد المحتار ج ا ص ۳۸۱) (۱۲)

ولا حائل بينهما أقله قدر ذراع فی غلظ الاصبع او فرجة اتسع الرجل الخ (الدر المختار ج ا ص ۳۸۵) وفی الشامی وفی معراج الدرایه ولو كان بينهما فرج اتسع الرجل او اسطوانة قيل لا تفسد وكذا اذا قامت

امامه وبينهما هذه الفرجة الخ (ج ا ص ۳۸۵)

الا يرى لو كان بين صف النساء وصف الرجال سترة قدر مؤخرة الرحل كان ذالك سترة للرجال ولا تفسد صلوة واحد منهم الخ (عالمگیری ج ا ص ۸۸)

وأدنى الحائل قدر مؤخرة الرحل وغلظه غلظ الاصبع والفرجة تقوم مقام الحائل وادناه قدر ما يقوم فيه الرجل كذا فى التبيين الخ (فتاویٰ ہندیہ (۱۳) ج ا ص ۸۸)۔

والمرأة تتناول الاجنبية والامة والحليلة والصغيرة المشتهاة والكبيرة التى يتنفر عنها الرجال (هكذا فى الكفاية وهكذا فى مراقى الفلاح طحطاوی ص ۱۸۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) حاشیۃ الطحطاوی: ۲۹۰/ دار الکتاب۔

(۲) الفتاویٰ الھندیۃ: ج: ۱/ص: ۸۵۔ رشیدیہ۔

(۳) الشامی: ج: ۲/ص: ۳۸۷ اشرفیہ۔

(۴) الدر المختار ج: ۲/ ۳۶۸ اشرفیہ۔

(۵) فتح القدیر: ج: ۱/ص: ۳۲۷ احیاء التراث، بیروت۔

(۶) البحر الرائق: ج: ۱/ص ۳۷۰۔ ایچ ایم سعید کراچی۔

(۷) وفی حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ج: ۱ ص ۳۷۰ ایچ ایم سعید کمپنی۔

(۸) مجمع الانہر: ج: ۱/ص: ۱۱۸۔ فقیہ الامت دیوبند۔

(۹) البحر الرائق ج: ۱/ص: ۳۷۰ ایچ ایم سعید۔

(۱۰) ابن عابدین: ج: ۲/ص: ۹۶۔ اشرفیہ۔

(۱۱) ابن عابدین: ج: ۲/ص: ۳۶۸۔ اشرفیہ۔

(۱۲) ابن عابدین: ج: ۲/ ۳۸۰۔ اشرفیہ۔ (۱۳) الفتاویٰ الھندیہ: ج: ۱/ص: ۸۹۔ ۸۸۔ رشیدیہ۔

عشاء کی نماز کے فساد کا علم دوسرے روز ہوا کیا وتر اور تراویح کا بھی اعادہ واجب ہے

مکرم المقام واجب الاحترام جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم
السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ بعد تسلیمات عرض یہ ہے کہ

سوال (۳۴۵): اگر عشاء کی نماز کسی وجہ سے واجب الادا ہوا اور دوسرے دن پتہ چلا کہ عشاء کی نماز دہرانی پڑے گی تو کیا اس صورت میں وتر اور تراویح بھی دہرانی پڑے گی یا صرف عشاء کی نماز؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مکرمی زید کرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ

رمضان شریف میں اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز واجب الاعادہ ہو اور کل ہو کر اس کی اطلاع ملے تو ایسی صورت میں صرف عشاء کی نماز لوٹائی جائے گی تراویح نہیں چونکہ تراویح کی قضاء نہیں ہے نہ منفرداً نہ جماعت کے ساتھ **کذا فی الطحطاوی(۱) علی المراقی** ص ۲۳۱ و ۲۲۷ اور وتر کی قضا بھی لازم ہے بشرطیکہ سبب فساد اس کو بھی عارض ہو ورنہ نہیں۔ مثلاً بغیر وضو کے عشاء وتراویح ووتر پڑھادی تو اس صورت میں عشاء اور وتر کی قضا لازم ہے تراویح کی نہیں اور اگر سبب فساد وتر کو عارض نہ ہو تو صرف عشاء کی نماز کا اعادہ ہوگا وتر کا نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

لو صلى الوتر قبل العشاء ناسياً، أو صلا هما فظهر فساد العشاء دون الوتر، فأنه يصح الوتر ويعيد العشاء وحدها عند ابي حنيفة ح: لان الترتيب يسقط بمثل هذا العذر۔ (فتاویٰ الہندیہ ص ۱۰۸، ج:۱) زکریا جدید۔

امام صلى العشاء على غير وضوء، وهو لا يعلم ثم صلى بهم امام اخر لتراويح، ثم علموا فعليهم ان يعيدوا العشاء والتراويح۔ (فتاویٰ التاتارخانیۃ ص:۳۲۲/ ج:۲) زکریا۔

(۱) لو تبين فساد العشاء دون التراويح والوتر اعادوا العشاء ثم التراويح دون الوتر عند ابي حنيفة بوقوعها نافلة مطلقة بوقوعها فى غير محلها هو الصحيح۔

(حاشیۃ الطحطاوی ص:۴۱۳، دار الکتاب دیوبند)۔

پندرہ سال کالڑکا تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا حافظ ہے جس کی عمر پندرہ سال ہے اب یہ لڑکا تراویح سنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جب بچہ کی عمر پندرہ سال کی ہوجائے تو شرعاً وہ بالغ ہوجاتا ہے فرائض وتراویح وغیرہ پڑھا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ کذا فی کتب الفقه۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وبلوغ الغلام بالاحتلام والانزال والاحبال اذا وطئى أى مع روية الماء والاحتلام يكون فى النوم فاذا احتلم وانزل عن شهوة حكم ببلوغه والإنزال

يكون فى اليقظة والنوم وقال ابو يوسف رحمه الله ومحمد رحمه الله اذا تم للغلام والجارية خمس عشرة فقد بلغا۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ج:۱ص:۳۱۵، کراچی)

وقال أبو يوسف ومحمد رحمه الله اذا تم للغلام والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا وهو رواية عن ابي حنيفة رحمه الله۔ (ہدایہ: ج:۳ص:۳۵۸ تھانوی)

وکذا فی فتح القدیر: ج:۸ص:۲۰۱۔ ادارہ احیائی التراث۔

وکذا فی البنایۃ: ج:۱۰ص۱۲۶۔ دار الفکر۔

تراویح پر اجرت کا حکم

سوال (۳۴۷): آج کل یہ رسم بن چکی ہے کہ حافظ تراویح پڑھاتے ہیں تو ان کو روپئے دیئے جاتے ہیں تو اس روپیہ کا کھانا حافظ کے لئے جائز ہے کہ نہیں اور اس کے پیچھے تراویح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حافظ خواہ طے کر کے یا بغیر طے کئے اس کو کچھ مل جائے اس کا لینا جائز نہیں ہاں اگر اس کو پانچ وقت یا چند وقت کا امام بنادیا جائے اور اس کی اجرت جتنی بھی ہے طے کرلی جائے تو اس کا لینا جائز ہے۔ **كما فى كتب الفقه فى باب الاجارة.**(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى اثمان. فالحاصل أن ماشاع فى زماننا قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز. (در المختار مع شامى ص۵٦ ج:٦. كراچى)

ولا تصح الإجارة لأجل الطاعات مثل الأذان والحج والإمامة وتعليم القران والفقه ويفتى اليوم بصحها تعليم القران والفقه والإمامة والأذان. (الدر

المختار مع شامی ص۵۵ ج:۶ کراچی۔

قال رجمه والفتویٰ الیوم علی جواز الاستئجار تعلیم القرآن وهو مذهب المتأخرین من مشائخ استحسنوا ذلك الخ۔ (تبیین الحقائق ص ۱۲۴ ج:۵ امدادیہ ملتان پاکستان)۔

حافظ، عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں

سوال (۳۴۸): حافظ، عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) اگر پڑھا سکتا ہے تو مردوں میں سے ایک یا دو مقتدی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ (۳) عورتوں کا محرم ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ صرف محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا غیر محرم کو بھی صرف غیر محرم عورتوں کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں یا محرم عورتیں اور غیر محرم عورتیں دونوں ساتھ میں ہوں یہ کافی ہے یا نہیں؟ (۴) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں؟ یعنی اس کے لئے محرم کی آواز ستر بنے گی یا نہیں؟ (۵) حافظ کو عورتوں میں سے اس کی غیر محرم عورت لقمہ دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر ستر ہونے کی بناء پر لقمہ دے سکتی ہے تو پردہ سے مرد نامحرم عورت سے گفتگو بھی نہیں کر سکتا۔ (۶) اور حافظ امام اور محرم مقتدی یا محرم اور غیر محرم مقتدی کے درمیان حائل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر حائل ہونا ضروری ہو تو اس کی کیا نوعیت ہوگی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) حافظ، عورتوں کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھا سکتا ہے جائز ہے جیسا کہ ابتداء اسلام میں عورتیں مسجد میں جا کر مردوں کی اقتداء میں نمازیں ادا کر لیا کرتی تھیں لیکن امام کو چاہئے کہ محاذات کا خیال رکھے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی نیز صحتِ اقتداء عورت کے لئے امام کا نیت کرنا ضروری ہے اس کا بھی خیال رکھے۔ ونیة الرجل الامامة شرط لصحة اقتداء النساء به مراقی الفلاح ص ۱۵۸۔ ویصح اقتداء المرأة بالرجل فی صلاة الجمعة وان لم ینو امامتها و کذا فی العیدین وهو الاصح کذا فی

الخلاصة عالمگیری ج ۱ ص ۸۵۔ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیرہ عالمگیری کی مذکورہ عبارت سے صحت امامت پر استدلال کر سکتے ہیں اقول والحاصل ان کلا من الامام والمقتدی اما ذکرًا او انثی او خنثی وکل منهما اما بالغ او غیر بالغ فالذکر البالغ تصح امامته للکل.
(شامی ج ۱ ص ۳۸۸)

(۲) کم از کم ایک مرد ہونا ضروری ہے ورنہ نماز مکروہ ہوگی اور اگر مرد نہ ہو تو محارم میں سے کسی کا ہونا ضروری ہے جیسے ماں، بہن، بیوی وغیرہ اس صورت میں بھی کراہت مرتفع ہو جائے گی اور اگر نہ کوئی مرد ہو اور نہ ہی محارم میں سے کوئی ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی کذا فی تنویر الابصار مع الدر المختار ج ۱ ص ۳۸۱۔ کما تکرہ امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیرہ ولا محرم منه کاخته او زوجته او أمته اما اذا کان معهن واحد ممن ذکر او امّهن فی المسجد لا یکرہ (بحر)

(۳) صرف غیر محرم کو بھی پڑھا سکتا ہے مگر مکروہ ہے جیسا کہ جواب ۲ کی عبارتِ تنویر الابصار سے ظاہر ہے کما تکرہ امامة الرجل الخ اور اگر غیر محرم عورتوں میں محرم عورتیں ہوں تو کراہت ختم ہو جائے گی پھر مرد کی کوئی ضرورت نہیں ہے اما اذا کان معهن واحد ممن ذکر الخ لا یکرہ.

(۴) محرم لقمہ دے سکتی ہے محرم عورت کی آواز محرم مرد کے لئے ستر نہیں ہے۔

(۵) (فرع) صرح فی النوازل بان نغمة المرأة عورة وبنی علیه ان تعلمها القرآن من المرأة احب الیّ من الاعمیٰ قال لان نغمتها عورة ولذا قال علیه الصلاة والسلام التسبیح للرجال والتصفیق للنساء فلا یحسن ان یسمعها الرجل انتهٰی کلامه وعلی هذا لو قیل اذا جهرت بالقراءة فی الصلاة فسدت کان متجهًا ولذا منعها علیه الصلاة

والسلام من التسبیح بالصوت لا علام صوته الی التصفیق. (فتح القدیر ج۱ ص ۲۲۷)

وفی البحر الرائق باب شروط الصلاۃ ج۱ ص ۲۸۵۔ صرح فی النوازل بان نغمۃ المرأۃ عورۃ الخ فلا یجوز ان یسمعھا الرجل ومشی علیہ المصنف فی الکافی فقال ولا تلبی جھرًا لان صوتھا عورۃ ومشی علیہ صاحب المحیط فی باب الاذان الخ وفی شرح المنیۃ بہ قال صاحب الھدایۃ وغیرہ فی مسألۃ التلبیۃ وانما منعھن من رفع الصوت بالتسبیح فی الصلاۃ لھذا المعنی ولا یلزم من حرمۃ رفع صوتھا بحضرۃ الاجانب ان یکون عورۃ کما قدمناہ الخ وفی حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ص ۲۸۵۔

وقد یقال المراد بالنغمۃ ما فیہ تطییط وتلیین لا مجرد الصوت والا لما جاز کلامھا مع الرجال اصلًا لا فی بیع ولا غیرہ ولیس کذالک ولما کانت القرأۃ مظنۃ حصول النغمۃ منھا منعت من تعلمھا من الرجل اھ۔

وفی کنز الدقائق و کرہ اذان الجنب واقامتہ واقامۃ المحدث واذان المرأۃ قال صاحب البحر الرائق واما اذان المرأۃ فلانھا منھیۃ عن رفع صوتھا لانہ یؤدی الی الفتنۃ. (البحر الرائق ج۱ ص ۲۷۷) وکرہ اذان الجنب ویعاد کاذان المرأۃ الخ (ملتقی الابحر ج۲ ص ۷۸) لان المرأۃ ان رفعت صوتھا فقد باشرت منکرًا لانہ صوتھا عورۃ الخ اقول وفیہ کلام لان صوتھا مطلقًا لیس بعورۃ والا یستلزم أن یکرہ تکلمھا مع الاجنبی ولیس کذالک بل یکرہ صوتھا تدبر (مجمع الانھر ج۱ ص ۷۸)

وصوتھا علی الراجح اہ (الدر المختار ج۱ ص ۴۷۴) باب شروط الصلاۃ

قوله وصوتها معطوف على المستثنى يعنى انه ليس بعورة.

مذکورہ بالا عبارات فقہیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر غیر محرم عورت لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ مکروہ ہے اس لئے کہ عورت کے لئے رفع صوت مکروہ ہے اگرچہ صاحب درمختار نے راجح اسی کو قرار دیا ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن عورت کی اذان باتفاقِ فقہاء مکروہ ہے اور اس کی علت صوت العورۃ عورت ہی لکھتے ہیں۔

(۶) عورتیں خواہ محرم ہوں یا غیر محرم، حائل کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ محاذات کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امام کے پیچھے ہوئی تو بھی نماز ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی کپڑے کا پردہ بیچ میں ٹانگ دیں تاکہ پورے طور پر پردہ ہو سکے۔

ويقف الواحد ولو صبيا اما الواحدة فتتأخر الخ تنوير الابصار مع الدر المختار ج١ ص٣٨١۔ قوله اما الواحدة فتتأخر فلو كان معه رجل ايضًا يقيمه عن يمينه والمرأة خلفهما ولو رجلان يقيهما خلفه والمرأة خلفهما بحر وتأخر الواحدة محله اذا اقتدت برجل لا بأمرة مثلها الخ (درمختار ج١ ص٣٨١)

ولا حائل بينهما اقله قدر ذراع فى غلظ اصبع او فرجة اتسع رحلًا الخ (الدر المختار ج١ ص ٣٨٥) وفى الشامى وفى معراج الدراية ولو كان بينهما فرجة اتسع الرحل او اسطوانة قيل لا تفسد و كذا اذا قامت امامه وبينهما هذه الفرجة الخ (ج١ ص ٣٨٥)

الا يرى لو كان بين صف النساء وصف الرجال سترة قدر مؤخرة الرحل كان ذالك سترة للرجال ولا تفسد صلوٰة واحد منهم اه (عالمگیری ج١ ص ٣٨٥) وادنى الحائل قدر مؤخرة الرحل وغلظه غلظ الاصبع والفرجة تقوم مقام الحائل وادناه قدر ما يقوم فيه الرجل كذا فى التبيين فتاوى هنديه ج١ ص٨٩۔ والمرأة تتناول الاجنبية

والمحرمة والحليلة والصغيرة المشتهاة والكبيرة التى يتنفس عنها الرجال هكذا فى الكفاية وهكذا فى مراقى الفلاح والطحطاوى ص ۱۸۱۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مراقی الفلاح ص: ۲۹۰، دار الکتاب۔

(۲) ہندیہ ص ۵۸ ر ج: ۱، رشیدیہ۔

(۳) شامی ص ۳۸۸ ر ج: ۱، نعمانیہ۔

(۴) الدر المختار مع الشامی ص ۳۸۱ ر ج: ۱، نعمانیہ۔

(۵) فتح القدیر ص ۲۲۷ ر ج: ۱، دار إحیاء التراث۔

(۶) البحر الرائق ص: ۲۷۰ ر ج: ۱، سعید۔

(۷) منحۃ الخالق علی البحر ص ۲۷۰۔ ج: ۱، سعید۔

(۸) کنز الدقائق ص ۱۹۔ رشیدیہ۔

(۹) البحر الرائق ص: ۲۶۳۰ ر ج: ۱، سعید۔

(۱۰) ملتقی الأبحر ص: ۶۳ ر ج: ۱، مؤسسۃ الرسالۃ۔

(۱۱) مجمع الأنہر ص ۱۱۸ ر ج: ۱، فقیہ الامت۔

(۱۲) شامی ۲۷۴ ر ج: ۱، نعمانیہ۔

(۱۳) الدر المختار مع الشامی ص ۳۸۱ ر ج: ۱، نعمانیہ۔

(۱۴) شامی ص: ۳۸۵ ر ج: ۱، نعمانیہ۔

(۱۵) ہندیہ ص ۸۹ ر ج: ۱، رشیدیہ۔

(۱۶) طحطاوی علی المراقی ص: ۳۲۹۔ دار الکتاب۔

عشاء وتراویح میں تردد کی صورت میں کیا کرے

سوال (۳۴۹): رمضان کا مہینہ ہے ایک شخص مسجد میں گیا، امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے، سارے مقتدی شریک جماعت تھے آنے والے کو یہ پتہ نہیں کہ یہ تراویح ہے یا عشاء کی نماز ہے اب ایسی صورت میں وہ عشاء کی نماز کی نیت کرے یا تراویح کی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

عشاء کی نماز کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے اگر عشاء کی نماز ہوگی تو اس کی عشاء کی نماز ہو جائے گی ورنہ نفل ہو جائے گی۔ **ولو ادرك القوم فى الصلوٰة ولم يدر افرض ام تراويح ينوى الفرض فان هم فيه صح والا تقع نفلًا اى غير نائب فى حقه عن ركعتين من التراويح لوقوعها قبل العشاء ووقت التراويح بعد صلوٰة العشاء على المعتمد.** (درمختار مع الرد ج ۱ ص ۲۹۵) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) درمختار مع الشامی۔ ج: ۱ ص ۴۳۹۔ ایچ ایم سعید۔

ولو ادرك شخص القوم فى الصلاة ولم يدر افرض ام تراويح ينوى الفرض۔ فإن كانوا هم فيه صح۔ وان لم يكن فيه تقع نفلاً۔ (الفقه الاسلامى و ادلته)۔ ج:۱ ص۷۷۵۔ دار الفكر۔

لو وجد الامام فى الصلاة ولم يدر أنها الفريضة أو التراويح۔۔۔ ولو قال ان كان فى العشاء اقتديت به وان التراويح اقتديت به فظهر انه فى التراويح أو فى العشاء۔ صح الاقتداء۔ (ہندیہ ج: ۱ ص: ۶۸، رشیدیہ)

تراویح کی اجرت کس صورت میں جائز ہے؟

سوال (۳۵۰): تراویح کی اجرت لینا حفاظ کرام کو کس صورت میں جائز ہے؟ نیز اگر یہ کسی کا ذریعہ معاش ہو تو اس اجرت کے جواز کی کون سی شکل ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

تراویح میں ختم قرآن کو ذریعہ معاش بنانا انتہائی مذموم ہے (۱) اس سے اچھا یہ ہے کہ آدمی بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھر لے لیکن اگر کوئی دینا ہی چاہے تو پہلے ہی دیدے کیا ضروری ہے کہ ختم ہی کے دن وہ دے اگر ایک ماہ کے لئے پنج وقتہ نمازوں کا امام بنالیا گیا اور امامت کی اجرت متعین کردی گئی تو چاہے اس کی مقدار کم ہو یا زائد اس اجرت کا لینا جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) قوله تعالىٰ: وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔ (سورة البقرة رقم الآية ۴۱)

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶۔ کراچی)

وفى زماننا يجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق:۳۵ ج:۲۔ زکریا)۔

وبعضهم استثنى تعليم القرآن والفقه والإمامة فى زماننا يجوز للإمام والمؤذن والمعلم أخذ الأجرة۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ص:۱۲۸ ج:۱۵ زکریا)۔

تراویح میں سجدہ سہو کا حکم

سوال (۳۵۱): تراویح کی نماز میں سجدۂ سہو ہے یا نہیں تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

تراویح کی نماز میں بھی سجدہ سہو ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) والسهو صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه فى الأولين لدفع الفتنة وتحته فى الشامية قيده بما إذا حضر جمع كثير وإلا فلا داعى إلى الترك۔ (شامى ص:۹۲، ج:۲۔ كراچى)۔

ہکذا فی: (الفتاوی الہندیۃ ص ۱۲۸ ج:۱۔ رشیدیۃ)۔

ولا يأتى الإمام بسجود السهو فى الجمعة والعيدين دفعاً للفتنة بكثرة الجماعة وتحته فى الطحطاوى وهذا إذا حضر جمع كثير أما إذا لم يحضروا فالظاهر السجود العدم الداعى إلى الترك۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۴۶۵۔ دار الكتاب)۔

ختم تراویح میں "هم المفلحون" تک پڑھنے کا حکم

سوال (۳۵۲): بعض مسجد میں یہ اہتمام ہوتا ہے کہ قرآن شریف تو پڑھا ہی جاتا ہے البتہ قل ہو اللہ احد تین مرتبہ پڑھا جاتا ہے نیز سورۃ ناس انیسویں رکعت میں اور ہم المفلحون تک بیسویں رکعت میں پرھا جاتا ہے تو آیا ان دونوں صورتوں کا کہیں ثبوت ہے نیز اس کو پابندی کے ساتھ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ مفصل مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

میں تو اس طرح نہیں پڑھتا البتہ سورۂ اخلاص کا مکرر ایک ہی رکعت میں پڑھنا خلافِ سنت ہے انیسویں رکعت میں سورہ ناس اور بیسویں رکعت میں مفلحون تک پڑھنا غالباً اس روایت پر عمل کرتے ہوئے ہوگا۔

خیر الخاتم الفاتح(۱) باقی اس طرح ختم تو توارث امت سے ثابت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وأن یقرء منکوساً إلا إذا ختم فیقرأ من البقرۃ: قولہ: إلا إذا ختم.... وفی الولواجیۃ: من یختم القرآن فی الصلاۃ اذا فرغ من المعوذاتین فی الرکعۃ الأولی یرکع ثم یقرء فی الثانیۃ: بالفاتحۃ وشئی من سورۃ البقرۃ لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: خیر الناس الحال والمرتحل أی الخاتم ثم والمفتح۔ (شامی ص:۵۴۷ ج:۱۔ کراچی)۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ص: ۴۹۴۔لاہور۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص: ۲۷۳/ ج: ۴۔

تراویح سنائے یا اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے

سوال (۳۵۳): گاؤں کی ایک مسجد میں لوگ ختم قرآن تراویح سننا چاہتے ہیں اور دوسرا حافظ ان کو نہیں ملتا اور یہ حافظ دوسرے گاؤں میں کسی بزرگ کے یہاں مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتے ہیں تو دونوں میں کس کو ترجیح دے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

قرآن شریف سننا سنت ہی تو ہے لیکن نفس کے رذائل کو دور کرنا اور نفس کے مکائد کو

پہچان کر اس سے بچنا فرض ہے۔ اگر گاؤں والوں کی طلب صادق ہوتی تو بہت سے حافظ مل جاتے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن النعمان بن بشير قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ..... ألا وإن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله. وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهى القلب. (الصحيح للمسلم ص:۲۸ ج:۲. فيصل ج:۱۵۹۹. باب أخذ الحلال وترك الشبهات).

(۲) إن النفس من أشد أعداء الإنسان وأكثرها تلوناً وخفاءً لأنها تعيش بين جنبيه وتظهر له فى الصورة الرجل الصالح الذى لا يبغى إلا الخير لصاحبه وإذا انضم لها الشيطان وجب الدنيا والهوى فذاك العضال. (هكذا فى: بشور الهداية فى مذهب الصوفية). (ص:۵۷، دار الرشاد الحديثيه).

تراویح میں دو رکعت کے بجائے ۴ رکعت پر قعدہ کا حکم

سوال (۳۵۴): ایک شخص تراویح کی نماز پڑھ رہا تھا دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے وہ کھڑا ہو گیا ایک رکعت مزید پڑھنے کے بعد اسے یاد آیا کہ یہ میری تیسری رکعت ہے اس نے ایک رکعت اور ملا کر اسے چار رکعت بنا دیا اب سوال یہ ہے کہ اس کی چاروں رکعتیں صحیح ہو گئیں یا نہیں اگر صرف دو رکعت صحیح ہوئیں تو پہلی دو کی یا آخری دو کی؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

آخری دو رکعتیں صحیح ہوئیں لہٰذا پہلی دو رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن کو دوبارہ پڑھے۔

”وقال الفقيه ابوجعفر والشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل:

فی التراویح تنوب الاربع عن تسلیمة واحدة وهو الصحیح لان القعدة علی رأس الثانیة فرض فی التطوع فاذا ترکها کان ینبغی ان تفسد صلاته اصلًا کما هو وجه القیاس وانما جاز استحسانا فاخذنا بالقیاس وقلنا بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمة صح شروعه فی الشفع الثانی واتمها بالقعدة فجاز عن تسلیمة واحدة‘‘ (الفتاویٰ الخانیہ: ۱/ ۴۲) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ الخانیۃ علی ہامش الہندیۃ: ص: ۲۴۰/ ج: ۱۔ رشیدیۃ۔

وإن صلی أربع رکعاتٍ بسلیمةٍ واحدة والحال أنه لم یقعد علی رکعتین منها قدر التشهد تجزی الأربع عن تسلیمة واحدةٍ أی عن رکعتین عند أبی حنیفة۔ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص: ۴۰۸۔ أشرفیه)۔

والأصل: أن کل شفعٍ صلاة إلا بعارضه اقتداءٍ أو نذرٍ وأو ترك فعودٍ أول۔ وتحته فی الشامیة۔ ولا قضاء لو قعد قدر التشهد۔ (شامی: ص: ۳۲ ج: ۲۔ کراچی)

ہکذا فی: (الفتاویٰ التاتارخانیہ ص: ۲۳۰/ ج: ۲ زکریا)۔

تراویح کی اجرت کا حکم

سوال (۳۵۵): حافظ تراویح پڑھاتے ہیں تو ان کو روپئے دئیے جاتے ہیں تو اس روپئے کا کھانا حافظ کے لئے جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے تراویح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حافظ خواہ طے کر کے لے یا بغیر طے کئے اس کو کچھ مل جائے اس کا لینا جائز نہیں ہاں اگر

اس کو پانچوں وقت یا چند وقت نماز کا امام بنا دیا جائے اور اس کی اجرت جتنی بھی ہو طے کر لی جائے تو اس کا لینا جائز ہے۔ **کما فی الکتب فی باب الاجارۃ (۱)**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قوله تعالیٰ: ولا تشتروا بأياتي ثمناً قليلاً۔ (سورة البقرة رقم الآية: ۴۱)۔

ويفتي اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی س: ۵۷ ج: ۶، کراچی)۔

وفي زماننا: يجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق ص: ۳۵ ج: ۲۔ زکریا)۔

وبعضهم استثنوا تعليم القرآن والفقه والإمامة.... وفي زماننا يجوز للإمام والمؤذن أخذ الأجرة۔ (الفتاوىٰ التاتارخانية ص: ۱۲۸ ج: ۱۵) زکریا۔

تراویح پر اجرت کا حکم

سوال (۳۵۶): تراویح کا پیسہ لینا اور دینا کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی "الم تر کیف" پڑھ کر روپیہ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر ناجائز ہے اور اس میں بہت سارے لوگ شریک ہیں تو اس کے ازالہ کا کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

تراویح میں قرآن کریم پڑھا کر پیسہ لینا خواہ بالشرط (۱) ہو یا بلا شرط ہر حال میں ممنوع وغلط ہے، اگر بلا اجرت کا حافظ نہ ملتا ہو تو الم تر کیف سے پڑھانے والے کو تلاش کریں اور ایک ماہ کے لئے اسی کو امام بنا کر امامت کی تنخواہ اس کو دیکر اس سے تراویح پڑھوائیں، اگر کسی نے قرآن سنا کر پیسہ لیا ہو تو اس کی واپسی واجب ہے جن لوگوں سے چندہ کیا گیا ہے ان کو واپس کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المعروف عرفاً کالمشروط نصیاً۔ (شامی ص:۵۵۶ ج:۴) کراچی۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶) کراچی۔

وفی زماننا یجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲)۔ زکریا۔

وبعضهم استثنی تعلیم الفقه والإمامة وفی زماننا یجوز للإمام والمؤذن والمعلم "أخذ الأجرة"۔ (الفتاویٰ التاتارخانیه ص:۱۲۸ ج:۱۵) زکریا۔

نماز تراویح پر اجرت لینے کا حکم

سوال (۳۵۷): دیوبندی و بریلوی دونوں حضرات نماز تراویح پر اجرت یا ہدیہ لینا ناجائز فرماتے ہیں۔ لیکن لیتے دونوں ہیں آخر کس صورت میں نماز تراویح یا امامت پر اجرت یا ہدیہ جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

توصیف احمد خان چریاکوٹ اعظم گڈھ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تراویح پر اجرت یا ہدیہ لینا درست نہیں، جو لوگ لیتے یا دیتے ہیں غلط کرتے ہیں، دونوں گنہگار ہیں، البتہ اگر حافظ قرآن جس کو تراویح میں قرآن سنانا ہے اس کو ایک ماہ کے لئے پانچوں وقت یا چند اوقات کی نماز کا امام بنالیا گیا اور امامت کی اجرت ہزار پانچ سو مقرر کردی گئی تو اس طرح اجرت مقرر کرکے دینا جائز ہے اور اجرت امامت کا لینا بھی جائز ہے، حافظ قرآن کی خدمت جتنی بھی ہوسکے کرنی چاہئے لیکن جائز طریقے سے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) قوله تعالیٰ: ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً۔ (سورة البقرة ص: رقم الآیة:۴۱)۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶) کراچی۔

البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲۔زکریا۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۱۲۸ ج:۱۵۔زکریا۔

بااجرت حافظ کی تراویح کا حکم

سوال (۳۵۸): اگر کوئی حافظ روپیہ کمانے کی غرض سے مہینہ میں دو تین جگہ تراویح سنائے تو ایسے حافظ کی تراویح سننا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

ایسے حافظ سے جو اجرت لیکر قرآن پاک سناتا ہو قرآن سننے سے افضل الم ترکیف سے تراویح پڑھنا ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) إن القرآن بالأجرة لا یستحق الثواب والأخذ والمعطی آثمان۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶۔ کراچی)۔

قوله تعالیٰ: ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً۔ (سورة البقرة ۴۱)

البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲۔زکریا۔

التاتارخانیاہ س:۱۲۸ ج:۱۵۔زکریا۔

بلا مطالبہ کے تراویح کی اجرت لینا کیسا ہے؟

سوال (۳۵۹): ایک شخص حافظ قرآن ہے ہے اور چار سال سے تراویح سنا رہا ہے اور اس کو اس گاؤں والے بلا اس حافظ کے مطالبہ کے کچھ رقم دے دیں تو کیا اس کو یہ لے سکتا

ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں لے سکتا ہے تو کیوں؟

اور اگر اس حافظ قرآن نے پچھلے تمام سالوں کی رقم بلا مطالبہ کے دینے پر لے لیا تو اب اس رقم کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور وہ رقم اس نے خرچ کر ڈالا تو اس کا کیا حکم ہے؟ مکمل مدلل جواب دیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تراویح میں قرآن پاک سنانے پر جو اجرت ملتی ہے وہ جائز نہیں ہے، خواہ (۱) طے کر کے حافظ نے قرآن سنایا ہو یا بلا طے، اس لئے اب تک جو کچھ لیا گیا ہے وہ سب مال حرام ہے، جن لوگوں نے دیا ہے حافظ پر لازم ہے اس کو واپس کرے، اور اگر اس کی وسعت وگنجائش نہیں تو توبہ واستغفار کرے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔

اس کا جائز طریقہ یہ ہے کہ چند وقت کا حافظ کو امام بنا دیا جائے ان اوقات کی نماز حافظ پڑھائے اور امامت کی اجرت متعین کردی جائے اس صورت میں لوگوں کے لئے دینا اور حافظ کے لئے لینا جائز ہو جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) المعروف عرفاً کالمشروط نصباً۔ (شامی ص:۵۵۶ ج:۴، کراچی)۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة۔ (شامی ص:۵۶ ج:۶۔ کراچی)۔

وفی زماننا، یجوز للإمام والمعلم أخذ الأجرة۔ (البحر الرائق ص:۳۵ ج:۲)۔ زکریا۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص:۱۲۸ ج:۱۵، زکریا۔

نابالغ کے پیچھے تراویح کا حکم

سوال (۳۶۰): نابالغ بچوں کے پیچھے تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نابالغ بچہ کے پیچھے بالغین کی نماز فرض، وتر، تراویح کچھ بھی درست نہیں ہے **ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقا ولو في جنازة ونفل في الاصح (در مختار) "قوله نفل في الاصح" قال في الهداية في التراويح والسنن المطلقة** (شامی ج۱ص ۳۸۸)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) شامی ج:۱ر ص:۳۸۸۔ مکتبہ نعمانیہ۔ دیوبند۔ ج:۲ر ص:۳۸۷۔ اشرفیہ دیوبند۔

وأما الصبي فلأنه متنفل فلا يجوز اقتداء المفترض به وفي التراويح والسنن المطلقة.... ولم يجوزه مشايخنا۔ (هدايه ج:۱، ص:۱۲۴۔ تهانوى۔ ديوبند)۔

يصح الاقتداء بالصبيان في التراويح والسنن المطلقة عند مشايخ بلخ... المختار انه لا يجوز في الصلوات كلها۔ (هنديه ج:۱، ص:۱۴۳۔ زكريا)۔

فلا تصح امامة المميز عند الجمهور للبالغ، في فرض أو نفل عند الحنفية۔ (الفقه الاسلامي ج:۲، ص:۱۱۹۳۔ دار الفكر)۔

فتاویٰ قاضی خان ج:۱ر ص:۸۴۔ دار الکتب العلمیہ۔

کتاب الجنائز

بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کو دیکھنا، چھونا یا لے جانے کا حکم

سوال (۳۶۱): بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کو دیکھنا، چھونا یا لے جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کی حیثیت اجنبی مرد کی ہو جاتی ہے اور اجنبی مرد کے لئے جس طرح اجنبیہ کو دیکھنا جائز نہیں خواہ زندہ ہو یا مردہ اسی طرح بیوی مرنے کے بعد شوہر کے لئے اجنبیہ کے درجہ میں ہو جاتی ہے (کمافی الدر (۱) المختار ج ۱ ص ۳۱۳) **ویمنع زوجها من غسلها ومسها وفی الفتاوىٰ الهنديه(۲)** ج ۱ ص ۱۶۰ **واما هو يعنى الزوج فلا يغسلها عندنا وفی خلاصة(۳) الفتاوىٰ** ج ۱ ص ۲۱۹ **الرجل لا يغسل إمرأته بعد موتها عندنا وفی مراقی (۴) الفلاح** ص ۳۱۳ **فانه لا يغسل زوجته لانقطاع النكاح۔** باقی رہا کندھا دینا تو شوہر بیوی کو کندھا دے سکتا ہے عورت خواہ محارم میں سے ہو یا اجنبیہ، کندھا مرد ہی دے سکتے ہیں عورت کو کندھا دینے کی اجازت نہیں **ويسن لحملها اربعة رجال تكريمًا له الخ.** (مراقی الفلاح (۵) ص ۳۳۱) **اخرج به النساء وذلك لما اخرجه ابويعلى عن انس قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة فرأى نسوة فقال اتحملنه قلن لا قال أتدفنه قلن لا قال فارجعن مازورات غير ماجورات لان الرجل اقوى على ذلك والنساء ضعيفات ومظنة الفتنة والانكشاف الا اذا لم يوجد رجال كذا فی شرح العينى للبخارى طحطاوى** ص ۳۳۱ **وهكذا فی الهنديه(۶)** ج ۱ ص ۱۶۲ اور الخلاصۃ ج ۱ ص ۲۲۵۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ص:۱۰۵/ج:۳ اشرفیہ۔

(۲) وکذا فی الہندیہ ص:۲۲۰/ج:۱ زکریا۔

(۳) وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ص:۲۱۹/ج:۱ اشرفیہ۔

(۴) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی ص:۵۷۲ دار الکتاب۔

(۵) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص:۶۰۳ دار الکتاب۔

(۶) وکذا فی الہندیہ س:۲۲۳/ج:۱ زکریا۔

متوفہ بیوی کے چہرہ کو شوہر دیکھ سکتا ہے کہ نہیں؟

سوال (۳۶۲): بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اگر اس کا چہرہ دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کوئی حرج نہیں چہرہ دیکھ سکتا ہے البتہ باقی اعضاء دیکھنا درست نہیں کما فی الدر (۱) المختار ج۱ ص ۵۷۵ لا من النظر إلیها وهكذا فی سكب الانهر ج۱ ص ۱۸۱۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار ج:۱/ص:۵۷۵ نعائم دیوبند۔

(۲) ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر الیها فی الاصح۔ (مجمع الأنهر: ج:۱ ص:۲۶۶۔ فقیه الامة دیوبند۔

لا یجوز للرجل غسل زوجته ومسها لانقطاع النكاح۔ ویجوز له النظر الیها فی الاصح۔ لأن النظر اخف من المس۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج:۲/ص:۸۵۔ ۱۴۸۴)۔

جنازہ کے لئے کئے گئے وضوء سے نماز فرض ادا کرنے کا حکم

سوال (۳۶۲): جس وضو سے نماز جنازہ ادا کی گئی ہو اس سے فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

حضرات فقہاء نے جہاں نواقض وضو کو شمار کرایا ہے وہاں اس کا تذکرہ نہیں یہ محض قوم کا ایک خیال ہے لہٰذا اس وضو سے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں **ونظيرهٗ بخلاف صلوٰة الجنازة اى فان تيممها تجوز به سائر الصلوٰة الخ** (درمختار مع (۱) رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۳) یعنی اگر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تیمم کیا تو اس سے ساری نمازیں پڑھ سکتے ہیں جب نائب کا یہ حکم ہے تو اصل (وضو) کے لئے یہ حکم بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا لہٰذا اگر کسی نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے وضو کیا تو اس وضو سے بلا تردد فرائض ادا کر سکتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح بندہ عبدالحلیم عفی عنہ

التعلیق والتخریج

(۱) **قوله بخلاف صلاة جنازة، أى فإن تيمّمها تجوز به سائر الصلوات ليكن عند فقد الماء الخ**۔ (شامی ص: ۴۶۱/ ج: ۱/ مکتبہ اشرفیہ)

فلو تيمم لصلاة الجنازة أو سجدة التلاوة جاز له أن يصلى سائر الصلوات لأن كلا منهما قربة مقصودة الخ۔ (البحر الرائق ص: ۱۵۰/ ج: ۱/ مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان)۔

لو تيمم بسجدة التلاوة أو لصلاة الجنازة أجزاه أن يصلى به المكتوبة بلا خلاف۔

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ ص: ۳۶۵ ج: ۱، مکتبہ زکریا)

وهكذا فتح القدير ص ۱۱۴/ ج: ۱، دار إحیاء التراث العربی۔ وہکذا ہندیہ ص: ۹۴/ ج: ۱/ زکریا)۔

قبرستان میں نماز جنازہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال (۳۶۴): قبرستان میں نماز جنازہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، **لأن النبی ﷺ نهى ان يصلى على الجنائز بين القبور (طس) عن انس** ؓ (۱) **وفی البدائع قال ابوحنيفة** ؒ **ولا ينبغي ان يصلى على ميت بين القبور وكان على وابن عباس يكرهان ذالك فان صلوا اجزأهم** (البحر (۲) الرائق ج ۲ ص ۱۹۵) لیکن اگر کوئی پڑھ لے تو نماز جنازہ ہوجائے گی تاہم اولیٰ یہی ہے کہ کراہت سے بچا جائے اور قبرستان کے بجائے کسی دوسری جگہ نماز ادا کی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

الجواب صحیح بندہ محمد حنیف غفرلہ

التعليق والتخريج

(۲) وكذا فی البحر الرائق ج:۲ ص:۱۹۵ (سعيد).

(۱) عن أنس مالك رضى الله عنهما نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصلى على الجنائز بين القبور. (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۱۱ دار الكتب العلمية).

وكذا فی الفقه على المذاهب الأربعة ج:۱ ص:۴۱۵ (سلمان).

وكذا فی تبيين الحقائق ج:۲ ص:۲۴۶ (امدادية).

وكذا فی النهر الفائق ج:۱ ص:۳۹۳ (زكريا).

عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۳٦۵): عیدگاہ میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

وأما المتخذ لصلوٰة جنازة او عيد فهو مسجد فى حق جواز الاقتداء وإن انفصلت الصفوف رفقًا بالناس لا فى حق غيرہ به يفتىٰ نهاية فيحل دخوله لجنب وحائض الخ. (تنویر الابصار ج ا ص ۴۴۳)

اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز جنازہ عیدگاہ میں جائز ہے اس لئے کہ یہ **من كل الوجوه** مسجد نہیں لہٰذا نماز جنازہ کی کراہت جو مسجد سے متعلق ہے اس کو عیدگاہ سے متعلق نہیں کرسکتے لیکن علامہ شامی نے احکامِ مساجد کا تعلق عیدگاہ سے نقل کیا ہے،

والمختار ما صححهٗ فى المحيط فى مصلى الجنازة انه ليس لهٗ حكم المسجد اصلًا وما صححه تاج الشريعه ان مصلى العيد له حكم المساجد. (ردالمحتار ج ا ص ۴۴۲)

اس لئے احوط یہی ہے کہ عیدگاہ میں جنازہ کی نماز ادا نہ کی جائے کسی دوسری جگہ نماز ادا کرلی جائے لیکن اگر بانیٔ عیدگاہ نے عیدگاہ کی تعمیر کے وقت دونوں کی نیت کی ہے کہ صلوٰۃ العیدین کے ساتھ نماز جنازہ بھی ادا کی جائے تو اس صورت میں بالاتفاق صحیح ہے، لہٰذا اگر بانی زندہ ہو تو نیت معلوم کرلی جائے صرف تعامل حجت نہیں اور اگر بانی زندہ نہ ہو تو احوط یہی ہے کہ وہاں نماز جنازہ نہ ادا کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) (تنویر الأبصار علی الدر المختار ۱/ ۴۴۲ نعمانیہ دیوبند)۔

لا تكره صلاة الجنازة فى مسجد أعدلها و كذا فى مدرسة ومصلى عيد لأنه ليس

لھا حکم المسجد فی الأصل إلا فی جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ۵۹۵۔۵۹۶)۔

البحر الرائق ج:۲،ص:۱۸۷۔

نصرانیہ کا انتقال ہوا، پیٹ میں بچہ ہے، کیا حکم ہے؟

سوال (۳۶۶): ایک نصرانی عورت ہے، اسکے پیٹ میں بچہ ہے اور اس کی روح پرواز کر گئی اور اس عورت کو دفن کرنا ہے تو کیا اس عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے یا پیٹ کو چاک کر کے اس بچہ کو الگ دفن کر دیا جائے۔ اس بنا پر کہ وہ بچہ فطرت اسلام پر ہے، اگر اس عورت کے ساتھ دفن کر دیا جائے تو کیا دفن کرنے والا گنہگار ہوگا یا نہیں، نیز اگر جواز کی شکل ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

وفی المنیة ماتت نصرانیة وفی بطنها ولد مسلم قیل تدفن فی مقابر المسلمین لحرمة ولدها وقیل فی مقابرهم الخ (مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۸۸) ولو سبی صبی مع احد ابویه فمات لا یصلی علیه لانه تبع لهما لحدیث کل مولودٍ یولد علی الفطرة فابواه یهودانه وینصرانه ویمجسانه حتی یکون لسانه یعرب عنه اما شاکرًا واما کفورًا الا ان اسلم احدهما ای احد الابوین فیصلی عی الصبی حینئذٍ لانه یصیر مسلمًا حکمًا تبع الخ. (ملتقی الابحر (۱) مع المجمع ج ۱ ص ۱۸۵) مذکورہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے، دفن کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (ملتقی الابحر ص ۱۶۲/ ج:۱) موسسہ الرسالۃ۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الشهادة سبع سوى القتل في سبيل الله: المطعون شهيد، والغرق شهيد، وصاحب ذات الجنب شهيد، والمبطون شهيد. والمرأة تموت بجميع شهيد. (سنن ابی داؤد ج:۲ ص:۸۷) امدادیۃ۔

زہر پی کر مرنے والے کا حکم

سوال (۳۶۷): زید نے سوتے وقت زہر کا پیالہ پی لیا بعدہ لا الہ الا اللہ کی ضرب مسلسل لگا تا رہا اور اسی ضرب میں زید کا انتقال بھی ہوا تو دریافت یہ کرنا ہے کہ زید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں نیز خودکشی کا گناہ ہو گا یا نہیں اس کی موت حرام واقع ہو گی یا حلال؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورتِ مسئولہ میں زید کی موت شریعت کے خلاف ہوئی فعل حرام کے ارتکاب کیوجہ سے خودکشی کا گناہ ملا لیکن جنازہ کی نماز بہر حال پڑھی جائے گی۔ **من قتل نفسه ولو عمدًا يغسل ويصلى عليه به يفتى** (درمختار ج ۱ ص ۵۸۴) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

۱۸/ ۱۱/ ۱۴۰۲ھ

اگر زہر پینے کے بعد توبہ نہ کیا ہو تو ضرور خودکشی کا گناہ باقی رہا اور نماز جنازہ تو بہر صورت پڑھی جاوے گی۔ عبدالحلیم عفی عنہ ۸/ ۱۱/ ۱۴۰۲ھ

التعلیق والتخریج

(۱) **متن العبارة: من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه، به يُفتىٰ وان كان اعظم وزراً من قاتل غيره.** (شامی ص:۱۲۷ ج:۳) اشرفیہ۔

(۲) وفی الجامع الصغیر: من قتل نفسه یغسل ویصلی علیه قال الحجة: و هو الصحیح، لأنه مؤمن مذنب، فصار کغیره من أصحاب الکبائر۔ (الفتاویٰ التاتارخانیہ ج:۳ ص:۵۶) زکریا۔

ومن قتل نفسه عمداً یصلی علیه عند أبی حنیفة ومحمد (رحمهما الله) وهو الأصح لأنه فاسق غیر ساع فی الأرض بالفساد وان کان باغیا علی نفسه کسائر فساق المسلمین والله أعلم۔ (تبیین الحقائق ج:۱ ص:۲۵۰) مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان۔

ویصلی علی قاتل نفسه۔ ولو کان خطأ یغسل، ویصلی علیه بلا خلاف۔ (مجمع الأنہر ج:۱ ص ۲۸۱) فقیہ الأمۃ دیوبند۔

من قتل نفسه خطأ، بأن ناول رجلا من عدوّ لیضربه بالسیف فأخطأ وأحباب نفسه ومات، غسل وصلی علیه، وهذا ابلا خلاف، کذا فی الذخیرة، ومن قتل نفسه عمدا، یصلی علیه عند أبی حنیفة ومحمد رحمهما الله والأصح۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج:۱ ص:۲۲۴) زکریا دیوبند۔

عورت کو حمل کے ساتھ دفن کرنے کا حکم

سوال (۳٦۸): ایک نصرانی عورت ہے اس کے پیٹ میں بچہ ہے اور اس کی روح پرواز کرگئی اور اس عورکو دفن کرنا ہے تو کیا اس عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے یا اس کا پیٹ چاک کرکے اس بچہ کو الگ دفن کر دیا جائے اس بنا پر کہ وہ بچہ فطرت اسلام پر ہے اگر اس عورت کے ساتھ دفن کر دیا جائے تو کیا دفن کرنے والے گنہگار رہوں گے یا نہیں نیز اگر جواز کی شکل ہوتو ضرور تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وفی المنیة ماتت نصرانیة وفی بطنها ولد مسلم قیل تدفن فی مقابر المسلمین بحرمة ولدها وقیل فی مقابرهم۔

ولو سبی صبی مع احد ابویه فمات لا یصلی علیه لانه تبع لهما لحدیث کل مولودٍ یولد علی الفطرة فابواه یهودانه اوینصرانه ویمجسانه حتی یکون لسانه یعرب عنه اما شاکرًا واما کفورًا الا ان اسلم احدهما ای احد الابوین فیصلی علی الصبی حینئذٍ لانه یصیر مسلمًا حکمًا الخ. (ملتقی الابحر مع المجمع ۱/ ۱۸۵)(۱)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں عورت کو بچہ کے ساتھ دفن کردیا جائے، دفن کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر ص:۲۷۷ ر ج:۱ ۔ فقیہ الامت

صبی سبی مع أحد أبویه أی لا یصلی علیه لأنه تبع لهما للحدیث کل مولودٍ یولد علی الفطرة فأبواه یهودانه الخ۔ (البحر الرائق ص۱۸۹ ج:۲) سعید۔

صبی سبی مع أحد أبویه من دار الحرب وتحته أی الکافرین لا یصلی علیه لأنه تبع لهما تبعیة ولادةٍ۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص۵۹۹۔ دار الکتاب)۔

تبیین الحقائق ص:۲۴۳ ۔ امدادیہ۔

قبر میں بیر کی ٹہنی رکھنا کیسا ہے؟

سوال (۳٦۹): قبر میں لوگ بیر کی ٹہنی رکھنا بہت ضروری سمجھتے ہیں یہ کیسا ہے اگر نہ رکھا جائے تو کیا ہوگا، اور ٹہنی کہاں کی رکھی جائے اور کتنی بڑی ہو اور اس سے کیا فائدہ ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بیری کی ٹہنی قبر میں رکھنا واجب فرض نہیں، وہ صرف اس لئے رکھی جاتی ہے تاکہ جانور

قبر کو کھود نہ سکیں، اس لئے کہ اس میں کانٹے ہوتے ہیں، وہ کھودنے میں چبھیں گے تو بھاگیں گے، اسکے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، میت کی حفاظت کے پیشِ نظر رکھی جاتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) فتاویٰ محمودیہ ص ۱۰۴ ج: ۸۔ ڈابھیل۔

قبر میں خوشبو چھڑکنے کا حکم

سوال (۳۷۰): قبر میں کیوڑا چھڑکنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

کوئی مضائقہ نہیں لیکن اصل یہ ہے کہ کفن میں خوشبو لگائی جائے قبر میں کیوڑا چھڑکنا متوارث نہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) وتجمر الأكفان للرجل والمرءة جميعاً۔ وتحته فی الطحطاوی: والمراد أنها تطيب بالجمر وهو ما يبخر به الثوب من عودٍ ونحوه۔ (حاشية الطحطاوی على المراقی ص:۵۷۸ دار الكتاب)۔

وتجمر الأكفان أولاً وتراً لأنه عليه السلام أمر بإجمار أكفان امرأته۔ والمراد به النطيب قبل أن يدرج فيها الميت۔ وجميع ومايجمر فيه الميت ثلاث مواضع عند خروج روحه لإزالة الرائحة الكريهة وعند غسله وعند تكفينه ولا يجمر

خلفة ولا في القبر۔ (البحر الرائق ص:۱۷۷ ج:۲۔ سعید)۔

وتجمر الأكفان قبل أن يدرج فيها أي في الأكفان والإجمار هو التطييب۔ (مجمع الأنهر ص:۱٦٦ ج:۱۔ فقيه الامت)۔

(۴) تبیین الحقائق ص:۲۳۸ ج:۱۔ امدادیہ۔

ناپاک آدمی جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے؟

سوال (۳۷۱): اگر کوئی ناپاک شخص جنازہ کو کندھا دینا چاہے تو کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جنازہ کو کندھا دینے کے لئے پاک ہونا شرط نہیں لیکن ایسا کرنا مناسب (۱) نہیں آخرت کے مسافر کو اس کی شان کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وقوله فليوضأ في حمل الجنازة للمحدث ليتمكن من الصلاة عليه۔ (بدائع الصنائع ص:۱۳۹ ج:۱ زکریا)۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم

سوال (۳۷۲): نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ وسورہ اخلاص کا پڑھنا کیسا ہے اگر کوئی پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

مذہب حنفی میں ثنا اور درود شریف دعا ہے قرأت نہیں خواہ سورت فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت ولا قرأة فيها اى فى صلوٰة الجنازة (مجمع الانہر (۱): ۱/ ۱۸۴) البتہ حضرت

امام شافعیؒ کے نزدیک جنازہ کی نماز میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت ہے وعند (۲) الشافعی یقرؤا الفاتحۃ فیھما (مجمع:۱/ ۱۸۴) نماز جنازہ تو بہر حال ہوجائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مجمع الأنہر ص ۲۷۱ ج:۱ فقیہ الامت۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۸۴۔ دارالکتاب۔

ولیس فیھا قراء ۃ القرآن عندنا وھو قول عمر وانبه وعلی وأبي ھریرۃ وقال الشافعي وأحمد یقرء الفاتحة في الأولی۔ (حلبی کبیری ص:۵۸۶ سھیل لاھور)۔

ولا یقرء فیھا القرآن ولو قرء الفاتحة بنیة الدعاء فلا بأس به وإن قرء ھا بنیة ألقراء ۃ لا یجوز لأنھا محل الدعاء دون القراء ۃ۔ (الفتاویٰ الھندیة ص:۱۶۴ ج:۱۔ رشیدیة)۔

ولم یذکر القراء ۃ لأنھا لم تثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وفی التجنیس والمحیط: لو قرء الفاتحة فیھا بنیة الدعاء فلا بأس۔ (البحر الرائق ص:۱۸۳ ج:۲۔ سعید)۔

نماز جنازہ جہراً پڑھنے کا حکم

سوال (۳۷۳): جنازہ کی نماز جہراً پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر کوئی امام جہراً نماز پڑھائے تو اس نماز کا کیا حکم ہے اور اگر جنازہ کی نماز رات میں جہراً پڑھائی گئی تو اس کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حنفیہ کے نزدیک جنازہ کی نماز جہراً نہیں بلکہ سراً ہے **ویخافت فی الکل**

(زیلعی: ۱/ ۲۴۱) لیکن اگر کسی نے جہراً نماز پڑھادی تو بھی نماز ہوجائے گی البتہ یہ خلاف اولیٰ ہے **ولا یجهر فی صلوٰة الجنازة بشیء من الحمد والثناء والصلوٰة علی النبی ﷺ لانه ذکر والاخفاء فی الذکر أولی** (حاشیۃ الشلبی علی تبیین (۱) الحقائق: ۱/ ۲۱۴)

خواہ رات ہو یا دن ہو، رات میں بھی نماز جنازہ درست ہے **ولا یکره الدفن لیلًا والمستحب النهار.** (سکب الانہر: ۱/ ۱۸۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) تبیین الحقائق مع حاشیۃ الشلبی ص: ۱/ ۲۴۱۔ امدادیہ۔

ولا یجهر بما یقرء عقبب کل تکبیرة لأنه ذکر والسنة فیه المخافة. (البحر الرائق ص: ۱۸۴ ج: ۲) سعید.

(۳) شامی ص: ۲۱۳/ ج: ۲۔ کراچی۔

قال الزیلعی: ویخافت فی الکل إلا فی التکبیر. (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص: ۵۸۶ دار الکتاب).

نماز جنازہ میں قہقہہ لگانے کا حکم

سوال (۳۷۴): ایک شخص وضو کر کے نماز جنازہ کے لئے کھڑا ہوا اور دوران نماز زور سے وہ ہنس پڑا، سوال یہ ہے کہ اس کا وضو ٹوٹا یا نہیں؟ اور اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز باطل ہوجائے گی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

”ولو قهقه فی سجدة التلاوة أو فی صلاة الجنازة تبطل ما کان فیها

ولا تنقض الطهارة'' (کمافی الفتاویٰ (۱) الهندیہ: ار ۱۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) کمافی الفتاویٰ الہندیہ۔مکتبہ رشیدیہ ص:۱۲ ج:۱۔

وقهقهة مصل بالغ فی صلاة کاملة ذات رکوع وسجود.... واحترزنا بالکاملة عن صلاة الجنازة وسجدة التلاوة لمورد النص۔ (مراقی علی نور الایضاح مع طحطاوی ص۹۱۔ ۹۲) مکتبہ دار الکتاب دیوبند۔

فلا تنقض القهقهة فی صلاة الجنازة وسجدة التلاوة۔ (البحر الرائق ص:۴۱ ج:۱) مکتبنہ سعید پاکستان۔

مقام موت سے دوسری جگہ جنازہ کی منتقلی کا حکم

سوال (۵۷۳): زید کا انتقال وطن سے بہت دور ملک کے اندر یا ملک کے باہر ہوگیا اس کے ورثاء کی خواہش واصرار پر یا بغیر اصرار کے زید کی نعش کو اس کے وطن پہونچانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر میت کے جسد کا انتقال جائز نہیں تو اگر کوئی شخص مرنے سے قبل مرض الوفات میں جنازہ وطن پہنچانے کی وصیت کرے تو یہ وصیت واجب العمل ہے یا نہیں؟ جنازہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مطلق ممنوع ہے؟ یا اس میں کچھ گنجائش ہے؟ اگر گنجائش ہے تو اس کی حد کیا ہے؟ اگر جنازہ منتقل کرنے کی گنجائش نہیں تو پھر حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مدینہ طیبہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کا جنازہ مقام حبشی سے مکہ مکرمہ کیوں منتقل کیا گیا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اور اس کے بعد صحابہ کرام کی حیات مبارکہ میں جنازہ کی تدفین کے سلسلہ میں کیا معمول رہا ہے؟ اگر کسی مدرسہ میں کسی استاذ یا طالب علم کا انتقال

ہوجائے تو منتظمین مدرسہ کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ تجہیز وتکفین وغیرہ کا خرچ ورثا کے ذمہ ہے یا مدرسہ کے ذمہ؟ اگر ورثاء کی خواہش واصرار پر یا منتظمین مدرسہ نے ازخود جنازہ میت کے وطن پہونچادیا تو اس نقل وحمل کے اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے ورثہ کے یا مدرسہ کے؟ اگر مدرسہ کے ذمہ ہیں تو کیوں؟ اور یہ صرفہ کس مد میں درج کیا جائے؟ جنازہ کے منتقل کرنے میں موجود یا متوقع منکرات کیا ہیں جن کی شرعا اجازت نہیں۔

نوٹ: یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ سوالات نقل جسد بعد دفن کے بارے میں نہیں چونکہ تدفین کے بعد نقل جسد باتفاق مشائخ ناجائز ہے۔ فقط

المستفتی: حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم
بانی ومہتمم جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور

الجواب: حامدًا ومصليًا

ورثاء کی خواہش واصرار پر یا بغیر اصرار کے مطلقا جنازہ کو ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ زید کو اسی جگہ دفن کردینا جہاں اس کا انتقال ہوا ہے مستحب ہے۔ "**ويستحب الدفن في مقبر محل مات فيه أو قتل لما روى عن عائشة رض انها قالت حين زارت قبر أخيها عبد الرحمان وكان مات بالشام وحمل منها لو كان الامر فيك الى ما نقلتك ولدفنتك حيث مت**" (شرنبلالیہ (۱): ۳۳۷)

"**ان النقل من بلد الى بلد مكروه اى تحريما الخ**"

(طحطاوی علی المراقی: ۳۳۷، (۲) وہکذا فی الدر (۵) المختار والبحر الرائق (۳) کتاب الجنائز)

جنازہ کا ایک شہر سے سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا غیر شرعی صرف رواجی چیز ہے ایسا کرنے والے مکروہ تحریمی کے مرتکب ہیں لہٰذا ورثاء کو چاہئے کہ جہاں انتقال ہو وہیں دفن کروادیں اگر کسی شخص نے مقام انتقال سے وطن جنازہ پہونچانے کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، جس طرح کوئی شخص یہ

وصیت کرے کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیت باطل ہے
أو صی بأن یصلی علیه فلان فالوصیة باطلة فی الاصح (کمافی (۴)
البزازیہ علی ہامش الہندیہ ج۶ ص ۴۴۰)

"أمر رجلا بأن یحمله بعد موته الی موضع کذا ویدفنه ثمه فالوصیة بالحمل الی موضع کذا باطلة الخ" (کمافی البزازیہ علی ہامش الہندیہ: ۶ / ۴۳۹)

ایک دو میل کی گنجائش ہے، دو میل میں قدرے زیادتی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، چونکہ عموماً مقابر کا فاصلہ آبادی سے اتنا ہوتا ہے اس لئے مسافت کی اتنی مقدار ضرورت میں داخل ہے اور اس سے زائد ضرورت سے خارج ہے "فان نقل قبل الدفن قدر میل او میلین ونحو ذلك ای قریبا من المیلین لا بأس به لان المسافة الی المقابر قد تبلغ هذا المقدار و کره نقله لا کثر منه ای اکثر من المیلین کذا فی الظهیریه أی أکثر من المیلین کثرة فاحشة، أما الزیادة علیها بقدر یسیر فلا تضر الخ" (طحطاوی مع المراقی والشرنبلالیہ: ۷۳۳)

حضرت سعد ابن ابی وقاص ؓ کو ایک شہر سے دوسرے شہر نہیں منتقل کیا گیا چونکہ ان کا انتقال مدینہ طیبہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر زرعی زمین میں ہوا تھا اور غالب گمان یہ ہے کہ وہاں کوئی قبرستان نہیں تھا اسی وجہ سے لوگ کندھوں پر سوار کر کے مدینہ طیبہ لائے اور مدینہ طیبہ میں دفن کیے گئے "وسعد بن ابی وقاص مات فی ضیعته علی اربعة فراسخ من المدینة ونقل علی اعناق الرجال الی المدینة الخ" (مراقی الفلاح: ۷۳۳)

اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے انتقال پر حضرت عائشہ ؓ کی نکیر صراحۃً موجود ہے "لو کان الأمر الی فیك ما نقلتك ولدفنتك حیث مت الخ" (شرنبلالیہ: ۷۳۳)

حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں جنازہ کے انتقال مکانی کا کوئی واقعہ ناکارہ کے علم

و دانست میں نہیں ۔ چنانچہ جو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے ان کو مدینہ طیبہ لاکر جنت البقیع میں دفن کیا جاسکتا تھا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے شہدائے کرام رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ واسعۃ کو جبل احد کے دامن میں دفن فرمایا نیز غزوات میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے، اور وہ سب وہیں دفن کئے گئے نیز ازواج مطہرات میں سے حضرت میمونہؓ کا انتقال مقام سرف میں ہوا، جو مکہ مکرمہ سے سو میل کے فاصلہ پر تھا آج طریق مدینہ جو شارع ہجرت کے نام سے موسوم ہے، وہ مقام سرف سے گذرتا ہے، جنت المعلی کے تقدس کے باوجود مقام سرف (مقام انتقال) میں حضرت میمونہ کو دفن کیا گیا" **ان النبی ﷺ تزوجها فی طریق مکہ فقال بعضھم تزوجها حلالاً وظھر امر تزویجھا وھو محرم ثم بنی بھا وھو حلال بسرف فی طریق مکۃ وماتت میمونۃ بسرف حیث بنی بھا رسول ﷺ ودفنت بسرف**" (ترمذی شریف: (۶) ار ۱۰۴)

جنت البقیع میں تدفین سے متعلق روایات کثیرہ صحیحہ میں فضائل کے باوجود حضرات صحابہ کا بھی معلوم یہی رہا کہ جہاں انتقال ہوا، وہیں دفن کئے گئے چنانچہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، کے علاوہ عراق، شام، دمشق، خراسان، افریقہ، تک میں صحابہ کرام کی قبریں ہیں جس کی نشاندہی حضرات محدثین نے کی ہے، صرف دو صحابی کے جنازہ کے انتقال کی تصریح ملتی ہے جس کا جواب سوال (۴) کے ضمن میں آچکا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین کا نظم کر کے مسنون طریقہ پر غسل دیکر جنازہ کی نماز پڑھ کر سپرد خاک کر دیں۔ تجہیز و تکفین کا نظم منتظمین مدرسہ اس طور پر کریں کہ اگر طالب علم کے پاس کپڑے ہوں تو بطور کفن کے اسی کو استعمال کریں اور اگر کپڑے نہ ہوں بلکہ نقد پیسے ہوں تو اس سے کفن خرید کر دیدیں اور اگر نقد پیسے بھی نہ ہوں تو قرض لیکر اس کا نظم کر دیں اور وہ قرض اس مال سے وصول کرلیں جو اس کے وطن میں ہے چونکہ تجہیز و تکفین کو شریعت نے میت کے مال میں لازم کیا ہے اور اگر میت بالکل مفلس ہو نہ نقد اس کے پاس موجود ہو نہ کپڑا اور نہ ہی وطن میں اس کا مال ہو پھر منتظمین مدرسہ آپس میں اساتذہ

وملازمین یا بہی خواہان مدرسہ سے اس سلسلہ میں تعاون حاصل کریں۔"**مات ولم یترك مالا یسئل من الناس قدر ثوب واحد ویکفن فیه فان ترك ثوبا واحدا کفن فیه رجلا کان او امرأة ولا یسئل من الناس وان مات عن مال قلیل بلا وصیة قال ابراهیم بن یوسف یکفی فی ثوب واحد وقال ابن مسلمة فی ثلاثة قال الفقیه ان کفن فی واحد جاز**" (البزازیہ علی ہامش الھندیہ:۶/۴۴۰)

اگر ورثاء کے حکم پر جنازہ منتقل کیا گیا،گویہ مکروہ تحریمی ہے لیکن نقل وحمل کے اخراجات ورثہ کے ذمہ ہوں گے اور اگر ورثہ کے حکم کے بغیر جنازہ منتقل کیا گیا تو نقل وحمل کا صرف ناقلین کے ذمہ ہوگا مدرسہ کے ذمہ نہیں"**ولو حمل الوصی بلا اذن الورثة یضمن ما انفق الخ**" (بزازیہ علی الھندیہ:۶/۴۴۹)(۷)

نقل وحمل جنازہ کا صرفہ مدرسہ کے ذمہ نہیں اس لئے کس مد میں اندراج ہو، اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے جنازہ کو منتقل کرنے میں چند منکرات ہیں جو شرعا منہی عنہ ہیں۔

(۱) تدفین میں تاخیر جب کہ حتی الامکان تعجیل کا حکم منصوص فی الحدیث ہے چنانچہ "**الجنازة اذا حضرت**" ترمذی شریف سے حضرات فقہاء کرام نے جس عجلت کو سمجھا ہے اس کی تصریح موجود ہے کہ اگر جنازہ تیار ہو تو اوقات مکروہہ میں بھی نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے"**کما هو مصرح فی الشامی والفتاوی الهندیه**"۔

(۲) خطرہ فساد میت،لوگوں کے انتظار میں میت کو گھر میں اتنی دیر تک رکھنا کہ نعش کے خراب ہونے کا احتمال ہو جاتا ہے تو برف کی سلیوں کے ذریعہ پھولنے پھٹنے سے اسے محفوظ رکھا جاتا ہے انتقال مکان پر اچھی خاصی رقم صرف کی جاتی ہے، جو صرف ضیاع مال ہے اور اس کے لئے سو دقتیں برداشت کی جاتی ہیں جو بے جا ہیں، انتقال مکانی میں عموما جنازہ دوبارہ پڑھا جاتا ہے یہ بھی غیر شرعی عمل ہے جنازہ صرف ایک بار ہے البتہ اگر ولی باقی ہو تو صرف اس کو اجازت ہے اس کا التزام اور اس پر اصرار مستقل ایک غیر شرعی عمل ہے اہل مدارس

کے لئے امور مذکورہ بالا کے علاوہ دیگر مسائل بھی ہیں جن سے اہل مدارس واقف ہیں اس لئے اہل مدارس سے درخواست ہے کہ وہ داخلہ فارم پر مطبوعہ ہدایات میں ایک نمبر کا اور اضافہ فرمادیں یا ایک کارڈ بنوالیں جس پر یہ لکھا ہو کہ اگر میرا انتقال ہوگیا تو مجھے میرے وطن منتقل نہ کیا جائے اور اس پر طالب علم اور اس کے باپ یا سرپرست کے دستخط کرالئے جائیں۔

"هذا ما فهمت من كلام الفقهاء ولعل عند غيري احسن منه"

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) شرنبلالیۃ ص: ۶۱۳۔ دار الکتاب۔ مراقی علی نور الایضاح۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص: ۶۱۴۔ دار الکتاب۔

(۳) وفي التجنيس: القتيل والميت سخب لهما أن يدفنا في المكان الذي قتل أومات فيه في مقابر اولئك القوم۔ (البحر الرائق ص:۱۹۵ ج:۲) سعيد۔

(۴) البزازیۃ علی الهندیۃ ص: ۴۰۴ / ج: ۶۔ رشیدیۃ۔

(۵) الدر المختار مع الشامی ص: ۲۳۷ / ج: ۲۔ کراچی۔

(۷) البزازیۃ علی الهندیۃ ص: ۴۴۹ / ج: ۶۔ رشیدیۃ۔

(۶) سنن الترمذی ص: ۲۷۱ / ج: ۱۔ بلال۔

شوہر بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۳۷۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شوہر اپنی بیوی کے انتقال کے بعد غسل دے سکتا ہے یا نہیں اور جنازے کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

شوہر کے لئے جائز نہیں کہ بیوی کے انتقال کے بعد اس کو غسل دے اس لئے کہ بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کا رشتۂ ازدواجیت ختم ہوگیا اب یہ بھی دوسروں کی طرح اسکے لئے اجنبی کی حیثیت رکھتا ہے اور اجنبی مرد کے لئے کسی اجنبیہ عورت کو چھونا حرام ہے جیسا کہ حدیث پاک میں موجود ہے۔

وفی الدر المختار (ج۱ (۱) ص ۵۷۵) ویمنع زوجها عن غسلها ومسها الخ وفی الفتاوی الهندیه(۲) واما هو یعنی ای الزوج فلا یغسلها یعنی ای الزوج کذا فی السراج الوهاج ج۱ ص ۱۶۰ وفی خلاصة(۳) الفتاوی ج۱ ص ۲۱۹ الرجل لا یغسل امرأته بعد موتها عندنا الخ والمرأة تغسل زوجها بخلافه ای الرجل فانه لا یغسل زوجته لانقطاع النکاح الخ مراقی(۴) الفلاح ص ۳۱۳۔

باقی رہا کندھا دینے کا مسئلہ تو یہ جائز ہے شوہر اپنی بیوی کے جنازے میں کندھا دے سکتا ہے کذا فی فتاوی دار العلوم (۵) دیوبند ج ۵ ص ۲۷۵ بلکہ ہر مرد کے لئے مستحب ہے کہ ہر عورت کے جنازے میں کندھا دے کذا فی فتاوی دار العلوم (۶) دیوبند ج ۵ ص ۲۸۲ وفی عالمگیری (۷) ج ۱ ص ۱۶۲ یسن فی حمل الجنازة اربعة من الرجال کذا فی شرح النقایه شیخ ابن المکارم الخ وهکذا فی خلاصة الفتاویٰ(۸) ج۱ ص ۲۲۵۔

ویسن لحملها اربعة رجال تکریما له وتخفیفا الخ (مراقی الفلاح ص ۳۳۱) قوله اربعة رجال اخرج به النساء وذالك لما اخرجه ابویعلی عن انس رضی اللہ عنہ قال خرجنا مع رسول الله ﷺ لحمل جنازة فرأی نسوة فقال أتحملنّه قلنا لا قال أتدفننه قلنا لا قال فارجعن ما زورات غیر ماجورات لان الرجال اقوی علی ذالك والنساء ضعیفات ومظنة الفتنة والانکشاف الا اذا لم یوجد رجال کذا فی شرح عمدة القاری

علی البخاری طحطاوی ص ۳۳۱۔(۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (الدر المختار ص: ۵۷۵ ج: ۱۔ مکتبہ نعمانیہ دیوبند)۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ص: ۱۶۰/ ج: ۱۔ مکتبہ رشیدیہ۔

(۳) (خلاصة الفتاویٰ ص: ۲۱۹۔ المكتبة الأشرفية)۔

(۴) مراقی الفلاح ص: ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ مکتبہ دار الکتاب دیوبند۔

(۷) وفی عالمگیری ص: ۱۶۲ ج: ۱۔ مکتبہ رشیدیہ۔

(۸) خلاصۃ الفتاویٰ ص: ۲۲۵/ ج: ۱۔ المکتبہ الأشرفیہ۔

(۵) فتاویٰ دار العلوم ص: ۲۷۵/ ج: ۵۔ مکتبہ دار العلوم دیوبند۔

(۶) فتاویٰ دار العلوم ص: ۲۸۲/ ج: ۵۔ مکتبہ دار العلوم دیوبند۔

(۹) حاشیۃ الطحطاوی ص: ۶۰۳۔ دار الکتاب دیوبند۔

دو جڑواں بچوں کی ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ:

سوال (۳۷۷): دو بچوں کی پیدائش ساتھ ہوئی اور انتقال بھی یکے بعد دیگرے ہوا شریعت مطہرہ اس بارے میں کیا فرماتی ہے کہ دونوں کی نماز جنازہ ایک ہی ساتھ پڑھ کر ایک ہی قبر میں دفن کر دیا جائے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اولی اور افضل یہ ہے کہ الگ الگ ہر ایک پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر دونوں پر ایک ہی ساتھ ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی یہ بھی جائز ہے اور نماز ہو جائے گی کذا فی

الدر(۱) المنتقی اجتمعت الجنازۃ فافراد الصلوٰۃ لکل اولی الخ ج ا ص ۱۸۷ وھکذا فی نور الایضاح ص ۱۲۹۔(۲)

اسی طرح ہر ایک کو الگ الگ قبر میں دفن کرنا چاہیئے بلا ضرورت ایک ہی قبر میں دونوں کو دفن کرنا مکروہ ہے کذا فی(۳) الفقه علی المذاهب الاربعة تحت عنوان دفن اکثر من واحد فھی قبر واحد الحنفية قالوا یکرہ ذالك الا عند الحاجة فیجوز عند الحاجة دفن أکثر من واحد الخ ج ا ص ۵۳۸۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۲) نورالایضاح ص:۱۳۱،مکتبہ بلال دیوبند۔

(۱) الدرالمنتقی۔(ص:۲۷۷ ج:۱،مکتبہ فقیہ الامت)۔

(۳) کذا فی الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ص:۴۱۶۳ ج:۱۔(سلمان عثمان اینڈ کمپنی دیوبند)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

سوال (۳۷۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص نے خودکشی کرلی آیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نماز جنازہ بغیر اس کو دفن کردیا جائے یہ جائز ہے کہ نہیں جواب سے مطلع فرمائیں۔ **بینوا وتوجروا**

الجواب: حامدًاومصلیًا

خودکشی کرنے والے پر نماز جنازہ کا پڑھنا فرض ہے لقول النبی ﷺ صلوا علی کل بر وفاجر شامی(۱) ج ا ص ۵۸۱ (وھی صلوٰۃ الجنازۃ) فرض علی کل مسلم مات الی ان قال من قتل نفسه ولو عمدًا یغسل ویصلی علیه به یفتی (تنویر الابصار مع الدرالمختار ج ا ص ۵۸۴)

لہٰذا اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا تو سارے لوگ گنہگار ہوں گے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ص: ۵۸۱ مکتبہ دار الکتاب دیوبند۔

(۲) تنویر الابصار مع الدر المختار ص: ۱۲۲ ج: ۱۔ دار الکتاب۔

وقاتل نفسه۔ عمداً لا لأشدة وجع يغسل ويصلى عليه عند أبي حنيفة۔ (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ص: ۶۰۲ دار الكتاب)۔

وہکذا ہندیہ ص: ۲۲۴ / ج: ۱۔ زکریا جدید۔

الفتاویٰ التاتارخانیہ ص: ۵۶ / ج: ۳۔ زکریا۔

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۳۷۹): ایک شخص سرکاری ملازم تھا اس کی نوکری کسی وجہ سے ختم کر دی گئی اب وہ مارے شرم وحیا کے خودکشی کر لیتا ہے تو کیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

خودکشی کرنا یقیناً جرم عظیم ہے لیکن اس کی وجہ سے نماز جنازہ ترک نہیں کی جائے گی بلکہ عوام کے لئے ضروری ہے کہ نماز جنازہ ادا کریں بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن نہ کریں ہاں اگر کوئی شخص قوم کا امام ومقتدا ہو تو اس کے لئے زجراً یہ گنجائش ہے کہ وہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرے **كذا في الدر المختار** (۱) ج ۱ ص ۱۸۵ **من قتل نفسه لو عمدًا يغسل ويصلى عليه به يفتى۔**

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار ص: ۲۲۱ ج: ۱۔ دار الکتاب دیوبند۔

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۶۰۶۔ دار الکتاب۔

ومن قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند ابى حنيفة رحمه الله وهو الاصح۔ (هنديه ص: ۲۲۴ ج: ۱۔ زكريا ديوبند)۔

وہکذا الفتاویٰ التاتارخانیہ ص: ۵۶/ ج: ۳۔ زکریا۔

اپنے جنازہ پر گلریزی نہ کرنے کی وصیت درست ہے

سوال (۳۸۰): لوگ جنازہ اٹھاتے وقت زور سے کلمہ پڑھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ وہ لوگ جنازہ کو قبرستان لیجاتے وقت اس پر پھول لگا لیجاتے ہیں، یہ غلط ہے؟ تو میں اس کے بارے میں بھی کہہ دوں کہ جب میں مروں اور کوئی بھی مرے تو پھول نہ رکھیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زور سے کلمہ پڑھنا جنازہ اٹھاتے وقت اور جنازہ پر گلریزی کرنا غیر اسلامی طریقہ ہے۔ اگر آپ اس کی وصیت کر دیں کہ میرے جنازہ پر پھول نہ چڑھایا جائے تو بالکل (۱) درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) **ويكره رفع الصوت بالذكر لما روى عن قيس بن عبادة رضي الله عنه أنّه قال كان أصحاب رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ يكرهون الصوت عند القتال وعند الجنازة والذكر۔ ولأنّه تشبه بأهل فكان مكروهاً۔ (بدائع الصنائع ص: ۴۶ ج: ۲) زكريا۔**

وينبغي لمن تبع جنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة

القرآن وغيرهما فى الجنازة۔ (البحر الرائق ص: ۱۹۲ ج: ۲) سعيد (و كذا فى الهندية ص: ۱۶۲ ج: ۱) رشيديه۔

فترى العامّة يلقون الزهور على القبور.... لا أصل لها فى الدين ولا مستند لها من الكتاب والسنّة۔ (معارف السنن ص: ۲۶۵ ص: ۲۶۶ ج: ۱) المكتبه البنوريّة۔

و كذالك ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الريّاحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشيئ۔ (عمدة القارى ص: ۶۰۲ ج: ۲) باب من الكبائر أن لا يتستئر من بوله زكريا بك ڈپو۔

قریبی رشتہ دار کا مردہ کو غسل دینا مسنون ہے

سوال (۳۸۱): عورتوں کو تو لاش نہلانے کا طریقہ سیکھنا چاہئے یہاں جب رشتہ دار مرجاتے ہیں تو بھاڑے کی عورت کو بلایا جاتا ہے جو کچھ ٹھیک سے نہیں جانتی رشتہ دار نہلانے سے ڈرتے ہیں اور دوسروں کو بھی نہیں کرنے دیتے، کہتے ہیں کہ بیمار ہو جائیں گے۔ تو کیا لاش نہلانے سے انسان بیمار ہو جاتا ہے یا ڈر جاتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ جاہلانہ تخیل ہے کہ مردہ کو نہلانے سے آدمی بیمار ہو جاتا ہے یا ڈر جاتا ہے یہ سب باتیں غلط ہیں، مسنون طریقہ یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں جو متقی پرہیزگار ہوں وہ یہ سب کام انجام دیں۔ (۱)

التعليق والتخريج

(۱) ويستحبّ للغاسل أن يكون أقرب الناس إلى الميت فان لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع۔ (البحر الرائق ص: ۱۷۵ ج: ۲) سعيد۔

و وفی شامی ص: ۲۰۲ ج: ۲۔ کراچی۔

وفی الموسوعۃ الفقہیۃ ص: ۵۶ ج: ۱۳۔ کوئتیہ۔ وفی الہندیہ ص: ۲۲۰/ج: ۱۔ زکریا جدید۔

مردہ کو قریبی قبرستان میں دفن کرنا چاہئے

سوال (۳۸۲): کس کی موت کب اور کہاں ہوگی یہ اللہ بہتر جانتا ہے، لیکن اگر میرے گھر کے پاس جو نزدیک قبرستان ہو جہاں عام مسلمانوں کو دفن کیا جاتا ہے۔ تو جب میں مروں تو مجھے قریبی قبرستان میں لے جانا چاہئے؟ اور نزدیک میں جنازہ کو نماز پڑھوانا چاہئے؟ لیکن سورتیوں کی کمیونٹی (surti Community) کی قبرستان راجا بازار میں ہے جو میرے گھر سے بہت قریب ہے۔ اور لوڑی میں بڑی مسجد (لوٹولہ میں جو سورتیوں کی بڑی مسجد ہے لارنگ کی) وہاں جنازے کی نماز پڑھنے لے جاتے ہیں تو کیا صحیح ہے؟ یا غلط ہے؟ راجا بازار میں اگر کوئی مسلمان مرتا ہے تو وہاں دفن نہیں ہوسکتا، قبرستان تو سب مسلمانوں کے لئے عام ہونا چاہئے، تو کیا میں احتراز (Object) کرسکتی ہوں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مرنے کے بعد مردہ کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا اور قریبی قبرستان (۱) میں دفن کرنا اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے۔ سورتی غیر سورتی کی تفریق یہ غیر اسلامی طریقہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ویستحبّ فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر اولئك القوم۔ (هندیه ص:۲۲۸ ج:۱) زکریا جدید۔

لا یدفن صغیر ولا کبیر فی البیت الذی مات فیه فإن ذلك خاص بالانبیاء بل ینقل إلی مقابر المسلمین۔ (شامی ص:۲۳۵ ج:۲) کراچی۔

وفی الطحطاوی علی المراقی ص: ۶۱۲۔ دار الکتاب۔

جنازہ میں حق ولایت کس کو حاصل ہوگی؟

سوال (۳۸۳): ایک عورت کا انتقال ہوا اس کے جنازہ میں باپ اور بیٹا دونوں شریک ہیں تو ان دونوں میں سے ولی کون ہوگا؟ باپ یا بیٹا؟ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کی ولایت کا حق بیٹے کو حاصل ہوگا، لیکن باپ کے احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ خود آگے نہ بڑھے بلکہ باپ کو امامت کے لئے آگے بڑھائے، اور اگر دونوں میں سے کوئی بھی امامت کا اہل نہ ہو تو اجازت دینے کا حق بیٹے کو ہی حاصل ہوگا۔ کما فی البدائع: ولو ماتت امرأة ولها زوج وابن بالغ فالولاية للابن دون الزوج لما روى عن عمر رضی اللہ عنہ أنه ماتت له امرأة فقال لأوليائها كنا أحق لها حين كانت حية فأما إذا ماتت فانتم احق بها ولان الزوجية تنقطع بالموت والقرابة لا تنقطع لكن يكره للابن ان يتقدم اباه وينبغي ان يقدمه مراعاة لحرمة الابوة. (بدائع الصنائع (۱) ج ۱ ص ۳۱۷)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) متن العبارة: بدائع الصنائع ص: ۵۹ / ج: ۲۔ زکریا۔

عن الحسن قال: أولى الناس بالصلوة على المرأة الأب، ثم الزوج ثم الإبن، ثم الأخ۔ (مصنف عبدالرزاق ص: ۳۰۲۔ ج: ۳۔ دار الكتب العلمية)۔

ثم الولى بترتيب عصوبة الإنكاح إلا الأب فيقدم على الإبن اتفاقاً، وتحته فى الشامي: هو الأصح لأن للأب فضيلة عليه وزيادة سني، والفضيلة ولزيادة تعتبر ترجيحا فى استحقاق الإمامة كما فى سائر الصلوٰة.... ويدل عليه قولهم سائر

القربات أولى من الزوج إن لم يكن له منها ابن، فإن كان فالزوج أولى منهم، لأن الحق للابن وهو يقدم أباه، ولا يبعد ان يقال ان تقديمه على نفسه واجب بالسنة۔ (شامی ج:۳ص:۱۴۱ اشرفیہ)۔

ولو ماتت امرأة ولها زوج وابن عاقل بالغ منه، فالولاية للابن دون الزوج، لكن يكره للابن أن يتقدم أباه، وينبغي أن يقدمه فإن كان لها أبن زوج آخر، فلا بأس بان يتقدّم، لأنه هو الولي وتعظيم زوج امّة غير واجب عليه، كذا في البدائع۔ (الفتاوىٰ الهندية ج:۱، ص:۲۲۴۔ زكريا)۔

شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے سے نکاح کا حکم

سوال (۳۸۴): کیا شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، نکاح علی حالہ باقی رہتا ہے۔ کما ھو مذکور فی کتب الفقہ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

اجنبی لاش کو مسلمان مانیں گے یا نہیں؟

سوال (۳۸۵): اجنبی عورت کی لاش جس کی بظاہر کوئی شناخت نہیں ہے، ایا وہ مسلمان عورت کی لاش ہے یا کسی دوسری قوم کی، اس کی شناخت کی کیا صورت ہوگی؟ اور اس کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے گا؟ جبکہ جہاں لاش پائی گئی ہے نزدیک میں مسلمان اور غیر قوم دونوں کی آبادی ہے۔ امید کہ جواب دیکر ممنون ومشکور رہوں گے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اجنبی عورت کی لاش جس کے مسلمان ہونے کی بظاہر کوئی علامت نہیں اور پوری کوشش کے بعد بھی کسی حالت وقرائن سے اس کی شناخت نہ ہوسکے، تب بھی احوط اور انسب یہی ہے کہ اس کو مسلمان سمجھ کر مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) لو لم يدر أمسلم أم كافر ولا علامته فإن دارنا غسل وصلى عليه، وعليه لا (در مختار) إن العلامة مقدمة وعند فقدها يعتبر المكان في الأصح؛ لأنه يحصل به غلبة الظن كما في النهر عن البدائع، وفيها أن علامة المسلمين أربعة: الختان، والخضاب ولبس السواد وحلق العانة. قلت: في زماننا ليس السواد لم يباق علامة للمسلمين۔ (الرد مع الشامي ج:۳،ص:۱۰۹۔ اشرفیہ)۔

(۲) موتى المسلمين اذا اختلطوا بموتى الكفار أو قتل المسلمين بقتلى الكفار، إن كان للمسلمين علامة يعرفون بها، يميز بينهم وعلامة المسلمين الختان والخضاب وليس السواد. فيصلى عليهم، وان لم تكن علامة. ان كانت الغلبة للمسلمين يصلى على الكل وينوى بالصلوٰة الدعا، للمسلمين ويدفنون في مقابر المسلمين۔ (الفتاوىٰ الهندية ج:۱ص:۲۲۰۔ زكريا)۔

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

حبیب الفتاویٰ اول
حبیب الفتاویٰ دوم
حبیب الفتاویٰ سوم
حبیب الفتاویٰ چہارم
حبیب الفتاویٰ پنجم
حبیب الفتاویٰ ششم
حبیب الفتاویٰ ہفتم
حبیب الفتاویٰ ہشتم
تحقیقات فقہیہ جلداول
رسائل حبیب جلداول
رسائل حبیب جلددوم
صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلداول
احب الکلام فی مسئلۃ السلام
مبادیات حدیث
نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین
التوسل بسید الرسل
المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ
احکام یوم الشک
جذب القلوب
تحفۃ السالکین
نوٹ کی شرعی حیثیت
والدین کا پیغام زوجین کے نام
تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت
حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن
حبیب العلوم شرح سلم العلوم
حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی ایک جھلک
قدوۃ السالکین
درود وسلام کا مقبول وظیفہ
التوضیح الضروری شرح القدوری
خطبات حبیب
مقالات حبیب
برکات قرآن
علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت
مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں
جمع الفوائد شرح شرح عقائد
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلادیا